دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ماہر آثار قدیمہ کارل بیوگن ہیگن بے حد فکر مند تھا!

فکر کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ زمین کے نیچے ایک مدفون شہر میں مقیم تھا۔ کیوں کہ اسے تو وہ ماحول بہت اچھا لگتا تھا۔ وہاں ٹھنڈک تھی، تاریکی تھی اور گزری ہوئی صدیوں کی خوش بو تھی۔ یہ سب کچھ اسے بہت پسند تھا اور اس سب سے زیادہ اسے وہاں کی تقدس آمیز خاموشی اور سکون اچھا لگتا تھا۔ اس کی فکر مندی کا سبب یہ تھا کہ اب وہ خاموشی مجروح ہو رہی تھی۔

بات یہ تھی کہ اب بیوگن ہیگن کو پراسرار آوازیں سنائی دینے لگی تھیں!

بیوگن ہیگن آسانی سے خوف زدہ ہونے والا آدمی نہیں تھا، اس کی عمر ساٹھ کے ہندسے کو چھونے والی تھی۔ اپنی موٹی گردن اور یونانی سورماؤں کے سے چوڑے پر گوشت کندھوں کے ساتھ وہ یقیناً ایک طاقت ور آدمی تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال قبل از وقت سفید ہو گئے تھے۔ لیکن اس کی آنکھوں میں درندوں کا شکار کرنے والوں کا سا چوکنا پن تھا۔

ان دنوں وہ اسرائیل کی زمین کے نیچے سے برآمد ہونے والے آثار قدیمہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ دنیا کا ممتاز ترین ماہر آثار قدیمہ تھا۔ درحقیقت وہ دنیا پر شیطان کے وجود کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔

جو آوازیں اسے سنائی دیتی تھیں، انہوں نے اسے چوکنا کر دیا تھا۔ اس کے پاس خوف زدہ ہونے کی معقول وجہ موجود تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شیطان کے ہاتھوں اموات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں اگلا نمبر اب اس کا تھا۔ اب تک جو لوگ مارے گئے تھے، وہ سب کے سب ابن ابلیس کی حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے...... یا سوچے سمجھے بغیر یہ کام کرنے والے تھے۔

بیوگن ہیگن کو خطرے میں محسوس کر رہا تھا۔ وہ پہلے مرنے والوں سے بڑھ کر خطرے میں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اب شیطان سے اس کی کھلی جنگ تھی۔ اس نے شیطان کو اس کے بیٹے کے روپ میں قتل کرنے کی کوشش کی تھی، وہ جانتا تھا کہ اب شیطان اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

بیوگن ہیگن جو شیطان کے وجود کے لئے ثبوت تلاش کر رہا تھا، وہ اس کے اپنے لئے نہیں تھی۔ اس کے پاس جو ثبوت موجود تھے، وہ اس کے اپنے لئے بہت کافی تھے۔ اب تک اس نے جو نتائج اخذ کئے تھے، وہ درست ثابت ہوئے تھے۔ بلکہ خوف زدہ ہونے کی حد تک درست ثابت ہوئے تھے، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھی مائیکل مورگن کو قائل نہیں کر سکا تھا اور یہ بہت ضروری تھا۔ بیوگن ہیگن جانتا تھا کہ جس نے اینٹی کرائسٹ کو قتل کرنے کی کوشش کی ہو، وہ شیطان کے انتقام سے نہیں بچ سکتا۔

اس نے مورگن سے گزشتہ روز پہلی بار اس موضوع پر بات کی تھی۔ اس وقت وہ سی سائیڈ کے اس خوب صورت کیفے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ تپتا ہوا فرش اب ٹھنڈا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

شروع میں تو مورگن کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا۔ یہ بات بیوگن ہیگن کے لئے ناقابل فہم بھی نہیں تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ ٹھوس شواہد کے بغیر کسی کو قائل نہیں کیا جا سکتا۔
وہ بڑی خوب صورت شام تھی۔ افق پر شفق کے رنگین لہریے تھے۔ شام کے نرم، دم توڑتی دھوپ دیواروں سے چڑھتی اوپر کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ایسا خوب صورت ماحول تھا کہ چند لمحوں کے لئے خود بیوگن ہیگن کو بھی اپنی بات بے وزن لگنے لگی۔ اسے لگا کہ وہ کسی پاگل پن میں مبتلا ہو گیا ہے۔
لیکن اس وقت اس کے وجود میں ایک آواز ابھری۔ وہ اس کے لئے اجنبی اور نامانوس آواز تھی۔ وہ اسے یہ بتا رہی تھی کہ وہ پاگل نہیں۔ بلکہ صاحب علم ہے اور اسے ایسی اہم معلومات عطا کی گئی ہیں، جن کو کسی دوسرے تک پہنچانا اس کے لئے فرض سے بڑھ کر ہے۔ اگر وہ ان معلومات کو خود تک محدود رکھ کر شیطان کا شکار ہو گیا تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا اور اسے جواب دہی کرنی ہوگی۔
بیوگن ہیگن کے لئے یہ بات حیران کن تھی کہ مورگن تو اس کی بات کو مضحکہ خیز سمجھ رہا ہے جب کہ اس کی دوست اس کی بات کو بڑی توجہ اور یقین سے سن رہی ہے۔ سچ تو یہ تھا کہ بیوگن ہیگن کو تو اس لڑکی کی وہاں موجودگی بھی خلاف ضابطہ لگ رہی تھی۔ لیکن مورگن عورتوں کے معاملے میں بہت ندیدا تھا۔ ہمیشہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی عورت ہوتی تھی۔ اس لئے اس نے بیوگن ہیگن کے تنہائی میں ملاقات کے اصرار کو نظر انداز کر کے اس لڑکی کی موجودگی میں بات کرنے کو ترجیح دی تھی۔
اس لڑکی کا نام جوآن ہارٹ تھا۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھی۔ اس کے بال سیاہ تھے اور آنکھیں ایسی چمکیلی کہ ان میں ستارے اترے ہوئے نظر آتے تھے، بیوگن ہیگن نے اسے دیکھ کر سوچا تھا کہ جب وہ جوان تھا تو ایسی کوئی لڑکی اسے کبھی نظر نہیں آئی تھی۔
وہ فری لانس فوٹو جرنلسٹ تھی۔ بیش قیمت لباس پہنتی تھی۔ پروفیشنل انداز میں گفتگو کرتی تھی۔ بہت بڑے سائز کی جیولری کا شاید اسے ضبط تھا۔ گلے میں موٹے دانوں کی کئی مالائیں پڑی رہتی تھیں۔ سگریٹ وہ بہت زیادہ پیتی تھی اور باتونی بھی بہت تھی۔
جوآن ہارٹ کی وہاں موجودگی کا سبب اس کی کوئی پیشہ ورانہ مصروفیت نہیں تھی۔ وہ وہاں موجود تھی تو صرف اور صرف مائیکل مورگن کی خاطر، جو اس وقت اس کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ حالاں کہ اس کی توجہ کا مرکز صرف اس کا کام تھا۔
جوآن ابھی کچھ دیر پہلے لندن سے آئی تھی۔ لندن اس کا شہر تھا۔
اس وقت بیوگن ہیگن اخبار کی جو خبر مورگن کو دکھا رہا تھا، وہ اس خبر کو پہلے ہی پڑھ چکی تھی...... امریکی سفیر اس کی بیوی کو سپرد خاک کر دیا گیا......
مائیکل مورگن بھی وہ خبر پڑھ چکا تھا۔ پڑھتے وقت بھی اس کے انداز میں دل چسپی نہیں تھی تو اب اس وقت کہاں سے آتی۔ ''ہاں......'' اس نے بے حد عدم دل چسپی سے غیر متجسانہ انداز میں کہا۔ ''بہت دل چسپ! میں متجسس ہو رہا ہوں''۔ اس کا لہجہ اس کے الفاظ کی نفی کر رہا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

بیوگن ہیگن جانتا تھا کہ مایوس ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس نے مائیکل مورگن کو دوسرا اخبار دکھایا جو امریکی تھا۔ صدر امریکہ اور ان کی اہلیہ سوگوار بچے سے تعزیت کر رہے ہیں......۔

اس کی انگلی تصویر میں موجود چھ سالہ بچے کی طرف اشارہ کر رہی تھی، جس کے بازو پر سیاہ پٹی بندھی تھی۔ بچے کا چہرہ بہت دل کش اور چمک دار تھا۔ ''تم اسے پہچانتے ہو؟'' بیوگن ہیگن نے مائیکل سے پوچھا۔

مائیکل نے دوبارہ تصویر کو بغور دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں''۔

بیوگن ہیگن اس بار خود کو مایوس اور آزردگی سے نہیں بچا سکا۔ ارے...... اس بھری دنیا میں ایک میں ہی ہوں، جو اسے پہچانتا ہوں۔ صرف میں ہوں، جو اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ میں دوسروں کو کیسے باور کراؤں۔ کیا دنیا اس کی حقیقت سے بے خبر رہے گی۔ ایسا ہوگیا تو یہ کتنا بڑا المیہ ہوگا...... انسانی المیہ! انسانیت خود کو تباہی سے بچانے کے لئے اس فتنے کا سدباب نہیں کر سکے گی۔ وہ بچے کی تصویر کو گھورتے ہوئے آزردگی سے سوچتا رہا۔ پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں تندی تھی۔ حالاں کہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ شاید یہ اندر کی مایوسی کی وجہ سے تھا۔ ''کیا تم نے لیگائیل کی دیوار اب تک نہیں دیکھی؟'' اس نے مائیکل مورگن سے پوچھا۔

''ابھی پچھلے ہی ہفتے تو وہ کھدائی کے بعد برآمد ہوئی ہے......'' مائیکل نے کہا۔

لیکن بیوگن ہیگن نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی بات کتنی ہی غیر منطقی اور غیر حقیقی کیوں نہ لگے، اسے جلد از جلد اپنی آگہی مائیکل کو منتقل کرنی ہے۔ وقت بہت کم ہے، اس بات کا اسے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا۔ اس نے تصویر کو انگلی سے تھپتھپایا اور ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ ''یہ ہو بہو لیگائیل کے شیطان کا چہرہ ہے۔ اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ لڑکا...... یہ ڈیمین تھورن درحقیقت اینٹی کرائسٹ ہے......''۔

مائیکل مورگن کو یہ سن کر شاک لگا۔ ''کارل، یہ تم......'' اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

لیکن بیوگن ہیگن نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ ''میری بات پر یقین کرو مائیکل۔ میں سچ کہہ رہا ہوں''۔

مائیکل مورگن کے ہونٹوں کی مسکراہٹ ہوا ہوگئی۔ بیوگن ہیگن کے چہرے پر جو سنگینی تھی، اس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ بوڑھا بیوگن ہیگن کوئی سٹھیایا ہوا آدمی نہیں۔ وہ اس کا استاد ہے۔ آج اس کے پاس جتنا بھی علم ہے، وہ اس بوڑھے شخص ہی کا دیا ہوا ہے۔ ''دیکھو کارل......'' اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''تم جانتے ہو'' میں آثار قدیمہ کا عالم ضرور ہوں۔ لیکن کوئی مذہبی جنونی نہیں ہوں۔ بلکہ مذہبی جنونی تو میں کبھی بن ہی نہیں سکوں گا۔

''مگر تمہیں معلوم ہے کہ اینٹی کرائسٹ کی آمد کے بارے میں تم نے کہاں پڑھا ہے۔ میں بتاتا ہوں......'' مگر یہ کہتے کہتے بیوگن ہیگن کو احساس ہوا کہ جو حوالہ وہ دینا چاہتا تھا، وہ تو اس کے ذہن میں ہے ہی نہیں، محو ہو چکا ہے۔ اسے احساس تھا کہ وہ بہت تھکا ہوا ہے...... خستہ حال ہو رہا ہے۔ کئی دن سے وہ سویا بھی نہیں ہے۔ اس پر مزید ستم اس کا خوف۔ اور اب اس کی یادداشت ہی اس کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔

مائیکل نے جوآن کی طرف دیکھا۔ مگر ایک نظر میں اسے اندازہ ہوگیا کہ جوآن سے اسے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ وہ توجہ زدہ نظر آ رہی تھی اور کسی تنویم زدہ معمول کی طرح بیوگن ہیگن کو تک رہی تھی، اس نے سر جھٹکا اور بیوگن ہیگن کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اہم بات یہ ہے کہ کارل کہ حقائق کیا ہیں؟''

بیوگن ہیگن نے سر اٹھایا۔ ''ایک ہفتہ پہلے اس بچے کے باپ نے آل سینٹس چرچ، لندن میں اسے ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس بچے کے دل میں خنجر اتار دینا چاہتا تھا''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

جوآن کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔

مائیکل مورگن نے اخباری تراشوں کا جائزہ لیا۔

''ایک بات ایسی ہے جو اخبارات نے نظر انداز کر دیا ہے''۔ بیوگن ہیگن نے گہری سانس لے کر کہا۔''وہ خنجر اس کے باپ کو میں نے ہی دیئے تھے۔آل سینٹس چرچ میں میرا دوست فادر جیمز اس پورے واقعے کا عینی شاہد ہے۔اس نے مجھے خاص طور پر فون کر کے واقعے کی تفصیل بتائی۔وہ اس خنجروں کو پہچانتا تھا۔اس نے امریکی سفارت خانے کو قائل کیا کہ وہ یہ خنجر پولیس سے واپس لے کر مجھے بھجوا دیں''۔

دیر تک خاموشی رہی۔مائیکل مورگن اخباری تراشوں کو بھول کر اسے گھورے جا رہا تھا۔جوآن بھی اسے تک رہی تھی۔بیوگن ہیگن کو کم از کم یہ اطمینان ضرور ہو گیا کہ اب وہ دونوں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہیں۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی۔اب اس کے لہجے میں زور تھا اور بولنے کی رفتار بڑھ گئی تھی، جیسے وہ جلد از جلد یہ بوجھ اتار پھینکنے کا خواہاں ہو۔اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ دونوں شاک میں ہیں اور اس کی گفتگو میں مداخلت نہیں کریں گے۔

''امریکی سفیر کا نام رابرٹ تھورن تھا''۔اس نے کہا۔''روم کے ایک ہاسپٹل میں اس کی بیوی زچگی کے سلسلے میں داخل تھی۔اس کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔اس نے ایک شخص کے اصرار پر جو خود کو پادری ظاہر کر رہا تھا، لیکن درحقیقت شیطان کا پجاری تھا، ایک نومولود بچے کو گود لیا۔اس کی بیوی کو علم نہیں تھا کہ اس کا اپنا بچہ مر چکا ہے۔اس بے چاری نے اس بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر پالا۔دونوں اس بچے سے بے حد محبت کرتے تھے۔لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ یہ مادہ گیدڑ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے''۔بیوگن ہیگن بیوگن نے ایک گہری سانس لی اور پھر سلسلہ کلام جوڑا۔''جلد ہی اس بچے نے ان لوگوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا، جو اس کی حقیقت سے باخبر ہو گئے۔رابرٹ تھورن مدد کے لئے میرے پاس آیا۔میں نے اس کی کہانی سنی اور سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔یہ بھی ہے کہ میں بہت عرصے سے علامتیں دیکھ رہا تھا اور میں نے جان لیا تھا کہ آخر میں مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔میں نے رابرٹ تھورن کو وہ سات قدیم خنجر دیئے۔شیطان کا خاتمہ صرف انہی سے ممکن ہے۔وہ خنجر ہی شیطان کے دل میں اتارے جا سکتے ہیں۔اس وقت تک رابرٹ تھورن کی بیوی سمیت تین آدمی شیطان کے ہاتھوں مر چکے تھے۔

''رابرٹ تھورن نے وہی کچھ کرنے کی کوشش کی، جو اسے کرنا چاہئے تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ خنجر ابن ابلیس کے دل میں اتارتا، ایک پولیس والے نے اسے شوٹ کر دیا۔وہ منظر دیکھ کر پولیس والے نے یہی سوچا کہ رابرٹ کو اس کی بیوی کی موت کے صدمے نے پاگل کر دیا ہے اور اس پاگل پن کے زیر اثر وہ اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں خود قتل کر رہا ہے......'' اتنا کہہ کر بیوگن ہیگن رکا اور اس نے اخبار میں چھپی بچے کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔''بدقسمتی سے وہ بچہ اب بھی زندہ ہے''۔

دیر تک...... بہت دیر تک خاموش رہی۔پھر مائیکل مورگن نے پوچھا۔''اب وہ بچہ کہاں ہے؟''

''امریکا میں......اپنے چچا کے پاس''۔بیوگن ہیگن نے جواب دیا۔''کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ اس کی طاقت بے پناہ ہوگی۔وہ خوب پھلے پھولے گا۔وہ زبردستوں کو زیر کرے گا اور تقدس کو پامال کرے گا۔وہ اینٹی کرائسٹ ہے''۔

''تو مائیکل، ہمیں امریکا چلنا چاہئے''۔جوآن نے خود کو سنبھالتے ہوئے، مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''شٹ اپ''۔مائیکل نے اسے ڈانٹ دیا۔اب اس کے نزدیک وہ اخبار کی کوئی سنسنی خیز خبر نہیں تھی۔وہ سوچ رہا تھا کہ اگر بیوگن ہیگن کی بات مستند ہے تو یہ معاملہ بے حد سنگین ہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

بیوگن ہیگن جانتا تھا کہ مایوس ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس نے مائیکل مورگن کو دوسرا اخبار دکھایا جو امریکی تھا۔ صدر امریکہ اور ان کی اہلیہ سوگوار بچے سے تعزیت کر رہے ہیں......۔

اس کی انگلی تصویر میں موجود چھ سالہ بچے کی طرف اشارہ کر رہی تھی، جس کے بازو پر سیاہ پٹی بندھی تھی۔ بچے کا چہرہ بہت دلکش اور چمک دار تھا۔ ''تم اسے پہچانتے ہو؟'' بیوگن ہیگن نے مائیکل سے پوچھا۔

مائیکل نے دوبارہ تصویر کو بغور دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں''۔

بیوگن ہیگن اس بار خود کو مایوس اور آزردگی سے نہیں بچا سکا۔ ارے...... اس بھری دنیا میں ایک میں ہی ہوں، جو اسے پہچانتا ہوں۔ صرف میں ہوں، جو اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ میں دوسروں کو کیسے باور کراؤں۔ کیا دنیا اس کی حقیقت سے بے خبر رہے گی۔ ایسا ہو گیا تو یہ کتنا بڑا المیہ ہوگا...... انسانی المیہ! انسانیت خود کو تباہی سے بچانے کے لئے اس فتنے کا سد باب نہیں کر سکے گی۔ وہ بچے کی تصویر کو گھورتے ہوئے آزردگی سے سوچتا رہا۔ پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں تندی تھی۔ حالاں کہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ شاید یہ اندر کی مایوسی کی وجہ سے تھا۔ ''کیا تم نے لیگائیل کی دیوار اب تک نہیں دیکھی؟'' اس نے مائیکل مورگن سے پوچھا۔

''ابھی پچھلے ہی ہفتے تو وہ کھدائی کے بعد برآمد ہوئی ہے......'' مائیکل نے کہا۔

لیکن بیوگن ہیگن نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی بات کتنی ہی غیر منطقی اور غیر حقیقی کیوں نہ لگے، اسے جلد از جلد اپنی آگہی مائیکل کو منتقل کرنی ہے۔ وقت بہت کم ہے، اس بات کا اسے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا۔ اس نے تصویر کو انگلی سے تھپتھپایا اور ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ ''یہ ہو بہو لیگائیل کے شیطان کا چہرہ ہے۔ اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ لڑکا...... یہ ڈیمین تھورن در حقیقت اینٹی کرائسٹ ہے......''۔

مائیکل مورگن کو یہ سن کر شاک لگا۔ ''کارل، یہ تم......'' اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

لیکن بیوگن ہیگن نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ ''میری بات پر یقین کرو مائیکل۔ میں سچ کہہ رہا ہوں''۔

مائیکل مورگن کے ہونٹوں کی مسکراہٹ ہوا ہو گئی۔ بیوگن ہیگن کے چہرے پر جو سنگینی تھی، اس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ بوڑھا بیوگن ہیگن کوئی سٹھیایا ہوا آدمی نہیں۔ وہ اس کا استاد ہے۔ آج اس کے پاس جتنا بھی علم ہے، وہ اس بوڑھے شخص ہی کا دیا ہوا ہے۔ ''دیکھو کارل......'' اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''تم جانتے ہو'' میں آثار قدیمہ کا عالم ضرور ہوں۔ لیکن کوئی مذہبی جنونی نہیں ہوں۔ بلکہ مذہبی جنونی تو میں کبھی بن ہی نہیں سکوں گا۔

''مگر تمہیں معلوم ہے کہ اینٹی کرائسٹ کی آمد کے بارے میں تم نے کہاں پڑھا ہے۔ میں بتاتا ہوں......'' مگر یہ کہتے کہتے بیوگن ہیگن کو احساس ہوا کہ جو حوالہ وہ دینا چاہتا تھا، وہ تو اس کے ذہن میں ہے ہی نہیں، محو ہو چکا ہے۔ اسے احساس تھا کہ وہ بہت تھکا ہوا ہے...... خستہ حال ہو رہا ہے۔ کئی دن سے وہ سویا بھی نہیں ہے۔ اس پر مزید ستم اس کا خوف۔ اور اب اس کی یادداشت ہی اس کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔

مائیکل نے جوآن کی طرف دیکھا۔ مگر ایک نظر میں اسے اندازہ ہو گیا کہ جوآن سے اسے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ وہ تو سح زدہ نظر آ رہی تھی اور کسی تنویم زدہ معمول کی طرح بیوگن ہیگن کو تک رہی تھی، اس نے سر جھٹکا اور بیوگن ہیگن کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اہم بات یہ ہے کہ کارل کہ حقائق کیا ہیں؟''

بیوگن ہیگن نے سر اٹھایا۔ ''ایک ہفتہ پہلے اس بچے کے باپ نے آل سینٹس چرچ، لندن میں اسے ختم کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس بچے کے دل میں خنجر اتار دینا چاہتا تھا''۔

جوآن ک جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔

مائیکل مورگن نے اخباری تراشوں کا جائزہ لیا۔

''ایک بات ایسی ہے جو اخبارات نے نظر انداز کر دیا ہے''۔ بیوگن ہیگن نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''وہ خنجر اس کے باپ کو میں نے ہی دیے تھے۔ آل سینٹس چرچ میں میرا دوست فادر جیمز اس پورے واقعے کا عینی شاہد ہے۔ اس نے مجھے خاص طور پر فون کر کے واقعے کی تفصیل بتائی۔ وہ اس خنجروں کو پہچانتا تھا۔ اس نے امریکی سفارت خانے کو قائل کیا کہ وہ یہ خنجر پولیس سے واپس لے کر مجھے بھجوا دیں''۔

دیر تک خاموشی رہی۔ مائیکل مورگن اخباری تراشوں کو بھول کر اسے گھورے جا رہا تھا۔ جوآن بھی اسے تک رہی تھی۔ بیوگن ہیگن کو کم از کم یہ اطمینان ضرور ہو گیا کہ اب وہ دونوں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہیں۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ اب اس کے لہجے میں زور تھا اور بولنے کی رفتار بڑھ گئی تھی، جیسے وہ جلد از جلد یہ بوجھ اتار پھینکنے کا خواہاں ہو۔ اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ دونوں شاک میں ہیں اور اس کی گفتگو میں مداخلت نہیں کریں گے۔

''امریکی سفیر کا نام رابرٹ تھورن تھا''۔ اس نے کہا۔ ''روم کے ایک ہاسپٹل میں اس کی بیوی زچگی کے سلسلے میں داخل تھی۔ اس کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اس نے ایک شخص کے اصرار پر جو خود کو پادری ظاہر کر رہا تھا، لیکن در حقیقت شیطان کا پجاری تھا، ایک نومولود بچے کو گود لیا۔ اس کی بیوی کو علم نہیں تھا کہ اس کا اپنا بچہ مر چکا ہے۔ اس بے چاری نے اس بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر پالا۔ دونوں اس بچے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ یہ مادہ گیدڑ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے''۔ بیوگن ہیگن بیوگن نے ایک گہری سانس لی اور پھر سلسلہ کلام جوڑا۔ ''جلد ہی اس بچے نے ان لوگوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا، جو اس کی حقیقت سے باخبر ہو گئے۔ رابرٹ تھورن مدد کے لئے میرے پاس آیا۔ میں نے اس کی کہانی سنی اور سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں بہت عرصے سے علامتیں دیکھ رہا تھا اور میں نے جان لیا تھا کہ آخر میں مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے رابرٹ تھورن کو وہ سات قدیم خنجر دیئے۔ شیطان کا خاتمہ صرف انہی سے ممکن ہے۔ وہ خنجر ہی شیطان کے دل میں اتارے جا سکتے ہیں۔ اس وقت تک رابرٹ تھورن کی بیوی سمیت تین آدمی شیطان کے ہاتھوں مر چکے تھے۔

''رابرٹ تھورن نے وہی کچھ کرنے کی کوشش کی، جو اسے کرنا چاہئے تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ خنجر ابن ابلیس کے دل میں اتارتا، ایک پولیس والے نے اسے شوٹ کر دیا۔ وہ منظر دیکھ کر پولیس والے نے یہی سوچا کہ رابرٹ کو اس کی بیوی کی موت کے صدمے نے پاگل کر دیا ہے اور اس پاگل پن کے زیر اثر وہ اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں خود قتل کر رہا ہے......'' اتنا کہہ کر بیوگن ہیگن رکا اور اس نے اخبار میں چھپی بچے کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ ''بدقسمتی سے وہ بچہ اب بھی زندہ ہے''۔

دیر تک...... بہت دیر تک خاموش رہی۔ پھر مائیکل مورگن نے پوچھا۔ ''اب وہ بچہ کہاں ہے؟''

''امریکا میں...... اپنے چچا کے پاس''۔ بیوگن ہیگن نے جواب دیا۔ ''کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ اس کی طاقت بے پناہ ہوگی۔ وہ خوب پھلے پھولے گا۔ وہ زبردستوں کو زیر کرے گا اور تقدس کو پامال کرے گا۔ وہ اینٹی کرائسٹ ہے''۔

''تو مائیکل، ہمیں امریکا چلنا چاہئے''۔ جوآن نے خود کو سنبھالتے ہوئے، مضحکہ آڑانے والے انداز میں کہا۔

''شٹ اپ''۔ مائیکل نے اسے ڈانٹ دیا۔ اب اس کے نزدیک وہ اخبار کی کوئی سنسنی خیز خبر نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر بیوگن ہیگن کی بات مستند ہے تو یہ معاملہ بے حد سنگین ہے۔

بیوگن ہیگن نے جھک کر اپنے قدموں میں رکھا بیگ اٹھایا۔ وہ بہت شاندار تھا اور اس میں کافی جیبیں تھیں۔ اس نے بیگ میز پر رکھ دیا۔ ''تمہیں یہ بیگ اس بچے کے نئے سرپرستوں تک پہنچانا ہے''۔ اس نے کہا۔ ''اس میں خنجر بھی ہیں اور ایک خط بھی، جس میں ہر بات وضاحت سے تحریر کر دی گئی ہے''۔

مائیکل مورگن سوچ میں پڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بیوگن ہیگن کس طرح کا کام اسے سونپ رہا ہے۔ بیوگن ہیگن جیسے حق شناس اور قادر الکلام آدمی سے یہ کہانی سننا اور بات ہے۔ لیکن کسی معقول آدمی کو یہ سب کچھ بتانا کچھ آسان نہیں۔

''مجھے افسوس ہے کارل''۔ بالآخر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم مجھ سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہو کہ......''۔

''انہیں خبردار کرنا ضروری ہے''۔ بیوگن ہیگن نے بلند آواز میں کہا۔ قریب کی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے چونک کر بدمزگی سے اسے دیکھا۔ بیوگن ہیگن کی آواز اب سرگوشی جیسی تھی۔ ''میں بوڑھا بھی ہوں اور بیمار بھی۔ میں خود نہیں جا سکتا اور کیوں کہ میں وہ واحد آدمی ہوں، جو یہ سچائی جانتا ہے، لہٰذا......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔ جو وہ کہنے والا تھا، وہ اس قدر خوف زدہ کر دینے والا تھا کہ اس کی کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''لہٰذا کیا......؟'' مائیکل نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''مجھے کہاں رہنا چاہئے، جہاں میں محفوظ رہ سکوں''۔

مائیکل نے اداسی سے سر ہلایا۔ ''بات یہ ہے میرے دوست......''

بیوگن ہیگن نے پہلے ہی سمجھ لیا کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔

''...... کہ میری ایک ساکھ ہے۔ میں......''۔

بیوگن ہیگن نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''اسی لئے تو میں یہ کام تمہیں سونپ رہا ہوں۔ تمہاری بات سنی جائے گی۔ اس کا اثر بھی ہوگا''۔

مائیکل مورگن کو اپنے اعصاب چٹختے محسوس ہوئے۔ بیوگن ہیگن کے انداز میں جو شدت اور دیوانگی نظر آ رہی تھی، وہ خوف زدہ کر دینے والی تھی۔ لیکن جو کام وہ اس سے لینا چاہتا تھا، وہ ممکن ہی نہیں تھا۔ ''کم آن کارل''۔ اس نے فریاد کرنے والے انداز میں کہا۔ ''وہ تو مجھے پاگل قرار دے کر مینٹل ہاسپٹل بھجوا دیں گے۔ وہ مجھے لٹکا دیں گے''۔

بیوگن ہیگن اٹھ کھڑا ہوا۔ سورج اب تیزی سے مغرب میں جھک رہا تھا۔ ''چلو...... میں تمہیں لیگائیل کی دیوار دکھا دوں''۔ اس نے کہا۔

وہ کوئی التجا نہیں تھی، حکم تھا۔ حکم وہ پہلے بھی دیتا رہا تھا۔ اس کے لہجے میں تحکم مائیکل نے پہلے بھی سنا تھا۔ لیکن ایسا تحکم نہیں۔ اس بار تو لہجے میں قطعیت تھی۔ انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ''ابھی...... اسی وقت''؟ مائیکل نے پوچھا۔

''اسی وقت''۔ بیوگن ہیگن نے کہا۔ وہ پلٹ کر نکلا اور باہر کھڑی اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

جوآن کو نظر انداز کیے جانے کا احساس ہوا۔ ''میں بھی چل سکتی ہوں؟'' اس نے پوچھا۔ اس کے ہونٹوں پر بہت من موہنی مسکراہٹ تھی۔

مائیکل مورگن نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تم ہوٹل واپس جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔ مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی''۔

''چلو ٹھیک ہے''۔ جوآن نے دل گرفتگی سے کہا۔ ''لیکن یہ بتا دوں کہ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گی''۔

''دیکھیں گے''۔ مائیکل نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔

جوآن اسے دیکھتی رہی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اسے آخری بار دیکھ رہی ہے...... اور اب کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔ یہ الگ بات کہ بعد میں بھی اس حقیقت کو قبول کرنے میں اسے بہت وقت لگا اور اس کی وجہ سمجھنے میں اس سے بھی زیادہ......

..................X..................

وادئ سیبولان میں بیلوئر کا پرانا قلعہ اپنی بوسیدہ دیواروں سمیت کھڑا سر بلند دکھائی دے رہا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ بارہویں صدی عیسوی سے وہاں موجود تھا...... صلیبی جنگوں کے زمانے سے، جب یورپ سے عیسائی طاقت کے زور پر سرزمین مقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لئے آئے تھے۔ یہ قلعہ انہوں نے ہی تعمیر کیا تھا اور بیوگن ہیگن کو وہ ثبوت اس قلعے کے کھنڈرات میں ہی ملا تھا۔ یہ ثبوت کہ اینٹی کرائسٹ اب اس دنیا میں آچکا ہے...... ثبوت کہ اس وقت اینٹی کرائسٹ اس دنیا میں موجود ہے۔

..................x..................

ٹوٹی ہوئی محرابوں اور بوسیدہ دیواروں کے درمیان لمبے بالوں والی بھیڑیں ادھر ادھر چرتی پھر رہی تھیں۔ جیپ کے انجن کی دور سے آتی آواز سنی تو انہوں نے چونکنے انداز میں سر اٹھائے اور ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ وہ خاموشی اور سکوت کی عادی تھیں۔

صبح ہو رہی تھی۔ سورج کی کرنیں وادی کو منور کرنے لگی تھیں۔ لیکن شفق کی سرخی اب بھی غالب تھی۔ قریبی پہاڑی کی چوٹی پر جیپ نمودار ہوئی اور ڈھلوان کا سفر طے کر کے اس طرف آنے لگی۔ بھیڑیں گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ ان کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں سے فضا گونج اٹھی۔

جیپ قلعے کی دیوار کے پاس رکی۔ بیوگن ہیگن اور مورگن جیپ سے اترے۔ فضا میں اوائل صبح کی خنکی تھی۔ لیکن مورگن اس طرف سے بے نیاز تھا۔ بیوگن ہیگن جیپ کے عقبی حصے میں آلات کے ڈھیر میں کان کنوں والے ہیلمٹ تلاش کر رہا تھا۔ انہیں جہاں جانا تھا، وہاں انہیں ان کی ضرورت محسوس ہوتی۔ وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ ایک لیمپ سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس کے علاوہ سروں کے تحفظ کا کوئی بندوبست کئے بغیر وہاں جانا بھی خطرناک تھا۔ اس لئے وہ ہیلمٹ ضروری تھے کہ ان پر ٹارچ بھی نصب ہوتی ہے۔

اونچی نیچی دیوار کے سب سے بلند مقام پر بیٹھے ہوئے اس جسیم کوے پر ان میں سے کسی نے بھی دھیان نہیں دیا، جس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی، وہ ایک ٹک انہیں دیکھے جا رہا تھا۔

بیوگن ہیگن اور مورگن قلعے کے تاریک بینکوئٹ ہال میں داخل ہوئے، وہاں ساڑھے چھ سوفٹ اونچے اونچے بھاری ستون تھے، جو قلعے کی چھت تک قائم تھے۔ ان کے قدموں کی چاپ سے سوئی ہوئی چمگادڑیں جاگ گئیں اور ادھر ادھر اڑنے لگیں۔ بیوگن ہیگن نے چرمی پاؤچ کو یوں اپنے سینے سے لگالیا، جیسے اس کے چھن جانے کا ڈر ہو۔ دونوں نے اپنے ہیڈ لیمپس آن کر لئے تھے، وہ صدیوں پرانے زینے سے نیچے اترنے لگے، جہاں حال ہی میں آثار قدیمہ کی ٹیم نے کھدائی کی تھی۔

جہاں کھدائی نامکمل تھی، وہاں لکڑی کے تختے بچھا کر کھدائی کو ڈھانپ دیا گیا تھا۔ وہ تختے ہی کیچڑ اور گڑھوں کے درمیان چلنے میں معاون ثابت ہو رہے تھے۔ دیواروں کے ساتھ کھدائی میں استعمال ہونے والے جدید آلات اور کھدائی کے دوران دریافت ہونے والی قدیم چیزیں ترتیب سے رکھی تھیں۔ ان کو پلاسٹک کی بڑی شیٹوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔

پھر مورگن کی نظر اس چیز پر پڑی، جس نے اسے دہلا کر رکھ دیا۔ وہ ایک مجسمہ تھا...... بہ یک وقت خباثتی کا مظہر اور گمراہ کن حد تک خوب صورت۔ وہ ایک عورت تھی، جو سرخ رنگ کے ایک درندے پر سوار تھی، اس درندے کے ساتھ مہیب سر تھے اور دس بڑے بڑے سینگ، درندے پر ایک ایسی زبان میں کوئی عبارت تحریر تھی، جو ہزاروں سال سے بولی ہی نہیں گئی تھی۔

مورگن ضعیف الاعتقادی سے بہت دور بھاگتا تھا۔ وہ غیر عقلی باتوں کو آسانی سے تسلیم بھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن وہ بے وقوف نہیں تھا۔ اسے ایک نظر میں اندازہ ہو گیا کہ وہ کیا چیز ہے۔ ''بابل کا فاحشہ!'' اس نے بلند آواز میں کہا۔

اس کے کہے ہوئے خوف ناک الفاظ دیواروں سے ٹکرا کر دیر تک اس گھٹی فضا میں ناچتے رہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اس وقت بیوگن ہیگن دیوار کے ایک روزن سے نکل کر غائب ہوتا دکھائی دیا۔ اس نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ مورگن نے بے ساختہ جھرجھری لی اور اس کے پیچھے لپکا۔ وہ یہاں اس پراسرار اور خوف ناک ماحول میں بابل کو فاحشہ کے مجسمے کے ساتھ ایک پل بھی تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا۔

وہ بیوگن ہیگن کے پیچھے ایک اور چیمبر میں داخل ہو گیا۔

اور وہ وہاں موجود تھی...... ریگا ئیل کی دیوار! بیوگن ہیگن کے ہیلمٹ میں نصب ہیڈ لیمپ کی روشنی اس آرٹسٹ کے کام کو اجاگر کر رہی تھی، جو جینیئس تھا اور دیوانگی کی حدیں پھلانگ گیا تھا۔ کیوں کہ ہر رات شیطان کا خوف ناک، پل پل بدلتا چہرہ اسے اپنی جھلک دکھاتا رہتا تھا۔

سب سے بڑی تصویر میں شیطان پختہ کار نظر آ رہا تھا۔ اس کے نقش و نگار کو ابھارتے ہوئے بدنظمی اور انتشار کو پوری فنی مہارت کے ساتھ اس نقش دیوار میں سمو دیا گیا تھا۔ اسے ایک عمودی چٹان کو تھامے زور لگاتے دکھایا گیا تھا۔ اس کے طاقت ور بازو اور ٹانگیں اس مشقت کی وجہ سے تنے ہوئے تھے۔ اس کے بڑے بڑے چمگادڑ جیسے پر اس کو تحفظ دینے والے انداز میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کا پورا چہرہ سامنے نہیں تھا۔ اس کے نقوش کو دانستہ واضح کر کے نہیں تراشا گیا تھا۔

پھر دوسرا پورٹریٹ تھا۔ اس میں چہرہ پورا تھا۔ سر سے بالوں کے بجائے فورک جیسی زبانوں والے سانپ باہر نکل کر لہراتے نظر آ رہے تھے لیکن اس میں بھی چہرے کے خدوخال بے حد غیر واضح اور مبہم تھے۔

پھر ایک اور پورٹریٹ تھا...... نسبتاً چھوٹا۔ اس میں شیطان بچہ تھا۔ اس تصویر میں چہرہ اور اس کے نقوش بے حد واضح تھے اور وہ چہرہ کسی نومیدہ کلی جیسا شگفتہ اور خوب صورت تھا۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ یہ وہ چہرہ تھا، جسے وہ اخبار کے صفحے پر دیکھ چکا تھا۔ وہ ڈیمین تھورن کا چہرہ تھا!

''میرا خیال ہے، یہ دیکھ کر شاید تم قائل ہو جاؤ گے''۔ بیوگن ہیگن نے کہا۔

لیکن مورگن اس سے پہلے ہی قائل ہو چکا تھا۔

وہ دیوار کی طرف یوں بڑھا، جیسے وہ اسے کھینچ رہی ہو۔ اس پورٹریٹ میں کوئی مقناطیسی کشش تھی، جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

اسی لمحے ایک زبردست کڑاکے کی آواز سرنگ میں گونجی۔ اس کے فوراً بعد زبردست گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ مورگن لڑکھڑایا اور بیوگن ہیگن سے جا ٹکرایا۔ اب وہ دونوں ساکت و صامت کھڑے تھے۔ لمحے دبے پاؤں گزر رہے تھے۔

پھر ان کی نگاہوں کے سامنے کچھ دور سرنگ کی چھت اچانک بیٹھ گئی۔ پتھروں کی برسات ہو رہی تھی اور مٹی اور گرد کا طوفان آیا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مٹی اور گرد کے بادلوں میں گھر گئے۔ مورگن کو پھندا لگا اور وہ کھانسنے لگا۔ بیوگن ہیگن البتہ پرسکون تھا۔

مورگن کی کھانسی رکی تو وہ بیوگن ہیگن کی طرف مڑا۔ ''باہر نکلنے کا کوئی اور راستا ہے؟'' اس نے اس سے پوچھا۔

اس وقت کان پھاڑ دینے والا دوسرا دھماکا ہوا۔ اس کے عقب میں بھی سرنگ کی چھت بیٹھ گئی تھی۔

اب بیوگن ہیگن کے چہرے پر بھی دہشت کا تاثر تھا۔ مورگن کے سوال کے جواب میں اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں، کوئی راستہ نہیں''۔ اس نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

اب سرنگ میں زیادہ سے زیادہ پانچ فٹ کی وہ جگہ ہی محفوظ تھی، جہاں اس وقت وہ دونوں کھڑے تھے۔ باقی دونوں طرف ملبہ تھا اور بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ وہ سرنگ اب ان کا مقبرہ بننے والی تھی۔

اب وہاں موت کی سی خاموشی تھی۔ مورگن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیوگن ہیگن کو دیکھا۔ بوڑھے بیوگن ہیگن کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ ہل رہے تھے۔ شاید وہ آخری دعا کر رہا تھا۔ وہ خود کو موت کے لئے تیار کر رہا تھا۔

پھر انہوں نے ایک نئی آواز سنی۔ وہ دھیمی اور ڈراؤنی تھی، جس میں تسلسل تھا۔ پہلے تو مورگن اسے نہیں پہچان سکا۔ پھر اس نے چھت میں نمودار ہونے والے اس چھوٹے سے سوراخ کو دیکھا، جس سے مسلسل ریت نیچے گر رہی تھی...... سیٹی جیسی آواز کے ساتھ۔

چند لمحے بعد چھت میں دوسرا سوراخ نمودار ہوا۔ پھر وہ چار ہو گئے...... پھر بارہ۔ اب ان پر ریت برس رہی تھی۔ ریت ان کی آنکھوں میں گر رہی تھی، ان کے دہن میں جا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے جوتے ریت میں چھپ گئے۔

بالآخر مورگن کو احساس ہو گیا کہ وہ مرنے والا ہے۔ اس نے نیچے دیکھا۔ بابل کی فاحشہ کا مجسمہ ان کے قدموں میں تھا اور آدھے سے زیادہ ریت میں دفن ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لاحاصل ہے۔ لیکن پھر بھی وہ جھک کر ہاتھوں سے ریت کو ہٹانے لگا۔

کچھ ہی دیر میں اس کی انگلیاں لہولہان ہو گئیں اور وہ بے بسی سے رونے لگا۔

''اینٹی کرائسٹ ہمارے درمیان موجود ہے''۔ برستی سرسراتی ریت کے درمیان بیوگن ہیگن نے چیخ کر کہا۔ ''ہمیں خود کو خدا کے سپرد کرنا ہے مورگن۔ صرف خدا کو یاد کرو''۔

اس کے جواب میں جیسے باہر قلعے کی دیواریں اور دیو قامت ستون لرزنے لگے۔ گڑگڑاہٹ کی زبردست آواز ابھری جو آخر کار مہیب اور خوف ناک چنگھاڑ میں تبدیل ہو گئی۔ روتا ہوا مورگن اب بھی زخمی ہاتھوں سے مٹی ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن ریت اس کی کمر تک پہنچ گئی تھی اور اس کی سطح بہت تیزی سے بلند ہو رہی تھی۔

بیوگن ہیگن کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ وہ دعا کر رہا تھا۔ ''خداوند، ہم پر رحم فرما۔ کرائسٹ جیزز، ہمیں برکتوں سے نواز اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرما......''۔

ریت اب ان کی ٹھوڑیوں تک آ پہنچی تھی۔ مورگن بے حد دردناک آواز میں بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ بیوگن ہیگن بدستور مصروف دعا تھا۔ ''خداوند...... بدی کی قوتوں نے ہمیں زیر کر لیا ہے۔ فتح یاب ہو رہی ہیں۔ لیکن آخری فتح سچائی ہی کی ہو گی۔ یہ آپ ہی کا فرمان ہے خداوند......''۔

ریت اب منہ تک آ گئی تھی۔ پھر ناک...... آن کی آنکھیں...... پھر ان کی پیشانیاں ریت نے ڈھانپ لیں۔ اس کے ہیلمٹس کے ہیڈ لیمپ بجھ گئے۔ ہر طرف خوف ناک اندھیرا چھا گیا...... اور وہاں موت کے سوا کچھ نہیں رہا۔

ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پورا قلعہ زمیں بوس ہو گیا۔ کہیں ریت اور پتھروں کے سوا کچھ نہیں رہا۔

لیکن دو چیزیں باقی رہ گئیں تھیں۔ دیوانے مصور ریگا ئیل کی وہ دیوار...... واحد ٹھوس ثبوت...... معجزانہ طور پر صحیح و سلامت رہی۔ اور اس دیوار کے قریب منوں مٹی کے نیچے بیوگن ہیگن کی چرمی پاؤچ، جس میں خنجر موجود تھے، وہ بھی صحیح و سلامت تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ شیطانی قوتوں سے بڑی کوئی قوت روبہ عمل تھی، جس نے وہ ثبوت بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور ثبوت کا اس طرح بچ جانا اس سب سے بڑی نیکی کی قوت کی موجودگی کا ثبوت تھا۔

گرد و غبار کیا س طوفان میں وہ بہت بڑا کوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ اوپر پہنچ کر اس نے ملبے کے گرد کئی چکر لگائے اور فاتحانہ آواز میں کئی بار چلایا۔ پھر وہ اڑتا ہوا دور چلا گیا...... ایک چھوٹا سا سیاہ نقطہ لگنے لگا۔

..................X..................

الاؤ کی لرزتی روشنی میں لڑکے کا چہرہ چمک رہا تھا۔ وہ بہت خوف صورت چہرہ تھا۔ بس ایک بات تھی۔ اس کے چہرے پر اتنی گہری سنجیدگی تھی جو ایک ایسے لڑکے پر کبھی بھی اچھی نہیں لگ سکتی، جو ابھی 13 سال کا بھی نہیں ہوا ہو۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس کی آنکھوں میں عجیب سی اداسی تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے الاؤ میں تھرکتے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی عجیب سا بنیادی، ازلی دکھ اس کے دل کو گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ اپنے وجود کی نامعلوم گہرائیوں میں ایک صدیوں، قرنوں سے بھولی بسری دانش کا احساس اسے ستا رہا تھا۔

''ڈیمین؟''

وہ ویسے ہی ساکت وصامت بیٹھا رہا۔ اس نے وہ آواز نہیں سنی۔ وہ تو زمان و مکاں کی کسی اور مسافت کے کسی لمحے میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد مالی درختوں کے مردہ، سوکھے پتوں کو سمیٹ کر یکجا کر رہے تھے۔ لیکن وہ اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ اسے ان کی موجودگی کا احساس بھی نہیں تھا۔

درحقیقت وہ شکاگو کے شمالی ساحل پر ایک بہت بڑے لان کے بیچ میں کھڑا تھا۔ ایک طرف حدِ نظر تک وہ لان تھا اور دوسری طرف دیکھا جائے تو قدیم طرز کی ایک بہت بڑی حویلی تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ شفق کی سرخی الاؤ کے شعلوں کا تاثر دے رہی تھی۔

یہ بہت بڑی جاگیر اس کے چچا کی ملکیت تھی۔ چچا اور چچی ہی اب اس کے لئے والدین کی جگہ تھے۔

تو وہ اس وقت چچا کی جاگیر کے وسیع و عریض لان میں کھڑا تھا۔ لیکن اپنے ذہن میں، اپنے تصور میں وہ کہیں اور تھا۔ وہ مسلسل بھڑکتی، کبھی نہ بجھنے والی آگ کے شعلوں کو گھور رہا تھا۔ وہ ایسی آگ تھی جو جلاتی تو تھی۔ لیکن مرنے نہیں دیتی تھی۔ اس کی نگاہ ان شعلوں پر تھی اور اس کے کانوں میں چیخوں اور فریادوں کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ ان بدبختوں کی چیخیں تھیں، جو اس آگ میں جل جھلس رہے تھے۔ وہ بدترین اذیت جھیل رہے تھے اور اس اذیت کو بڑھانے والی یہ حقیقت تھی کہ وہ جانتے تھے کہ انہیں اس اذیت سے نجات کبھی نہیں مل سکے گی۔ وہ ان کی ابدی سزا تھی۔

اور وہ جگہ جہنم تھی!

''ڈیمین!''

اس بار اس کا تصور ٹوٹ گیا۔ ڈیمین نے سر جھٹکا اور آواز کی سمت دیکھا۔ اس کی نگاہ غروب ہوتے ہوئے سورج پر پڑی۔ وہ پلکیں جھپکنے لگا۔ سمر ہاؤس کی سرخ کھپریل والی چھت سے منعکس ہوتی ڈوبتے سورج کی کرنوں میں بھی کافی تیزی تھی۔ سر اٹھاتے ہوئے اس کی نظر اپنے کزن پر پڑی جو تیسری منزل کی بالکنی میں کھڑا اسے دیکھ کر زور و شور سے ہاتھ ہلا رہا تھا۔

ڈیمین مارک کو پسند کرتا تھا۔ مارک بہت مہربان تھا۔ اس کا دل بہت کشادہ تھا۔ سات سال پہلے اس نے کھلے دل اور کھلے باہوں کے ساتھ ڈیمین کو اپنی فیمی میں خوش آمدید کہا تھا اور اب ان دونوں میں اتنی اتنی گہری قربت تھی کہ بہت لوگ تو انہیں جڑواں بھائی سمجھتے تھے۔ اس وقت وہ دونوں ملٹری اکیڈمی کی وردی میں تھے۔ تھینکس گونگ کی چھٹیاں منانے کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ تھورن فیملی کا معمول تھا کہ ان تعطیلات کے بعد وہ اپنا سمر ہاؤس چھوڑ کر شہر چلے جاتے تھے۔ سمر ہاؤس جون میں دوبارہ آباد ہوتا تھا۔

ڈیمین نے بھی جواب میں ہاتھ ہلایا۔ ''میں ابھی آیا مارک''۔ اس نے چیخ کر کہا۔

پھر اس نے پلٹ کر ہیڈ مالی سے ہاتھ ملایا۔ ''او کے جم، اب اگلے موسم گرما میں ملاقات ہوگی''۔

بوڑھا جم جواب میں سر بھی نہیں ہلا پایا تھا کہ ڈیمین ایک پیدائشی ایتھلیٹ کی سی پھرتی اور باوقار تحرک سے لان عبور کرتا ہوں حویلی کے داخلی دروازے تک جا پہنچا۔

بالکنی میں کھڑے مارک نے، جسے اب ملٹری اکیڈمی شدت سے یاد آ رہی تھی، اپنا محبوب بگل نکالا اور ''ٹیپس'' کی دھن چھیڑ دی۔

ڈیمین اب 13 سال کا ہونے والا تھا دنیا کی بیشتر تہذیبوں کے خیال میں صدیوں سے یہ تصور چلا آ رہا ہے کہ لڑکا اس عمر میں داخل ہو جائے تو اسے تمام مردانہ قوتیں ودیعت ہو جاتی ہیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

چناں چہ رچرڈ تھورن نے اس موضوع پر گفتگو کو بہت سختی سے ممنوعہ قرار دے رکھا تھا۔ اس کی دوسری بیوی این بچوں کی نفسیات کی ماہر تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس واقعے کی خوف ناک یاد ڈیمین کے تحت الشعور میں دبی ہوئی ہے اور کسی نہ کسی وقت شعور کی سطح پر ابھر آئے گی۔ اور جب ایسا ہوگا تو ڈیمین کے رویئے میں کوئی نہ کوئی ایب نارملٹی رونما ہوگی۔ وہ کس نوعیت کی ہوگی، اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

وہ رچرڈ سے یہ سب کچھ کہتی۔ لیکن رچرڈ ایسا کچھ سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس نے ڈیمین کی ہر خواہش پوری کی ہے، اسے خوشیاں دیں ہیں، وہ اب بے سکوتی میں کبھی مبتلا نہیں ہوگا۔

مارک کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے بس اتنا بتایا گیا تھا کہ ڈیمین کے والدین ایک خوف ناک حادثے میں ایک ساتھ ہلاک ہوگئے تھے، اسے یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ یہ تذکرہ ڈیمین کیلئے بے حد اذیت ناک ہے۔ لہٰذا وہ کبھی اس موضوع پر ڈیمین سے بات نہ کرے۔

فیملی میں ایک فرد ایسا تھا، جسے یقین تھا کہ ڈیمین کو اس روز کی ہر بات ایسے جزئیات حد سمیت یاد ہے، جیسے کل کی بات ہو۔ وہ ماریان تھورن تھی، جسے سب آنٹی ماریان کہتے تھے۔ وہ ریجنالڈ کی بہن اور رابرٹ اور رچرڈ کی پھوپھی تھی۔ وہ عجیب وغریب اور منفرد عورت تھی، جسے اس کی ضدی طبیعت اور اکھڑ پن کی وجہ سے سبھی ناپسند کرتے تھے۔ اس میں ایک برائی یہ بھی تھی کہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ ماریان نے شادی نہیں کی تھی۔ بے شمار لوگوں نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی، لیکن اس نے یہ کہہ کر سب کو مسترد کر دیا کہ وہ سب اس کی دولت کے لالچ میں اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب اس کی توجہ کا مرکز اس کے بھتیجے تھے۔ رابرٹ کو وہ بہت زیادہ چاہتی تھی۔ شاید اس لئے کہ اس نے خاندانی کاروبار اور دولت کو نظر انداز کر کے اپنے طور پر کچھ الگ سا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی الم ناک اور اچانک موت کا اسے بہت صدمہ ہوا تھا اور اس کی وجہ سے وہ ڈیمین سے نفرت کرتی تھی۔ اس نے ڈیمین کو اس واقعے کا ذمہ دار سمجھا اور اسے کبھی اس پر عاف نہیں کیا۔ اپنے اندر وہ جانتی تھی کہ کسی نہ کسی طور پر ڈیمین ہی اس المیے کا ذمہ دار ہے۔ کیوں اور کیسے؟ اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

لوگ ماریان کو برداشت کرتے تھے تو صرف اس لئے کہ تھورن انڈسٹریز کے حصص بہت بھاری تعداد میں اس کے پاس موجود تھے، جو کسی کم زور لمحے میں ریجنالڈ نے اسے دے دیئے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ کسی رشتے دار پر بوجھ بننے سے محفوظ رہی۔ بلکہ بہت عیش کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس کے پاس جو اسٹاک تھا، وہ اس کی زندگی میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کیوں کہ اسے نہ کاروبار میں دل چسپی تھی نہ اس میں کہ کمپنی کو کس انداز میں چلایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کی موت کی صورت میں یہ خطرہ ضرور تھا کہ وہ کوئی غیر ذمہ دارانہ اقدام نہ اٹھائے۔ اس کی عمر بہت زیادہ تھی اور وہ بڑی آسانی سے کمپنی میں طاقت کا توازن تباہ کرسکتی تھی۔

آنٹی ماریان جانتی تھی کہ اسے ناپسند کیا جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ اسے اس بات کی کوئی پرواہ ہو۔ مقبول تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ کوئی اسے اپنے ہاں ڈنر پر مدعو کرے۔ اس کے اپنے رشتے دار تک اسے نظر انداز کرتے تھے۔ چناں چہ وہ خود بھی ملنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ لیکن اس سال معاملہ مختلف تھا۔ آنٹی ماریان کو ایک بہت خاص اور اہم بات کہنی تھی۔ چناں چہ اس نے اپنے وقار اور اپنی عزت نفس کو بالائے طاق رکھ دیا۔ وہ تھینکس گونگ کے ویک اینڈ پر رچرڈ تھورن کے گھر بن بلایا مہمان بن گی۔

..................x..................

اتوار کی اس رات آنٹی ماریان نے ہال میں دونوں لڑکوں کو گڈ نائٹ کہہ کر رخصت ہوتے دیکھا۔ دروازہ چوپٹ کھلا تھا تاکہ شوفر مرے لڑکوں کا سامان اٹھا کر لیموزین تک لے جاسکے۔ یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔ لڑکے دو بیگ لے کر آتے اور واپس جاتے تو ان کے پاس چھ بیگ ہوتے۔

کھلے دروازے سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ رچرڈ تھورن نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ وہ 55 سال کا خواب رو آدمی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیوی کو دونوں لڑکوں سے الوداعی گفتگو کیلئے مناسب وقت مل جائے۔ این نے ایک ایسی فیملی میں شادی کی تھی، جہاں دولت بھی تھی اور روایات کی زنجیریں بھی اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ دولت سمیت ہر چیز کی زیادتی اپنے ساتھ پے چیدگیاں بھی لاتی ہے۔ وہاں دولڑکے بھی تھے، جو اس کے اپنے نہیں تھے۔

رچرڈ کی پہلی بیوی، مارک کی ماں بہت پیار عورت تھی۔ این اور رچرڈ کے برعکس میری اور رچرڈ کے درمیان عمر کا فرق بہت کم تھا۔ ڈیمین کی اس گھر میں آمد سے ایک سال پہلے میری کار کے ایک حادثے میں چل بسی تھی۔ اس کی موت کے بعد کئی ماہ تک رچرڈ کو تنہا مارک کی نگہداشت کرنی پڑی۔ مارک اس وقت چھ سال کا تھا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ڈیمین بھی اس کے پاس آگیا۔

رچرڈ کے دوستوں اور رشتے داروں کو اس کی این سے شادی کی خبر ملی تو انہوں نے سکون کی سانس لی۔ انہیں اطمینان ہوگیا کہ اب دولڑکوں کی پرورش اور تربیت کا بوجھ بانٹنے والا کوئی اور اس کے ساتھ ہے۔

این بہت عقل مند، ذہین اور پرکشش عورت تھی۔ وہ توانائی سے بھرپور بھی تھی اور اسے زندگی سے لطف کشید کرنا بھی آتا تھا اور وہ دوالمیوں سے متاثرہ اس فیملی کے لئے ہم دردی اور محبت کا جذبہ بھی رکھتی تھی۔ ڈیمین تو فوراً ہی اس سے مانوس ہوگیا تھا۔ البتہ مارک کو سمجھوتہ کرنے میں کافی وقت لگا تھا۔ فطری بات تھی کہ وہ اس کا موازنہ اپنی ماں سے کرتا، جسے وہ پرستش کی حد تک چاہتا تھا۔

اب، سات سال بعد این بہ یک وقت دونوں لڑکوں کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔ ''وعدہ کرو کہ اچھی طرح رہو گے اور مجھے لکھتے رہا کرو گے''۔ وہ دونوں کی پیشانی چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اور وہ کوشش کر رہی تھی کہ اس کے آنسو نہ نکلیں۔

انہیں دیکھتے ہوئے رچرڈ کو اس خوب صورت عورت پر بہت پیار آیا، جو اس کی زندگی کے کٹھن اور دشوار وقت میں تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح چلی آئی تھی۔

مارک این کی آغوش سے نکل کر باپ کی طرف لپکا اور اس سے لپٹ گیا۔ ''ہمارے برتھ ڈے تک کیلئے خدا حافظ ڈیڈ۔ ٹھیک ہے نا؟''

''بالکل ٹھیک''۔ رچرڈ نے اسے تھپکا۔ پھر ڈیمین کو پکارا۔ ''یہاں آؤ ڈیمین......اپنے اولڈ مین سے بھی لپٹ جاؤ آ کر''۔

ڈیمین بھی اس کی طرف لپکا۔ لیکن اس کے انداز میں وہ گرم جوشی نہیں تھی۔

اسی وقت انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے شوفر مرے کھنکارا۔

''ہم تمہارا اشارہ سمجھ رہے ہیں مرے''۔ این نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر وہ رچرڈ اور دونوں لڑکوں کی طرف بڑھ گئی۔

بالآخر دونوں لڑکے لیموزین کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ دروازے بند ہوئے اور کار روانہ ہوگئی۔

رچرڈ اور این اس وقت تک وہاں کھڑے رہے، جب تک کار نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی۔ پھر وہ اندر جانے کے لئے پلٹے۔ اس وقت این نے آنٹی ماریان کو دوسری منزل پر اپنے بیڈروم کی کھڑکی سے جھانکتے دیکھا۔ وہ شاید لڑکوں کو جاتے دیکھ رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی این نے اسے دیکھا، اس نے جلدی سے پیچھے ہٹتے ہوئے پردے برابر کر دیئے۔

..................x..................

ڈیمین نے پچھلی سیٹ پر پشت گاہ سے سر لٹکاتے ہوئے کہا۔ ''اوبوائے''۔

''واقعی......کیا ویک اینڈ گزارا ہے ہم نے۔ لگتا تھا، میں اب چیخا اور جب چیخا''۔

''تو آؤ اب چلائیں''۔

وہ دونوں کان پھاڑ دینے والے انداز میں چیخیں مارنے لگے۔ پھر ڈیمین نے شوفر سے کہا۔ ''مرے......ہمیں سگریٹ تو دو''۔

مرے نے عقب نما آئینے میں ان کے عکس کو گھورتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ''میرا جواب تمہیں معلوم ہے ڈیمین''۔

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''جب تک میں پوچھوں گا نہیں، مجھے معلوم بھی نہیں ہوگا''۔ اس نے بے پروائی سے کہا۔ پھر اس نے ناک چھنکنے کے

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس نے عجیب انداز میں ناک کو انگوٹھے اور انگلی سے دبایا اور خیالی غلاظت کو پلٹ کر حویلی کی طرف اچھال دیا۔ ’’آنٹی ماریان...... یہ تمہارے لئے ہے...... بطور خاص۔‘‘ اس نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

مارک نے اپنے بگل کو اس کی آواز سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ ’’اوکاؤ...... کیسی خوف ناک عورت ہے‘‘۔ اس نے تند لہجے میں کہا۔ ’’میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے سمر ہاؤس آنے کی اجازت ہی کیوں دی گئی‘‘۔

’’تاکہ وہ اپنی انگلی ہماری طرف لہرا لہرا کر ہمیں برا بھلا کہے اور ہم پر تنقید کرے۔ تاکہ ہمارا ویک اینڈ تباہ ہو جائے، ناخوش گوار گزرے اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آئی‘‘۔ ڈیمین نے عالمانہ انداز میں کہا۔

’’چلو جان چھوٹی۔ اب کم از کم اس کے ساتھ ڈنر تو نہیں کرنا پڑے گا‘‘۔ مارک بے حد خوش ہو کر بولا۔ ’’ارے وہ کم از کم سو سال کی تو ہوگی...... بڈھی پھونس کہیں کی۔ ارے...... یہ بو کیسی ہے؟‘‘

’’یہ لیونڈر ہے احمق‘‘۔ ڈیمین نے شوخی سے کہا۔ ’’بڈھی عورتیں اس میں نہاتی ہیں‘‘۔

’’لڑکو...... بہت ہوگئی۔ اس بے چاری کی بس اتنی ہی خطا ہے نا کہ......‘‘ مرے نے کہنا چاہا۔

’’کہ وہ ہمارے اعصاب پر سوار ہو جاتی ہے‘‘۔ مارک نے اس کا جملہ پورا کیا۔ پھر وہ ہنسنے لگا۔

ڈیمین اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ ’’مرے ٹھیک کہہ رہا ہے‘‘۔ اپنے انداز پر اسے خود بھی حیرت ہونے لگی۔

مارک نے چونک کر اسے دیکھا کہ کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہا ہے۔ لیکن وہ سنجیدہ تھا۔

’’بے چاری بڑھیا کا وقت پورا ہو گیا ہے‘‘۔ ڈیمین نے خود کو کہتے سنا۔ وہ بلا ارادہ بول رہا تھا، جیسے کوئی اس سے کہلوا رہا ہو۔ اس نے دانت پر دانت جما کر خود کو مزید بولنے سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی زبان نہیں رکی۔ ’’ایسے میں ہمیں اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے‘‘۔

ڈیمین کا انداز اتنا عجیب تھا کہ مارک خاموش ہو گیا۔ مرے بھی کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ’’تم لوگ اپنے نئے پلاٹون لیڈر سے بھی ملے ہو؟‘‘۔

دونوں لڑکوں نے نفی میں سر ہلائے۔

’’میرا تو خیال تھا، اب انہیں دوسرا نہیں ملے گا‘‘۔ مرے نے کہا۔

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیئے۔

’’تمہیں کسی نے بتایا کہ سارجنٹ گڈرچ پر کیا گزری؟‘‘ مرے نے پوچھا۔

’’نہیں‘‘۔ ڈیمین نے کھلنڈرے پن سے مارک کے پہلو میں کہنی مارتے ہوئے کہا۔

’’کہتے ہیں کہ اس نے خودکشی کر لی‘‘۔ مرے نے کہا اور عقب نما میں لڑکوں کا ردعمل چیک کیا۔ لیکن وہاں کوئی ردعمل نہیں تھا۔ خودکشی کی خبر نے انہیں اپ سیٹ نہیں کیا تھا۔

’’بات یہ ہے کہ پلاٹون لیڈر...... ایک جیسے ہی ہوتے ہیں‘‘۔ ڈیمین بولا۔ پھر وہ پلاٹون لیڈر کے انداز میں چیخ کر احکامات جاری کرنے لگا۔ ’’اٹین شن، آنکھیں سامنے، کان پیچھے، پیٹ اندر، کولہے باہر‘‘۔

اب دونوں لڑکے کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ دیر تک وہ ہنستے رہے۔ پھر مارک نے ستائش لہجے میں کہا۔ ’’تم پاگل ہو۔ تمہیں یہ بات معلوم ہے......؟‘‘

’’ہاں۔ اس کے لئے میں ریاضت کرتا ہوں‘‘۔

مارک پھر ہنسنے لگا۔ ’’اب میں بھی ریاضت کروں گا‘‘۔ اس نے اپنا بگل سنبھالا۔

’’ایک سوگوار دھن...... آنٹی ماریان کے نام‘‘۔ ڈیمین نے فرمائش کی۔

مارک نے اپنے محبوب بھائی کی فرمائش پوری کی۔ لیکن بگل سے نکلنے والی آواز رگوں میں خون سرد کر دینے والی تھی۔ اور ایسا لگتا تھا کہ وہ آواز فضا میں معلق ہو گئی ہے۔

..................X..................

اس ڈائننگ ٹیبل پر گنجائش بارہ افراد کی تھی۔ لیکن آج رات وہاں صرف چار افراد تھے۔ رچرڈ تھورن میز کے آخری سرے پر اپنی بیوی این کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر آنٹی ماریان تھی اور آنٹی ماریان کے برابر ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر چارلس وارن تھا۔ وہ قدیم دینی فن پاروں پر دنیا بھر میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ تھورن میوزیم کا کیوریٹر تھا۔

بٹلر ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔ وہ یہ پوچھنے کے لئے آیا تھا کہ کسی کو اور کافی تو درکار نہیں۔ لیکن رچرڈ کے چہرے کے تاثرات سمجھتے ہوئے اس نے یہ بات پوچھے بغیر کھسک لینے ہی میں عافیت جانی۔

آنٹی ماریان کچھ کہنے کی تیاری کر رہی تھی۔ رچرڈ جانتا تھا کہ وہ بہت زور سے بولتی ہے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ بٹلر کچھ سنے۔

’’رات کافی ہو گئی ہے اور میں تھکی ہوئی ہوں‘‘۔ آنٹی ماریان نے کہا۔ اس نے ان تینوں کو بغور دیکھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہیں یا نہیں۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ’’میں گھماؤ پھراؤ کے بغیر سیدھی بات کروں گی۔ میں اب بوڑھی ہو رہی ہوں اور عنقریب مجھے مر جانا ہے‘‘۔ یہ کہہ کر اس نے براہ راست این کو دیکھا۔ ’’اپنی سکون کی سانس کو بعد کیلئے بچا رکھو......‘‘۔

این نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آنٹی ماریان نے اسے نظر انداز کر دیا۔

’’میں تھورن انڈسٹریز کے 27 فی صد کی مالک ہوں‘‘۔ آنٹی ماریان نے اپنی بات جاری رکھی۔ ’’اپنے حصص کے معاملے میں، میں پوری طرح آزاد ہوں کہ ان کا جو جی چاہے کروں......‘‘۔

’’یہ بات ہم بھی جانتے ہیں‘‘۔ رچرڈ نے کہا۔ جب بھی آنٹی ماریان اس موضوع پر بات کرتی تھیں، وہ یہی جواب دیتا تھا۔

’’اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس وقت تک میں نے سب کچھ تمہارے نام کر رکھا ہے اپنی وصیت میں‘‘۔

’’جی ہاں۔ آپ آگے کہیں‘‘۔ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’’میں آج تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو......‘‘۔

رچرڈ نے اپنا نیپکن اتار پھینکا۔ انتہائی معمولی درجے کی بلیک میلنگ بھی اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ اس کا مزاج ہی ایسا تھا۔ ’’آپ مجھے دھمکی نہ دیں آنٹی ماریان۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ......‘‘۔

’’یہ ممکن نہیں کہ تمہیں پروا نہ ہو‘‘۔ آنٹی ماریان نے اس کی بات کاٹ دی۔ ’’یہ تین بلین ڈالر کا معاملہ ہے‘‘۔

ڈاکٹر وارن اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اس ڈسکشن سے شرمندگی ہو رہی تھی۔ ’’میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں میری موجودگی کا کیا جواز ہے‘‘۔ اس نے کہا اور جانے کے لئے مڑا۔

’’تم یہاں تھورن میوزیم کے کیوریٹر کی حیثیت سے یہاں موجود ہو ڈاکٹر وارن‘‘۔ آنٹی ماریان نے تیز لہجے میں کہا۔ ’’اور میوزیم کے 27 فی صد کی بھی مالک ہوں‘‘۔

ڈاکٹر وارن دوبارہ بیٹھ گیا۔ گر اس کے چہرے سے اکراہ صاف ظاہر تھا۔

آنٹی ماریان اب صورت حال سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہی تھی۔ سب کی توجہ اس پر مرکوز تھی۔ این کی چبھتی ہوئی نگاہیں اسے احساس دلا رہی تھیں۔ مگر وہ پہلے ہی سے واقف تھی کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ بلکہ نفرت کرتی ہے۔ لیکن اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ این کا رچرڈ کی زندگی میں داخل ہونا ٹائمنگ کے اعتبار سے ضرورت سے زیادہ پرفیکٹ تھا۔ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ این کی نگاہ دراصل رچرڈ تھورن کی دولت پر ہے۔ جس طرح سے میری کی موت کے بعد این نے رچرڈ کو گھیرا تھا، وہ ایسا ہی تھا، جیسے کوئی گدھ کسی دم توڑتے ہوئے جان دار کے گرد چکر لگاتا ہے۔

لیکن اس وقت آنٹی ماریان نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ اپنی توجہ اصل بات پر مرکوز رکھنا چاہتی تھی، جو اسے کرنی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے بہت صاف اور واضح آواز اور دوٹوک انداز میں کہا۔ ''میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں لڑکوں کو ملٹری اکیڈمی سے نکالو اور الگ الگ اسکولوں میں داخل کراؤ''۔

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر این نے بھی بے حد مستحکم اور باوقار لہجے میں کہا۔ ''دونوں لڑکوں کا جہاں تک تعلق ہے تو مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ تم کیا چاہتی ہو۔ وہ ہمارے بیٹے ہیں، تمہارے نہیں''۔

وہ جواب آنٹی ماریان کی توقع کی توقع کے عین مطابق تھا۔ وہ زہریلے انداز میں مسکرائی۔ ''میں تمہیں یاد دلا دوں کہ دونوں میں سے ایک بھی تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ مارک رچرڈ کا بیٹا ہے...... اس کی پہلی بیوی میری سے اور ڈیمین آں جہانی رابرٹ تھورن کا بیٹا ہے''۔

این غصے سے لرز رہی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ بس اس میں کامیاب ہوئی کہ اس نے اپنے آنسو روک لئے۔ اس نے کرسی پیچھے ہٹائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''شکریہ آنٹی ماریان، بہت بہت شکریہ''۔

رچرڈ نے بڑی نرمی اور محبت سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے دوبارہ بٹھا دیا۔ پھر وہ آنٹی ماریان کی طرف مڑا۔ ''آپ یہ تو بتائیں کہ یہ سب کس لئے؟''

''مارک کو ڈیمین سے دور کر دو''۔ ماریان نے کہا۔ اسکی آنکھیں دہک رہی تھیں۔ ''ان کے لئے ایک دوسرے کی قربت مناسب نہیں۔ ڈیمین مارک پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم مارک کو تباہ کرنا چاہتے ہو۔ وہ برباد ہو جائے گا۔ سمجھنے کی کوشش کرو''۔

اس بار رچرڈ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''بس بہت ہوگئی۔ آپ نے کہا، میں نے سن لیا۔ چلیں، میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں''۔

ماریان بھی اٹھی اور اس کے سامنے تن کر کھڑی ہوگئی۔ ''تم اندھے ہوگئے ہو رچرڈ...... دانستہ آنکھیں بند کر رہے ہو''۔ اس نے رچرڈ کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ ''تم جانتے ہو کہ تمہارے بھائی نے ڈیمین کو قتل کرنے کی کوشش......''۔

ڈاکٹر وارن کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے لئے تو وہ نئی خبر تھی۔ یہ بات اسے معلوم نہیں تھی۔

این اچھل کر اٹھی اور اس نے چیخ کر رچرڈ سے کہا۔ ''اسے یہاں سے نکال دو رچرڈ۔ اس عورت کو دھکے دے کر نکال دو''۔

آنٹی ماریان جانتی تھی کہ یہ ابھی نہیں یا کبھی نہیں والی صورت حال ہے۔ ''مجھے بتاؤ کہ رابرٹ نے ڈیمین کو قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟'' اس نے پرزور لہجے میں کہا۔ ''بتاؤ مجھے۔ جواب دو۔ سچائی کا سامنا کرو...... بولو''۔

رچرڈ نے بڑی دشواری سے اپنے غصے پر قابو پایا۔ ''رابرٹ بیمار تھا...... ذہنی طور پر بیمار''۔ اس نے دانت پر دانت جماتے ہوئے کہا۔

''بس کرو...... اس عورت سے بات بھی مت کرو''۔ این چلائی۔

ڈاکٹر وارن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اسے خفت کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ اور اس انکشاف نے اسے سنسنی سے دوچار بھی کر دیا تھا۔ وہ ساکت وصامت بیٹھا اپنے نیپکن کو بل دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کاش وہ غیر مرئی ہو جائے۔

آنٹی ماریان نے ایک گہری سانس لی اور ایک آخری کوشش کے لئے تیار ہوگئی۔ لیکن اب وہ بولی تو اس کے لہجے میں التجا تھی۔ ''اگر تم ڈیمین کو مارک سے دور نہیں کرو گے تو میں اپنا سب کچھ کسی فلاحی ادارے کو دے دوں گی...... کسی بھی فلاحی ادارے کو......''۔

''آپ جو چاہیں کریں''۔ رچرڈ چلایا۔ ''آگ لگا دیں اپنی دولت کو۔ جہاں چاہے، پھینک دیں۔ بس یہ کوشش نہ کریں......''۔

''رچرڈ پلیز، میری بات سنو''۔ آنٹی ماریان رونے لگی۔ ''تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، سچ ہے۔ میں بوڑھی ضرور ہوں۔ مگر پاگل ہرگز نہیں۔ تمہارے بھائی نے ڈیمین کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیوں؟''

''نکل جاؤ یہاں سے''۔ این دہاڑی۔ وہ جارحانہ انداز میں بڑھی، جیسے بوڑھی عورت پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ ہو۔ رچرڈ نے اسے روکا۔ لیکن اس نے خود کو چھڑا لیا اور لرزتی انگلی ماریان کی طرف اٹھائی۔ ''اس عورت سے کہو کہ یہاں سے دفع ہو جائے''۔

''میں جا رہی ہوں''۔ ماریان نے بے حد وقار سے کہا۔ اس نے سرخم کرتے ہوئے ڈاکٹر وارن کو گڈ نائٹ کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ رچرڈ بھی اس کے پیچھے نکلا۔

ان کے قدموں کی دور ہوتی چاپیں معدوم ہوئیں تو این ڈاکٹر وارن کی طرف مڑی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولی۔ ''مجھے افسوس ہے چارلس۔ دراصل مجھے اندازہ نہیں تھا کہ......''۔

''نہیں...... کوئی بات نہیں''۔ ڈاکٹر چارلس وارن نے جلدی سے کہا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''کیوں نہ ہم چل کر سلائیڈز سیٹ کر لیں''۔ اس نے موضوع بدلا۔ ''میں تمہیں اور رچرڈ کو کچھ بے حد شاندار چیزیں دکھانا چاہتا ہوں''۔

حالاں کہ وہ بس اس کمرے سے نکل بھاگنا چاہتا تھا!

..................X..................

دوسری منزل کی لینڈنگ پر پہنچتے پہنچتے ماریان رچرڈ سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ ''میں خود بھی چل سکتی ہوں''۔ اس نے خفگی سے کہا۔

وہ دبیز قالین سے ڈھکے کاریڈور میں خاموشی سے بڑھتے رہے۔

اپنے بیڈروم کے دروازے پر پہنچ کر ماریان رچرڈ کی طرف مڑی۔ ''تمہارے بھائی نے ڈیمین کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور اسی کی وجہ سے وہ مرا۔ یہ حقیقت ہے......''۔

''ہم اس پر بات کر چکے ہیں آنٹی''۔

''رابرٹ کے پاس اس کی کوئی وجہ تو رہی ہوگی''۔

''میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ میں اس موضوع پر بات کرنا پسند نہیں کرتا...... خاص طور پر مہمانوں کے سامنے''۔

''مگر کوئی وجہ تو رہی ہوگی''۔

''وہ بیمار تھا آنٹی ماریان۔ ذہنی اور جذباتی طور پر شدید بیمار''۔

''اور ڈیمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ ذہنی اور جذباتی طور پر بیمار نہیں ہے؟''۔

''ڈیمین میں ایسی کوئی بات نہیں''۔ رچرڈ بے اختیار چیخنے لگا۔ اسے یہ تکلیف دہ احساس ستا رہا تھا کہ آنٹی ماریان اسے بے حد آسانی سے غصہ دلا دیتی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ تحمل سے کام لے تو آنٹی اپنے مؤقف سے شاید دست بردار بھی ہو جائیں۔ اس نے خود کو پرسکون کرنے کی، معقول رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔ ''دیکھیں آنٹی، آپ کی ڈیمین سے نفرت بے بنیاد ہے...... غیر معقول ہے''۔

''تم سمجھنے کی کوشش کرو''۔

رچرڈ کو یقین ہوگیا کہ آنٹی ذہنی توازن کھو رہی ہیں۔ ''آپ سو جائیں پلیز''۔ اس نے خشک لہجے میں کہا۔ ''آپ اس وقت اپنے آپے میں نہیں ہیں''۔

آنٹی ماریان نے بھویں اچکا کر اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کو تکلیف پہنچانے کیلئے کیا کیا جائے۔ وہ اسے یاد دلائے گی کہ وہ پوری طرح سے اپنے آپے میں ہے۔ ''ڈیمین کو ترکے میں مجھ سے کچھ نہیں ملے گا۔ کل میں اس کا پورا بندوبست کر لوں گی''۔ یہ کہہ کر اس نے دروازے کے لٹو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

رچرڈ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''جو آپ کا دل چاہے کریں''۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ''کمپنی کے شیئرز آپ کے ہیں۔ ان پر آپ کا اختیار ہے''۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا لہجہ تڑپ کا اظہار کر رہا ہے۔ اسے اپنے دونوں بیٹوں کے مفادات کا تحفظ کرنا تھا۔ اس کیلئے اسے ان شیئرز کی ضرورت تھی ''لیکن میرے گھر میں آپ......''

''میں تمہاری مہمان ہوں۔ یہی نا''۔ ماریان نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ میں بھی جانتی ہوں۔ لیکن مہمان کی حیثیت سے بھی یہ میرا کمرا ہے۔ اور میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ابھی...... اسی وقت''۔

رچرڈ نے سرد آہ بھر کر اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ عام طور پر وہ مشکل ترین صورت حال میں بھی پرسکون رہتا تھا۔ لیکن بوڑھی ماریان اسے مشتعل کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہتی تھی۔ اس نے آگے جھکتے ہوئے اپنی پھوپھی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ ''صبح مرے آپ کے لئے گاڑی تیار کر کے رکھے گا''۔ اس نے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ گیا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

آنٹی ماریان اسے جاتا دیکھتی رہی، اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ پلٹی اور اپنے کمرے میں داخل ہوگئی۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

..................X..................

رچرڈ نیچے اپنے پرائیویٹ روم میں پہنچا تو ڈاکٹر وارن اور این پروجیکٹر کو سیٹ کر چکے تھے۔ سلائیڈیں تیار تھیں۔ ڈاکٹر وارن تھورن میوزیم میں شروع ہونے والی تازہ ترین نمائش کے آئٹم رچرڈ کو دکھانا چاہتا تھا۔

آثار قدیمہ کی محبت رچرڈ تھورن کو اپنے باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ اس میدان میں ریجنالڈ تھورن نے جو کچھ کیا تھا، رچرڈ بڑے خلوص اور لگن سے اسے آگے بڑھا رہا تھا۔ اس کی مالی امداد اور تعاون سے اسرائیل کے ایک چھوٹے سے قصبے کے باہر جو کھدائی ہو رہی تھی، وہاں چند بہت سنسنی خیز چیزیں دریافت ہوئی تھیں۔ وہ گزشتہ بیس سال میں اہم ترین دریافت تھی۔ اس کھدائی کا آغاز ریجنالڈ نے کرایا تھا اور اس کے ثمرات رچرڈ کے حصے میں آرہے تھے۔

رچرڈ نے روشنی مدھم کردی۔ ڈاکٹر وارن نے پروجیکٹر آف کردیا۔ ''ان میں سے بہت سی چیزیں پیک کی جاچکی ہیں اور امریکا بھیجی جاچکی ہیں''۔ چارلس وارن نے وضاحت کی۔ ''پہلا شپ منٹ کچھ ہی دنوں میں پہنچنے والا ہے''۔

پہلی چند سلائیڈز کچھ قدیم برتنوں اور چھوٹے مجسموں کی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے رچرڈ آنٹی ماریان کی سونپی ہوئی تلخی اور کشیدگی کو یکسر بھول بیٹھا تھا۔ این اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ اس کا جوش، اس کا عزم، تھوڑے لوگوں سے تعلقات......مگر گہرے تعلقات اور پرانی چیزوں میں اس کی دل چسپی ایسی خصوصیات تھیں، جن کی وجہ سے وہ اس پر ملتفت ہوئی تھی۔

''یہ دیکھیں...... یہ وہ چیز ہے، جس میں آپ بہت دل چسپی لیں گے''۔ چارلس وارن کی آواز نے این کی سوچوں کا سلسلہ منقطع کردیا۔

این نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ ایک نسبتاً بڑے مجسمے کی سلائیڈ تھی۔ اس جزئیات بے حد واضح اور رنگ بے حد جان دار تھے۔ وہ ایک بے حد حسین عورت کا مجسمہ تھا، جس کے چہرے کے نقوش اس کی گراہی اور بے راہ روی کے غماز تھے۔ اس کا لباس اودا، سرخ اور سنہری رنگ کا تھا۔ وہ زیورات سے لدی پھندی تھی اور فاتحانہ انداز میں سات سروں والے ایک عفریت پر سوار تھی۔ ہر سر سے ایک پتلی سی گردن منسلک تھی۔ ہر سر پر سینگ تھی اور بڑے بڑے نکیلے دانت اور باہر نکلی ہوئی پتلی دوشاخہ زبان۔ عورت نے اپنا سر پیچھے کی طرف کیا ہوا تھا اور اس کے بڑے بڑے گھونگھریالے بال لہرا رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں مشروب کا سونے کا پیالہ تھا......اور لگتا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

''اوہ ڈیئر''۔ این بڑبڑائی۔

''ہاں۔ بے شک، وہ خوف ناک لگتی ہے''۔ چارلس وارن نے کہا۔

''یہ بابل کی فاحشہ ہے نا؟'' رچرڈ نے پوچھا۔

چارلس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟'' این نے رقابت کا بناوٹی اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

اس پر سب ہنسنے لگے۔

چارلس وارن نے ایک پینسل پکڑی اور اسکرین کی طرف بڑھ گیا ''یہ روم کی نمائندگی کرتی ہے''۔ اس نے کہا۔ ''اور یہ جو عفریت کے دس نکیلے سینگ ہیں، یہ وہ دس بادشاہ ہیں، جنہیں ابھی تک کوئی سلطنت نہیں مل سکی ہے۔ لیکن شیطان نے ان سے عارضی قوت دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے......اپنے بیٹے کی دنیا میں آمد کے موقع پر!''

''یہ اس عفریت پر کیوں سوار ہے؟'' این نے اس سے پوچھا۔

''اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا''۔ چارلس وارن نے کہا۔ ''لیکن یہ طے ہے کہ یہ زیادہ عرصہ عفریت پر سواری نہیں کرسکی تھی۔ کتاب پیش گوئی کے مطابق وہ دس بادشاہ اس سے نفرت کریں گے۔ اسے بے لباس کرکے اسے تباہ کریں گے۔ وہ اس کا گوشت کھا جائیں گے اور اسے جلا دیں گے''۔

''زبردست''۔ این نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ ''ویسے کیا تم ان سب باتوں پر یقین کرتے ہو؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ بائبل میں بہت گہرے استعاروں سے کام لیا گیا ہے''۔ چارلس وارن نے کہا۔ ''اب ان کو سمجھنا، ان کی تعبیر و تشریح کرنا ہماری ذمہ داری ہے''۔

''مثلاً......کوئی مثال دے کر سمجھاؤ''۔ این سحرزدہ سی لگ رہی تھی۔

چارلس وارن کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ وہ کوئی مذہبی آدمی نہیں تھا۔ بلکہ کچھ عرصے پہلے تک تو وہ مذہب پر یقین ہی نہیں رکھتا تھا۔ مذہب سے متعلق چیزوں کے بارے میں اس کی دلچسپی محض عالمانہ تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کا نظریہ بدلنے لگا۔ اسے احساس ہوا کہ خدا موجود ہے۔ اسے ہر بات کے پیچھے اسباب نظر آنے لگے۔ اس نے سمجھ لیا کہ غور کیا جائے تو ہر چیز کی عقلی دلیل موجود ہے۔ ایک ماہر آثار قدیمہ کی حیثیت سے جو فن پارے اس نے دریافت کئے تھے، ان کے درمیان تسلسل تھا۔ ایسا تسلسل جسے اتفاق قرار دے کر مسترد نہیں کیا جاسکتا اور جب ایک بار اس نے خدا کے وجود کو تسلیم کرلیا تو سب کچھ بدل گیا۔ اس کا کام، اس کی قوت تجزی، اس کے دوسروں سے تعلق......غرض ہر چیز کی نوعیت تبدیل ہوگئی اور اسکے اندر یہ باطنی انقلاب ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے آیا تھا۔

کچھ لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد چارلس وارن نے بالآخر این کے سوال کا جواب پوری سچائی کے ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ ''بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں بہت کافی شواہد موجود ہیں کہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے''۔ اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟'' این کو لگا کہ وہ مذاق کررہا ہے۔

''گزشتہ دس برسوں میں بہت کچھ ایسا ہوا ہے، جس کے بارے میں کتاب پیش گوئی میں درج تھا''۔ چارلس نے وارن نے کہا۔ ''زلزلے، طوفان، سیلاب، قحط کی کثرت، فضائی اور آبی آلودگی، موسموں کی حیران کن تبدیلی......''

''مگر یہ سب کچھ تو بہت پہلے سے ہو رہا ہے''۔ این کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''یہ تو عام باتیں ہیں۔ مگر خاص پیش گوئیاں بھی ہیں۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ جب بائبل کا ترجمہ ہر لکھی جانے والی زبان میں ہوجائے گا تو اس کے بعد دنیا کا خاتمہ قریب ہوگا۔ اس صدی کی چھٹی دہائی میں یہ ہوگیا۔ پھر کتاب میں مشرق وسطیٰ میں آخری تباہی کا تذکرہ ہے......''۔

''لیکن......'' این نے کہنا چاہا۔

مگر رچرڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''اگر تم مائنڈ نہ کرو تو ہم دوبارہ سلائیڈز پر بات کرلیں۔ اگر دنیا کا خاتمہ اتنا ہی قریب ہے تو میں کم از کم وہ چیزیں تو دیکھ لوں، جن کے لئے میں نے کافی دولت سرف کی ہے''۔

ماحول کی سنگینی یک لخت ختم ہوگئی۔ یہاں تک کہ چارلس کو بھی ہنسی آگئی۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبایا۔

اگلی سلائیڈ بھی بابل کی فاحشہ کی تھی۔ لیکن یہ تصویر زیادہ فاصلے سے لی گئی تھی اور مجسمے کے پاس ایک جوان عورت کھڑی تھی۔

''یہ لڑکی کون ہے؟'' رچرڈ نے پوچھا۔

''ارے......میں تو سمجھی تھی کہ تم اسے بھی پہچان لوگے''۔ این نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

''یہ میری دوست ہے...... جوآن ہارٹ۔ پیشے کے اعتبار سے جرنلسٹ ہے۔ آپ نے اس کا نام سنا ہوگا۔ یہ مشہور ماہر آثار قدیمہ بوگن ہیگن کی سوانح پر کام کررہی ہے''۔

اگلی سلائیڈ میں جوآن ہارٹ کا کلوز اپ تھا۔ وہ بے حد روشن اور چمک دار آنکھوں والی بے حد حسین عورت تھی۔

''کیا بات ہے چارلس، کوئی چکر تو نہیں؟'' این نے چارلس وارن سے پوچھا۔ ''لگتا ہے، یہ لڑکی تمہیں بہت متاثر کرچکی ہے''۔

چارلس وارن نے سر جھٹکتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ ''نہیں ایسا تو نہیں۔ لیکن یہ اپنے کام میں بہت ماہر ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ عنقریب شکاگو آنے والی ہے۔ یہ محتاط انٹرویو کرنا چاہتی ہے رچرڈ''۔

''میرا انٹرویو؟ مگر کیوں؟''

''کھدائی کے سلسلے میں......اس نمائش کے سلسلے میں''۔

''تم جانتے ہو کہ مجھے انٹرویو دینا بالکل پسند نہیں''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''میں جانتا ہوں''۔

''کسی بھی طرح کا انٹرویو!''۔

''مجھے معلوم ہے، لیکن میں نے سوچا......''۔

''بس تو یہ بات اس لڑکی کو بتا دو''۔

''آل رائٹ......آل رائٹ''۔ چارلس وارن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ رچرڈ اپنی نجی زندگی کو نجی رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے عام لوگوں کی مداخلت سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انٹرویو سے بچتا رہا ہے۔ سچ یہ تھا کہ چارلس وارن رچرڈ کے اس اصول کا احترام کرتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں ہال میں کھڑے ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہہ رہے تھے۔

''کل میں شہر جاؤں گا''۔ رچرڈ چارلس وارن کو کوٹ پہننے میں مدد دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''این یہاں رکے گی اور سمر ہاؤس بند کرا کے آئے گی''۔

چارلس وارن نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''مہمان نوازی کا شکریہ''۔

''میں پرسوں تم سے ملوں گی''۔ این نے چارلس کیلئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''احتیاط سے ڈرائیو کرنا۔ شب بخیر''۔

رچرڈ چارلس کے ساتھ اس کی کار تک گیا۔ ''آنٹی ماریان کے......''

''وہ تو مجھے یاد بھی نہیں''۔ چارلس مسکرایا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رچرڈ نے کار کا دروازہ بند کیا اور ہاتھ لہراتے ہوئے گڈ بائی کہا۔

چارلس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

رچرڈ واپس پلٹا۔ اس نے گہری سانس لی۔ باہر نکلی ہوئی سانس بادل جیسی بن گئی۔ وہ کہر والی رات تھی۔

.........X.........

نیچے والوں کو پتا بھی نہیں تھا۔ آنٹی ماریان نے اس الوداعی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ اس نے اپنے رویئے کے سلسلے میں ڈاکٹر وارن سے رچرڈ کی معذرت بھی سنی تھی۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے اس نے معمول کے مطابق کھڑکی کھول دی تھی۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ تازہ ٹھنڈی ہوا اس کی صحت کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔

لیکن اس رات کھلی ہوئی وہ کھڑکی اس گفتگو کو سننے میں بھی معاون ثابت ہوئی تھی۔ اسے رچرڈ کی معذرت پر افسوس ہوا۔ کیوں کہ اس کے خیال میں وہ قطعاً غیر ضروری تھا۔

''ناشکرے کہیں کے''۔ وہ بڑبڑائی۔ پھر وہ بائبل کے اس بوسیدہ نسخے کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ہر رات سونے سے پہلے وہ لازمی اس کا مطالعہ کرتی تھی۔ اس رات اس نے جینیسس کا باب کھولا......1:28

ثمر دار بنو، زمین کو آباد کرو اور تسخیر کرو۔ سمندر کی مچھلیوں پر اور فضا میں اڑتے ہوئے۔

پرندوں پر اور زمین میں بسنے والی ہر مخلوق پر غلبہ حاصل کرو۔

''یہ تو بہت اچھی خیال ہے صاف اور واضح''۔ آنٹی ماریان بڑبڑائی۔ وہ اس آیت کا تعلق تھورن انڈسٹریز کے معاملات سے جوڑ رہی تھی، جس کے 27 فی صد کی وہ مالک تھی، اس کے خیال میں یہ بشارت تھی کہ تھورن انڈسٹریز کو دنیا میں ایسا عروج حاصل ہوگا کہ کسی نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اس کا یہ عزم اور پختہ ہوگیا کہ وہ اپنے شیئرز اس شیطان ڈیمین کی گود میں پکے ہوئے پھل کی طرح نہیں گرنے دے گی۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ اپنے گھر پہنچتے ہی وہ پہلا کام اپنی وصیت تبدیل کرنے کا کرے گی۔ وہ اپنے شیئرز کا مختار کسی مذہبی فلاحی ادارے کو بنائے گی، جو عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہو۔ ان ناشکروں کا یہی علاج ہے......

وہ اپنے ان خیالات میں اتنی محو تھی کہ اسے وہ بہت بڑا سیاہ کوا نظر ہی نہیں آیا کو کھڑکی کی چوکھٹ پر آ بیٹھا تھا اور اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں شیطنت تھی۔

.........X.........

رچرڈ تھورن قریب کی نظر کا پرانے طرز کا چشمہ لگائے اپنے بستر پر نیم دراز کمپنی کی رپورٹس کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان رپورٹس کا کافی بھاری پلندہ اس کے سامنے رکھا تھا۔ رات کے وقت وہ اکثر دیر تک یہ کام کرتا تھا۔ لیکن کمپنی کے معاملات اتنے پھیلے ہوئے تھے کہ وہ انتہائی کوشش کے باوجود اپنی معلومات کو اپ ٹو ڈیٹ نہیں کرپاتا تھا۔ کمپنی کی وسعت کی رفتار بھی بہت تیز تھی اور اس کے معاملات میں تبدیلیاں بھی بہت تیزی سے اور جلدی جلدی رونما ہوتی رہتی تھیں۔

مگر آج رات ارتکاز بھی اس کیلئے مسئلہ بن گیا تھا۔ آنٹی ماریان نے جس بے دردی اور غیر ذمہ داری سے اس کے بھائی کی موت کا تذکرہ کیا تھا، اس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اذیت ناک یادوں میں گھر گیا تھا۔ وہ یادیں اس کے ذہن میں چکرا رہی تھیں......ایسی یادیں جن کے بارے میں وہ یہی بہتر سمجھتا تھا کہ وہ ذہن کے نہاں خانوں میں دفن رہیں۔ اس سلسلے میں تو بس قیاس آرائی ہی کی جاسکتی تھی کہ اس الم ناک وقوعے کے دوران، اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں رابرٹ کی ذہنی کیفیت کیسی تھی اور یہ بھی کوئی نہیں بتا سکتا کہ رابرٹ زندہ رہتا تو کس مقام تک پہنچتا۔ اس کا صدر امریکا بننا بھی غیر ممکن نہیں تھا۔ لیکن اپنی زندگی کے اہم ترین حصے میں ایک عام مجرم کی طرح ایک کانسٹیبل کی گولی سے اس کا ہلاک ہونا درحقیقت ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ وہ انجام رابرٹ کی زندگی اور اس کے امکانات کے کسی بھی طرح شایان شان نہیں تھا۔

''رچرڈ''۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر اپنے بال سنوارتی ہوئی این نے اسے پکارا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ خاصی دیر سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس نے چشمہ پیشانی پر چڑھایا اور این کی طرف دیکھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے وعدہ کرو......'' این نے کہا۔

''کیسا وعدہ ہنی؟''

این نے سرد آہ بھری۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ رچرڈ نے اس کی کہی ہوئی کوئی بات بھی نہیں سنی ہے۔ ''یہی کہ آئندہ آنٹی ماریان کبھی ہمارے گھر نہیں آئیں گے...... کبھی نہیں!''۔

''اوہ این، وہ......''۔

''تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا''۔

''دیکھو، وہ بہت بوڑھی ہیں۔ ان کی عمر 84 سال ہے اور وہ میری سگی پھوپھی ہیں''۔

''مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں بس انہیں برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہیں اور لڑکوں کو خوف زدہ کرنے کی کوشش......''۔

''کیسی باتیں کرتی ہو۔ لڑکوں کو تو وہ کوئی مزاحیہ کردار لگتی ہیں''۔

''حالانکہ وہ بے حد خطرناک اور شیطانی دماغ کی مالک ہیں''۔

''وہ بوڑھی ہیں اور زیادہ عمر کی وجہ سے سنک گئی ہیں''۔

''بہر حال، لڑکے چاہے بہ ظاہر انہیں کوئی مزاحیہ کردار سمجھتے ہوں۔ لیکن در حقیقت وہ ان کے ساتھ تنہا رہنا پسند نہیں کرتے۔ خاص طور پر ڈیمین''۔

رچرڈ نے اپنا چشمہ اتارا اور اسے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ یہ بات طے تھی کہ اب وہ کام نہیں کر سکے گا۔ اس نے رپورٹس کو یکجا کر کے پلندے کی شکل میں انہیں فرش پر رکھ دیا۔ ''دیکھو...... کئی سال میں ایک بار ہی تو وہ آتی ہیں''۔ اس نے معاملے کی سنگینی کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''ان کی زبان کی دھار کا تجربہ ہمیں ہر روز تو نہیں ہوتا''۔

''یہ کوئی مزاحیہ بات نہیں''۔ این نے کہا۔ پھر اس نے کنگھا ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور لائٹ آف کر کے بیڈ کی طرف بڑھی۔

رچرڈ ہمیشہ کی طرح اسے سحر زدہ سا، متعجب سا دیکھتا رہا۔ وہ اتنی حسین تھی کہ وہ ہر بار مبہوت ہو کر رہ جاتا تھا۔ ہر بار اسے اپنی خوش بختی پر رشک آتا تھا۔ کیسے ٹوٹ پھوٹ والے عرصے میں وہ اچانک...... کسی نعمت عظمیٰ کی طرح اسے مل گئی تھی۔ میری کی اچانک اور المناک موت کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ کبھی کسی سے محبت نہیں کر سکے گا۔ پھر اچانک این صبح کی ہوا کے نرم جھونکے کی طرح، خدا کی عطا کی ہوئی کسی نعمت کی طرح اس کی زندگی میں چلی آئی۔

وہ پہلی بار واشنگٹن میں ملے تھے۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں گیا تھا اور این وہاں اپنے کیریئر کا آغاز کر رہی تھی۔ ابتدا میں این کا انداز فارٹ کرنے والا تھا۔ پھر رچرڈ نے اسے میری کی موت کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد این کا رویہ بہت ہمدردانہ اور محبت آمیز ہوتا گیا۔

شاید اس کے باوجود بھی کچھ نہ ہوتا اور وہ اسے بھول گیا ہوتا۔ لیکن شکاگو واپسی کی فلائٹ میں وہ اسے اپنے برابر والی سیٹ پر بیٹھی ملی۔ اس نے اس وقت بھی یہی کہا اور اب بھی یہی کہتی تھی کہ وہ اتفاق تھا۔ مگر اس کے بعد رچرڈ کے لئے اس کی بے پناہ کشش سے بچنا مشکل ہو گیا۔ اسے اپنی اور این کی عمروں کے فرق کا احساس تھا۔ وہ اس پر ملتفت تھی تو یہ بلاشبہ اس کے لئے ایک بڑا اعزاز تھا۔

وہ بے حد مختصر، تیز رفتار اور کسی پہاڑی دریا کا سا تند لو افیئر تھا۔ ان کی منگنی کے اعلان نے دنیا کو حیران کر دیا۔ اس وقت تک رچرڈ اس کی محبت میں اتنا سرشار ہو چکا تھا کہ اسے کسی بات کی پروا نہیں رہی تھی۔ نہ اس بات کی کہ لوگ کیا کہیں گے اور نہ اس کی کہ کاروباری اعتبار سے کس طرح کے اثرات مرتب ہوں گے۔ نہ اسے افواہوں کی فکر تھی اور نہ بچوں کی۔ وہ تو بس اس کا دیوانہ ہو چکا تھا۔

اور اب سات سال بعد بھی اس کی قربت اسے ویسے ہی دیوانہ بنا دیتی تھی۔ این کو اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کرنے کا ہنر خوب آتا تھا۔ اسے یاد تھا کہ میری بہت...... بہت زیادہ شرمیلی تھی۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' این کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں''۔

''میرے بارے میں! کیا؟''

''ہم کس طرح ملے تھے۔ اور میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں''۔

''اوہ ہو...... وہی پرانی بات''۔

رچرڈ ہنس دیا۔ یہ ایک اور خوبی تھی۔ این اسے ہنسانا جانتی تھی۔ وہ اپنی باتوں سے گدگدی کرنا جانتی تھی۔ میری کے ساتھ وہ کبھی ایسے نہیں ہنسا تھا۔ لیکن وہ ان دونوں کا موازنہ کرنے سے بچتا تھا۔ اس کے نتیجے میں اسے احساس جرم ستانے لگتا تھا۔

''پھر وہی احساس جرم؟''

یہ ایک اور بات تھی۔ این اس کا ذہن ایسے پڑھ لیتی تھی، جیسے وہ اس کے لئے کوئی کھلی کتاب ہو۔ ''نہیں''۔ اس نے جھوٹ بولا۔ حالاں کہ وہ جانتا تھا کہ وہ این کو قائل نہیں کر سکے گا۔

''تم نے آنٹی ماریان سے کیا کہا؟'' این نے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''ارے...... کچھ نہیں''۔

''بتاؤ نا۔ تم ان کے ساتھ اوپر گئے تھے نا''۔

''میں نے ان سے کہا کہ انہیں اپنا رویہ درست رکھنا چاہئے۔ معقولیت سے کام لینا چاہئے''۔

''بس؟'' اب وہ اس کے پیروں کے تلوے سہلا رہی تھی۔

''سچ تو یہ ہے کہ میرا لہجہ بہت سخت تھا''۔

وہ اس کے تلوے سہلاتی رہی۔

رچرڈ اداس ہو گیا۔ یہ وہ عورت تھی، وہ کھونا نہیں چاہتا تھا...... کبھی نہیں، کسی قیمت پر نہیں۔ ویسے بھی موت اس کے چاہنے والوں پر کئی وار کر چکی تھی۔ باپ، بیوی، چہیتا بھائی...... اتنا کچھ تو وہ پہلے ہی کھو چکا تھا۔ اب تو شاید موت میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔ اس نے سوچا۔ خدا تو انصاف والا ہے۔ میں اپنے حصے سے زیادہ دکھ اٹھا چکا ہوں۔

اب تو وہ خوش تھا۔ در حقیقت وہ اتنا خوش تھا کہ اس کا جی چاہتا تھا کہ سب کچھ ہمیشہ ایسا ہی رہے۔ این، مارک اور ڈیمین۔ اس کی خوشی کے یہ تین مرکز تھے۔ این سے اسے پہلی نظر کی محبت ہوئی تھی۔ مارک سے بھی اس کی پہلی نظر کی محبت تھی۔ جب اس نے نوزائیدہ مارک کو پہلی بار دیکھا تھا تو اس ننھے بچے کی نزاکت کو بھول کر اس نے بے ساختہ اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا تھا۔ پھر آنے والے برسوں میں اس محبت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تھا۔ بلکہ اس میں فخر کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔

ڈیمین کا معاملہ البتہ مختلف تھا...... مختلف بھی اور دشوار بھی۔ ڈیمین کو دیکھ کر اسے اپنے بھائی کی یاد آتی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ اس معصوم بچے سے چڑتا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ اسے ڈیمین سے بھی بیٹے جیسی محبت ہو گئی۔ وہ اس کی کامیابیوں پر، اس کے قد کاٹھ، اس کی شکل و صورت پر فخر کرنے لگا۔ وہ اس کے لئے بھی شفیق باپ بن گیا۔

''ڈیمین بہت پیارا لڑکا ہے''۔ این نے سرگوشی میں کہا۔ اس نے پھر جیسے اس کی سوچیں پڑھ لی تھیں۔ ''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آنٹی ماریان اس سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں؟''

''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم ہنی''۔

''انہوں نے تمہیں بھی پریشان کر دیا نا؟''

''ہاں۔ آج کا ڈنر کسی اعتبار سے بھی خوش گوار نہیں تھا''۔

''وہ تمہارے بھائی کی پرانی یادوں کو تازہ کر دیتی ہیں نا۔ وہ تمہارے زخم کریدتی ہیں نا؟''

رچرڈ کا جسم تن گیا۔ کچھ باتیں ایسی تھیں، جو وہ کسی پر بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا...... اپنی محبوب بیوی این پر بھی نہیں۔ ''میں اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتا''۔ اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

این پسپا ہو گئی۔ وہ تفتیش اس لئے کرتی تھی کہ اسے اس کی پروا تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ کب رک جانا بہتر ہے۔ پھر اس کی آنکھوں میں شرارت چمکنے لگی۔ ''اگر ان کی شادی ہو گئی ہوتی تو وہ ایسی چڑیل نہ بنتیں''۔

''واقعی...... ایک اچھا مرد صورت حال کو کیسا تبدیل کر دیتا ہے''۔

''اچھا...... میں نے تم سے وعدہ کرنے کو کہا تھا''۔ این اب اس کا سر سہلا رہی تھی۔ ''وعدہ کرو رچرڈ''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''ٹھیک ہے۔ وعدہ رہا۔ اب آنٹی ماریان ہمارے گھر کبھی نہیں آئیں گی''۔ رچرڈ نے کہا اور لائٹ آف کر دی۔

..................X..................

عین اسی لمحے دو اور لائٹس بھی آف ہوئی تھیں۔ آنٹی ماریان کے کمرے کی لائٹ اور آنٹی ماریان کی آنکھوں کی لائٹ!

بوڑھی ماریان مر چکی تھی۔ بوسیدہ بائبل اس کے ہاتھ سے پھسل کر فرش پر گر گئی تھی۔

یہ بات کسی کو نہیں معلوم تھی...... کسی کو بھی نہیں۔ سوائے اس جسیم سیاہ کوے کے جو آنٹی ماریان کے بیڈ روم کی کھڑکی سے باہر پرواز کر گیا تھا اور سیاہ آسمان پر چکرا رہا تھا!۔

..................X..................

اگلی صبح سویرے پوری ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی پریڈ گراؤنڈ میں پوری شان و شوکت کے ساتھ موجود تھی۔ اسکول کا بینڈ مارچ کی دھن بجا رہا تھا اور اس کی لے پر پریڈ ہو رہی تھی۔

بیشتر کیڈٹ اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کے لئے زبردست جدوجہد کر رہے تھے۔ ان کا بس چلتا تو وہیں سو جاتے۔ اس وقت ان کی تربیت ان کے کام آ رہی تھی۔ وہ روبوٹ کی طرح طے شدہ پروگرام کے تحت اشاروں پر عمل کر رہے تھے۔

بالآخر وہ پلاٹون کے اعتبار سے اسمبلی کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ بینڈ خاموش ہو چکا تھا۔

کرنل اسکول کی عمارت کے صدر دروازے کی سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ نوجوان کیڈٹ اپنی خاص ترتیب میں کھڑے تھے۔ ان کے نظم و ضبط کو دیکھ کر کرنل مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ میں فخر تھا۔ ملٹری میں ہونے کے ناتے وہ ضرورت سے زیادہ موٹا تھا۔ لیکن اسے فکر نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اب اسے اپنے ملک کی خاطر لڑنے کے لئے زحمت کبھی نہیں دی جائے گی''۔ چناں چہ اس نے خود کو اپنی زندگی کی ایک اہم خوشی فراوانی کے ساتھ دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

اس کے ساتھ ایک خوب رو، چست و توانا اور سنجیدہ جوان کھڑا تھا۔ وردی میں اس کے جسم کے مسلز بے حد نمایاں تھے۔ اس کا جسم ایسا تھا کہ اب کرنل اس پر رشک ہی کر سکتا تھا۔

کرنل نے سب سے پہلے تو کیڈٹوں کو تھینکس گوِنگ کی تعطیلات سے واپسی پر خیر مقدمی کلمات سے نوازا۔ پھر اس نے انہیں آئندہ چند ہفتوں کے عمومی شیڈول سے متعلق معلومات فراہم کیں۔

نیچے پریڈ گراؤنڈ میں مارک نے سرگوشی میں ڈیمین سے کہا۔ ''یہ میرے خیال میں وہی ہے''۔ اس کا اشارہ کرنل کے ساتھ کھڑے فوجی کی طرف تھا۔

''دیکھنے میں تو ٹھیک ٹھاک لگتا ہے''۔ ڈیمین نے جوابی سرگوشی کی۔

''شرط یہ ہے کہ آپ کو گور یلے اچھے لگتے ہوں''۔

''صرف بریڈلے پلاٹون رکی رہے''۔ کرنل کہہ رہا تھا۔ ''دوسری تمام پلاٹونیں کینٹین کی طرف جائیں...... لیس، مارچ......''

بینڈ پھر شروع ہو گیا۔ تمام پلاٹونوں کے رخصت ہونے کے بعد بینڈ پھر خاموش ہوا۔ اب وہاں مارک اور ڈیمین کی پلاٹون کے دو درجن کیڈٹس کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔

''ایٹ ایز''۔ کرنل نے چیخ کر کہا۔

تمام لڑکے قدرے پرسکون ہو گئے۔

کرنل نے سر ہلا کر اپنے ساتھ کھڑے فوجی کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ سارجنٹ ڈینیل نیف ہے۔ یہ سارجنٹ گڈرچ کی جگہ پلاٹون آفیسر کا چارج لے رہا ہے''۔ اس نے کہا۔

کافی عرصے کے بعد کسی نے سارجنٹ گڈرچ کا تذکرہ کیا تھا۔ وہاں کا اصول تھا کہ کیڈٹس کے سامنے حتی الامکان موت کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا جاتا تھا۔ حالاں کہ فوج کا موت سے گہرا تعلق ہے اور خودکشی کے متعلق بات کرنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ وہ موت تھی، جسے فوج میں نامردوں کے بزدلانہ فعل کی حیثیت دی جاتی تھی۔ چناں چہ یہ طے تھا کہ اب بھی سارجنٹ گڈرچ کا نام بھی کسی زبان پر نہیں آئے گا۔ جیسے وہ کبھی تھا ہی نہیں۔

''سارجنٹ نیف ایک بے حد تجربہ کار فوجی ہے''۔ کرنل کہہ رہا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ اس کی کمان میں محض چند ہفتوں کے اندر یہ پلاٹون اکیڈمی کی سب سے اسمارٹ پلاٹون کہلائے گی''۔ کرنل دوستانہ انداز میں مسکرایا۔ پھر وہ نیف کی طرف مڑا۔ ''اب مزید تعارف تمہاری ذمہ داری ہے سارجنٹ''۔ اس نے کہا۔ ''اب یہ سب تمہارے ہوئے''۔

سارجنٹ نے شان دار طریقے سے کرنل کو سیلوٹ کیا اور پھر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کرنل اپنے بے ڈول جسم کو فوجیوں کے سے انداز میں مدد کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

پلاٹون کی قطار کے آخر میں ایک بہت بھاری بھرکم لڑکا تھا۔ وہ دوسرے لڑکوں کے مقابلے میں کم از کم چھ انچ لمبا تھا۔ اپنی عمر کے اعتبار سے اس کا قد و قامت اور جثہ غیر معمولی ہی کہا جا سکتا تھا۔ اس کی گردن بہت موٹی اور کلائیاں بہت چوڑی اور پُر گوشت تھیں۔ جو قمیص وہ پہنے ہوئے تھا، اس کے ناپ کی ہونے کے باوجود تنگ لگ رہی تھی۔ اس کا نام ٹیڈی تھا۔ اپنے بھدے پن کا بدلہ وہ اپنے کیڈٹ ساتھیوں پر دھونس جما کر، ان کے ساتھ زور زبردستی کر کے لیتا تھا۔ مذاق مذاق میں وہ کسی کے بھی کندھے پر ہتھوڑے جیسا گھونسہ رسید کرتا...... ایسا گھونسہ کہ مضروب کو لگتا کہ اس پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ بیس منٹ تک تو وہ بے چارہ اپنے متاثرہ بازو کو ہلا بھی نہیں پاتا تھا۔

اس وقت ٹیڈی نے نئے پلاٹون آفیسر پر طبع آزمائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اس پر بہترین تاثر چھوڑنے کے موڈ میں تھا۔ تا کہ سارجنٹ ہمیشہ اسے اہمیت دیتا رہے۔

اس نے سارجنٹ نیف کے سینے پر لگے چمک دار بلوں کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ''سارجنٹ، یہ تمہارے میڈل......''۔

''تم مجھ سے صرف اس صورت میں بات کرو گے، جب میں تم سے کچھ پوچھوں''۔ سارجنٹ نیف نے گرج کر کہا۔ ''اور تم میرا کہا ہر لفظ غور سے سنو گے۔ کیوں کہ میں اپنی اس نئی جاب میں چاند کی طرح چمکنے اور نمایاں ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں صرف اسی صورت میں چاند کی طرح چمک سکتا ہوں کہ میں تم سب کو روشن اور چمک دار ستارہ بنا دوں۔ تم وہ یونٹ ہو، جس سے میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی کارکردگی کی چمک اس پریڈ گراؤنڈ میں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چوندھیا دے گی''۔

سب خاموش تھے۔

نیف نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر زور دے کر پوچھا۔ ''سمجھ گئے تم لوگ؟''۔

پلاٹون کے کیڈٹوں کے چہرے پھیکے پڑ گئے تھے۔ تاہم انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ سچ یہ ہے کہ وہ اپنے نئے لیڈر سے بری طرح مرعوب ہو گئے تھے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ٹیڈی نے سر جھکا لیا۔ اس کا حلق حرکت کر رہا تھا، جیسے وہ تھوک نگل رہا ہو...... یا کوئی کڑوی دوا۔ اپنے مرعوبین اور متاثرین کے سامنے یوں شرمندہ کیا جانا اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ کسی نہ کسی طور اسے اس کا بدلہ لینا تھا۔

''ناشتے کے بعد میں تم سب سے باری باری اپنے آفس میں ملنا چاہوں گا''۔ نیف نے کہا۔ ''مگر فی الحال میں تم لوگوں سے نام ضرور پوچھوں گا''۔

نیف مارک کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ اسے استفسار طلب نظروں سے گھور رہا تھا۔

''مارک تھورن''۔ مارک تھورن نے کہا۔ وہ نیف کی نگاہ اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس کر رہا تھا۔

''تھورن، مجھے اپنے رینک سے بہت محبت ہے''۔

''مارک تھورن سارجنٹ''۔ مارک نے اضافہ کیا۔

''اوہ......تو تم تھورن ہو''۔ سارجنٹ نیف مسکرایا۔ ''اس انسٹی ٹیوٹ سے تمہاری فیملی کا بہت گہرا تعلق ہے۔ ہے نا؟''

مارک تھورن نے دولت اور طاقت کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ اسے سکھایا گیا تھا کہ دوسروں کو اپنی دولت اور طاقت کا احساس دلانا بدتمیزی ہے۔ اسے خودنمائی کی ضرورت نہیں۔ اس وقت سارجنٹ کی بات سن کر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جواب میں کیا کہے، چناں چہ وہ خاموش رہا۔

لیکن نیف جواب چاہتا تھا۔ ''جواب دو۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

مارک نے ڈپلومیسی سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ ''میرے والد اور تایا یہاں کیڈٹ رہ چکے ہیں''۔ اس نے سادگی سے کہا۔

''گڈ''۔ نیف کو اس کی حاضر دماغی اور شائستگی اچھی لگی۔ ''لیکن ایک بات سمجھ لو''۔ وہ بولا۔ ''اس بنیاد پر رعایتوں کی امید کبھی نہ رکھنا۔ یہاں موجود تمام لوگ ایک جیسے ہیں...... برابر ہیں''۔

مارک نے تیزی سے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''یس سارجنٹ''۔

ٹیڈی کو اس میں اپنے لئے عزت کی بحالی کا موقع نظر آیا۔ ''یہ مکالمے ہم پہلے بھی سن چکے ہیں''۔ اس نے ایسی سرگوشی میں کہا، جو سب کو صاف سنائی دی۔

تمام کیڈٹ اپنی جگہ ٹھٹھر کر رہ گئے۔

نیف ایڑیوں کے بل گھوما۔ اس کی انگلی ٹیڈی کی طرف اٹھی۔ ''لیکن میری موجودگی میں یہ مکالمے تم نے پہلی بار سنے ہیں''۔ اس نے برہمی سے کہا۔

ٹیڈی ایک بار پھر سارجنٹ نیف کی تیز نگاہ کے سامنے آنکھیں نیچی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ نیا آدمی اور طرح کا ہے، ایک بار پھر اسے سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔

نیف قطار میں آگے بڑھا۔ ''نام بتاؤ''۔

''میرا نام ڈیمین تھورن ہے سارجنٹ''۔

نیف نے ایک نظر مارک کو دیکھا، پھر اس کی نظر ڈیمین کی طرف پلٹ آئی۔ ''تم دونوں میں کوئی مشابہت تو نہیں ہے''۔

''ہم کزن ہیں سارجنٹ''۔ ڈیمین خطرہ مول لیتے ہوئے مسکرایا۔

نیف کی آنکھوں میں بھی ایک ثانئے کو چمک سی ابھری۔ مگر اگلے ہی ثانئے معدوم ہو گئی۔ ''ٹھیک ہے، لیکن جو میں نے مارک سے کہا، وہ تمہارے لئے بھی ہے۔ رعایت کی امید مت رکھنا''۔

ڈیمین نے اثبات میں سر ہلایا۔

نیف آگے بڑھ گیا۔ ڈیمین کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اس شخص میں کوئی بات تھی۔ اس کی موجودگی ایک طرف اس کے اعصاب پر بوجھ تھی تو دوسری طرف اس کے جسم میں سنسنی بھی دوڑاتی تھی۔ اب وہ پوری طرح سے اپنے ردعمل کو سمجھ نہیں پا رہا تھا، بیان نہیں کر سکتا تھا۔

..................X..................

ساٹھ میل دور، شکاگو کے قلب میں رچرڈ تھورن اس لمحے تھورن انڈسٹریز کی وسیع و عریض عمارت کی لابی میں چل رہا تھا۔ اس کے ساتھ کمپنی کا صدر بل ایتھرٹن تھا۔ لابی میں کچھ لوگ موجود تھے۔ لیکن صبح کی ابتدائی ساعتوں میں وہاں بہت ہجوم نہیں تھا۔ یا تو وہ لوگ تھے، جو رات کی شفٹ کر کے جا رہے تھے یا وہ لوگ تھے، جن کے لئے کام نشے کی حیثیت رکھتا ہے۔

بل ایتھرٹن بے حد مہربان طبع، خود کو پس منظر میں، بے حد غیر نمایاں رکھنے والا شخص تھا۔ وہ چاہتا تو بہت کامیاب جاسوس ثابت ہوتا۔ اس کی شخصیت اور رکھ رکھاؤ ایسا تھا کہ دوسروں کو اس کے وجود کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس کی عمر 64 سال تھی۔ زندگی بے حد ہموار تھی۔ وہ کوئی جدوجہد کرتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن مناسب رفتار سے، پورے یقین کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھتا نظر آتا تھا۔

تعلیم مکمل کرنے کے فوراً بعد بل نے تھورن انڈسٹریز میں قدم رکھا تھا۔ ابتدا میں اس نے پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ کے شعبے میں کام کیا تھا۔ بہ تدریج ترقی کرتے ہوئے وہ ایگزیکٹوز ینے تک پہنچا تھا اور اب وہ اس سے اوپر صرف رچرڈ تھورن تھا، جو کمپنی کا چیف ایگزیکٹو آفیسر اور بورڈ کا چیئرمین تھا۔

بل کو کالج کے دنوں میں محبت ہوئی۔ اسی لڑکی سے اس نے شادی کی اور اس شادی کے موقعے پر اس نے جو مکان خریدا، وہ آج بھی اسی مکان میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی اب بھی وہی تھی اور وہ اس سے پہلے جیسی محبت کرتا تھا۔ بیوی سے زیادہ وہ اس کی محبوبہ تھی۔ وہ اس کی ندگی میں آنے والی پہلی اور آخری عورت تھی۔ وہ کبھی بے وفائی کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔ اس کی زندگی ایک خاص رفتار سے بہنے والی ندی کی طرح پرسکون تھی۔ اس کی زندگی میں اچانک پن کی، کسی حیرت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، بلکہ وہ اس پر حیران ہوتا تھا کہ اس کے جاننے والوں کی زندگی میں تبدیلیاں کیسے آتی ہیں۔ وہ اتنے متلون مزاج کیوں ہیں۔

بل لگی بندھی زندگی ضرور گزارتا تھا۔ مگر نہ وہ کوڑھ مغز تھا، نہ بے وقوف۔ ہوتا تو تھورن انڈسٹریز کی صدارت اسے کیسے ملتی۔ یہ عہدہ اس نے اپنی ذہانت اور محنت کے زور پر حاصل کیا تھا۔

اس وقت بل کے ذہن پر ایک بوجھ تھا، جو اسے پچھلے کچھ عرصے سے ستا رہا تھا۔ اس الجھن کا تعلق پال بوہر سے تھا، جو اسپیشل پروجیکٹس کا ڈائریکٹر تھا اور براہ راست اس کا ماتحت تھا۔

پال بوہر عمر میں بل سے تیس سال چھوٹا تھا۔ اس نے کبھی اپنی اس خواہش کو چھپا کر نہیں رکھا تھا کہ وہ بل ایتھرٹن کی جگہ لینا چاہتا ہے۔ لیکن بل کو اس سے کوئی پریشانی نہیں تھی، کمپنی کی اندرونی سیاست سے وہ بے نیاز تھا۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا اور صرف اپنے کام کی فکر کرتا تھا۔ وہ یوں بھی مطمئن تھا کہ اپنا کام وہ پوری دیانت داری اور لگن سے کرتا تھا اور رچرڈ تھورن اس کا سب سے پرانا اور سب سے قریبی دوست تھا اور رچرڈ ایسا آدمی نہیں تھا کہ انقلابی تجاویز اور شعبہ بازیاں اسے ڈانواں ڈول کر سکیں۔ بل کو فکر صرف اس بات کی تھی کہ جیسے جیسے وہ پال بوہر کو سمجھ رہا تھا، اس کے جوہر اس پر کھل رہے تھے اور وہ کوئی اچھی تصویر نہیں تھی۔ پال بوہر بے حد سفاک، بے رحم اور نہایت بے اصول آدمی کے روپ میں سامنے آ رہا تھا۔ وہ جس انداز میں کام کرتا تھا اور کرنا چاہتا تھا، وہ کمپنی کے امیج کے لئے تباہ کن تھا اور یہ بات بہت اہم تھی۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ پال بوہر کو اگر مزید ذمہ داری سونپی گئی تو وہ تھورن انڈسٹریز کو کسی بہت بڑی مصیبت میں پھنسا دے گا۔

اس وقت لابی میں رچرڈ تھورن کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بل ایتھرٹن سب کچھ سوچ رہا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ دونوں اس وقت پال بوہر سے ملنے جا رہے تھے۔ ایک زراعتی پلانٹ کے بارے میں فیصلہ ہونا تھا، جو پال بوہر چاہتا تھا کہ تھورن انڈسٹریز خرید لے۔ بل نے اس صبح ضروری کام خاص طور پر نمٹا لئے تھے۔ تاکہ پلانٹ پر پہنچنے سے پہلے وہ رابرٹ تھورن کو اس سلسلے میں اپنے خیالات سے آگاہ کر سکے۔ وہ جانتا تھا کہ پلانٹ پر پہنچنے کے بعد معاملات اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

رچرڈ تھورن ہمیشہ کی طرح ڈپلومیسی سے کام لے رہا تھا۔ ''سب سے پہلے میں نے یہ بات محسوس کی اور کہی تھی کہ پال بوہر کے ساتھ کام کرنا آسان نہیں۔ وہ ایک دشوار آدمی ہے''۔ اس نے کہا۔ ''لیکن یہ مت بھولو کہ اس جیسا قابل اور لائق آدمی تلاش کرنے میں ہمیں تین سال لگے تھے''۔

وہ دونوں اب ریوالونگ ڈور کے پاس پہنچ رہے تھے۔ ''مجھے اس کی قابلیت اور صلاحیتوں سے انکار نہیں''۔ بل نے کہا۔ ''بات یہ ہے کہ......''۔

''اس کا انداز کار مسئلہ ہے''۔ رچرڈ نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

وہ باہر نکل آئے۔ وہاں رچرڈ کی لیموزین موجود تھی۔

بل نے نفی میں سر ہلا کر اختلاف کا اظہار کیا۔ ''میں اس سے بھی نمٹ سکتا ہوں''۔ اس نے کہا۔ ''میں بہت مختلف اور بہت مشکل لوگوں کے ساتھ کام کر چکا ہوں۔ نہیں رچرڈ، اس کی تجویز مجھے پسند نہیں...... میرے حلق سے اترتی ہی نہیں اور میں اس سلسلے میں کھل کر اظہار کر رہا ہوں...... بغیر کسی لحاظ کے''۔

''تمہیں یہ فکر ہے کہ ہم اس معاملے میں محکمہ انصاف کی طرف سے دشواری میں پڑ جائیں گے؟''

''دیکھو...... وہ بڑے نازک معاملات کو چھیڑ رہا ہے''۔

وہ گاڑی کے پاس پہنچے۔ مرے نے باہر نکل کر ان کیلئے دروازہ کھولا۔

''ہمیں اس کی بات تو سننی چاہئے''۔ رچرڈ نے عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تم اعتراض بہت معقول انداز میں کرتے ہو۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں اعتراض معمول سے زیادہ محتاط لفظوں میں کرو''۔

مرے نے دروازہ بند کیا۔ بل نے رچرڈ کی ڈپلومیسی پر ستائشی قہقہہ لگایا۔

..................X..................

اکیڈمی میں بریڈلے پلاٹون اپنے لیڈر سے باری باری ملاقات کے مرحلے میں تھی۔ تمام کیڈٹ سارجنٹ نیف کے دفتر کے باہر راہداری میں کھڑے تھے، نیف ایک ایک کر کے انہیں بلا رہا تھا، جو ابھی اندر نہیں گئے تھے، وہ پرتشویش انداز میں اپنی باری کے منتظر تھے۔

ٹیڈی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا کوشش کر رہا تھا کہ سب لوگ سمجھ جائیں کہ اس وقت وہ بوریت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کیلئے اس بات کی بڑی اہمیت تھی کہ جس شخص نے اس کی کئی بار توہین کی تھی، اس کے بارے میں اس کا انداز جارحانہ ہو اور اسے نڈر سمجھا جائے۔

درحقیقت ٹیڈی سارجنٹ نیف سے بری طرح خوف زدہ تھا کیونکہ نیف زبان درازی اور بدتمیزی کی حد کو پہنچی ہوئی خوداعتمادی سے متاثر ہونے والا آدمی نہیں لگتا تھا۔ اس لحاظ سے پلاٹون میں ٹیڈی کی پوزیشن خطرے میں تھی۔ اب وہ اسے بچانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اسے اپنے انداز کو یکسر تبدیل کرنا ہوگا لیکن وہ کیا لائحہ عمل اپنائے، یہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

اس وقت بھی کچھ خوشامدی کیڈٹ ٹیڈی کے گرد جمع تھے۔ وہ بھی بے زاری اور بوریت ظاہر کرنے میں ٹیڈی کی نقل کر رہے تھے۔

پھر انتظار کی اعصاب شکنی نے ٹیڈی کو کچھ کرنے پر اکسایا۔ وہ سامنے والی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس دیوار پر چالیس کے لگ بھگ فریم میں لگے فوٹوگرافس آویزاں تھے۔ وہ اکیڈمی کی فٹ بال کی ٹیموں کی تصویریں تھیں اور زمانی ترتیب میں آویزاں کی گئی تھیں۔ انہیں ترتیب سے دیکھنا بڑا سحر انگیز تھا۔ اس سے کھیل کے ارتقا کی مکمل تصویر سامنے آتی تھی۔ ان سے نسلی تقابل بھی کیا جا سکتا تھا۔ پرانے کیڈٹ کیسے تھے اور موجودہ کیڈٹ کیسے ہیں۔ ان تصویروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پرانے لوگ اپنی وردی پر فخر کرتے تھے جبکہ موجودہ لوگ چڑتے ہیں، اسے پابندی سمجھتے ہیں۔

ٹیڈی کو بالآخر وہ چیز نظر آ گئی، جس کی اسے تلاش تھی۔ ''یہ رہا وہ''۔ اس نے اپنی موٹی بدنما انگلی سے اشارہ کیا۔

اس کے چمچے لپک کر اس طرف چلے آئے۔ ''ذرا اسے دیکھو۔ یہ رابرٹ تھورن ہے۔ کوارٹر بیک کی پوزیشن پر کھیلتا تھا''۔ اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں تمسخر تھا اور وہ کن انکھیوں سے ڈیمین تھورن کو دیکھ رہا تھا۔ ''پیسے سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔ ثابت ہو گیا نا''۔

ڈیمین دوسری دیوار سے ٹکا کھڑا تھا۔ اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''ٹیڈی''۔ اس کے لہجے میں کھلا انتباہ تھا۔

ٹیڈی نے اپنے چمچوں کو دیکھا۔ ان کے چہروں پر اسے صاف نظر آیا کہ وہ اس سے مزید توقع کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے اس نے اور وار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ''سوال یہ ہے کہ اسے اپنی رقم کا صلہ بھی ملا یا نہیں''۔

چمچے ہنسنے لگے۔ ڈیمین ٹیڈی پر جھپٹنے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ اچانک نیف کے آفس کا دروازہ کھلا اور مارک تھورن باہر آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی اسے فضا میں کشیدگی اور سنگینی کا احساس ہو گیا۔ اس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ کشیدگی ڈیمین اور ٹیڈی کے درمیان ہے۔ اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور ڈیمین سے کہا۔ ''ڈیمین...... اب تمہارا بلاوا ہے''۔

ڈیمین نے پہلے مارک کی طرف اور پھر ٹیڈی کو دیکھا۔ ''تم آئندہ میرے ڈیڈی کا نام بھی اپنی زبان پر نہ لانا''۔ اس کے لہجے میں حیران کن خوف ناکی تھی۔ ''کبھی بھی نہیں۔ یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے''۔ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دروازہ کھول کر نیف کے کمرے میں چلا گیا۔

ٹیڈی نے مارک کو گھور کر دیکھا اور بے حد خراب لہجے میں بولا۔ ''تمہارا کزن خود کو کوئی بہت بڑی چیز سمجھتا ہے''۔ یہ کہہ کر وہ اپنے چمچوں کی طرف مڑا۔ ''میرے ڈیڈی کہتے تھے کہ تھورن فیملی کے لوگ اپنے ہیٹ آرڈر پر مجبوراً تیار کراتے ہیں کیوں کہ اسٹورز پر جو ہیٹ ملتے ہیں، وہ ان کے سروں کے سائز سے بہت ہیں''۔ یہ کہہ کر وہ تمسخرانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

دوسرے کیڈٹ بھی ہنسنے لگے۔ کچھ تو اس کے چمچے تھے۔ دوسرے اس کے خوف کی وجہ سے ہنس رہے تھے۔

مارک بڑے پرسکون انداز میں ٹیڈی کی طرف بڑھا۔ ''کیا تم کو ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہے؟'' اس نے چہکتی آواز میں پوچھا۔

ٹیڈی کی سمجھ میں اس بات کا مطلب نہیں آیا۔ ویسے اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس میں اس کے لئے کوئی توہین آمیز بات ہے۔ اس کے باوجود اسے یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ مارک اس سے ٹکرانے کی جرأت کر رہا ہے۔ ڈیمین کی بات اور تھی، وہ سخت مزاج اور سخت جان تھا، لیکن مارک؟ اس کے خیال میں تو مارک میں دم ہی نہیں تھا۔

''کیا...... کیا کہا تم نے؟'' ٹیڈی تن کر کھڑا ہو گیا۔ مارک اس کے سامنے بونا لگ رہا تھا۔

''تمہاری آسانی کیلئے میں دہرا دیتا ہوں''۔ اس صورت حال میں مارک کا سکون غیر معمولی تھا۔ ''میں نے پوچھا، کیا تمہیں ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہے؟''

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’نہیں‘‘ ٹیڈی نے جواب دیا۔اس کی سمجھ میں اب بھی نہیں آیا تھا کہ مارک کس چکر میں ہے۔

’’بس تو اس لمحے سے تم یہ مشغلہ شروع کردو‘‘۔مارک نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔اس کے ساتھ ہی وہ اچھلا اور پوری قوت سے ٹیڈی کے بائیں جوتے پر اپنا جوتا مارا۔آوازیں بہت زور کی تھی۔

ٹیڈی تو ششدر رہ گیا۔وہ ایسا ساکت ہوا کہ لگتا تھا، سانس لینا بھی بھول گیا ہے۔اسے یہ صدمہ بھی تھا کہ مارک جیسے مسکین لڑکے نے اس کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ پہلے تو اس نے بڑی مشکل سے اپنے حلق میں مچلنے والی چیخ کا گلا گھونٹا۔پھر وہ تکلیف کی شدت سے ایک ٹانگ پر اچھلنے لگا۔گزرتے لمحوں کے ساتھ اس کا صدمہ اور بڑھ گیا۔مارک جیسے کم ہمت لڑکے کو یہ جرأت کیسے ہوئی۔آج تک اکیڈمی میں کسی کو اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی۔اس کے مقابل تو زبانی طور پر بھی کبھی کوئی نہیں آیا تھا۔کیا یہ کہ جسمانی طور پر اسے تکلیف پہنچائے۔ٹیڈی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

ٹیڈی ذہنی طور پر کبھی مستعد اور تیز لڑکا نہیں رہا تھا۔اس وقت غصہ اسکے اندر بری طرح ابل رہا تھا اور وہ یہ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا اس غیر متوقع جارحیت پر کیا ردعمل ہونا چاہئے،اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچتا مارک تمسخرانہ سوگواری سے سر ہلاتے ہوئے دوبارہ اچھلا۔اس بار اس کا نشانہ ٹیڈی کا داہنا پاؤں تھا۔

اس بار ٹیڈی نہ صرف اپنی اذیت بھری چیخ کا گلا نہ گھونٹ سکا، بلکہ اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی ممکن نہیں رہا۔وہ کبھی ایک پیر پر اچھلتا اور کبھی دوسرے پر۔ وہ اچھی خاصی رقص کی پوزیشن تھی......لیکن بے حد اذیت ناک!۔

دوسرے کیڈٹ ٹیڈی کی حالت زار پر ہنسنا چاہتے تھے۔ٹیڈی کا ہر لمحہ پھدکنا منظر ہی ایسا تھا۔لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ابھی یہاں زبردست فائٹ ہونے والی ہے۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس میں فاتح کون ہوگا۔چناں چہ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہنسنا ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔انہوں نے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا اور مارک اور ٹیڈی کیلئے میدان خالی کرنے کے انداز میں پیچھے ہٹنے لگے......

..................X..................

سارجنٹ نیف اپنی ڈیسک کے عقب میں بیٹھا ڈیمین کی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ڈیمین ڈیسک کے سامنے اسٹینڈ ایٹ ایز پوزیشن میں کڑا تھا۔اس کے انداز میں پختہ کار فوجیوں کا سا وقار تھا۔

نیف کو جس چیز کی تلاش تھی، وہ بالآخر وہ اسے ل گئی۔گریڈز کی اس لسٹ پر اس نے انگلی پھیری اور بولا۔’’ریاضی گڈ، سائنس ویری گڈ، ملٹری ہسٹری......فیئر......‘‘ اس نے بھویں اچکاتے ہوئے ڈیمین کو دیکھا۔’’یہاں محنت کی ضرورت اور بہتری کی کافی گنجائش ہے‘‘۔

’’یس سارجنٹ‘‘۔ڈیمین نے کہا لیکن اس کی پوری توجہ سارجنٹ کی طرف نہیں تھی۔وہ کھڑکی سے باہر اکیڈمی کی سب سے جونیئر پلاٹون کے لڑکوں کو صبح کے تفریحی وقفے کے دوران ادھر ادھر بھاگتے دیکھ رہا تھا۔

’’فزیکل ٹریننگ......شاندار‘‘۔نیف کا تبصرہ جاری تھا۔اس نے فائل ایک طرف ہٹائی اور آگے کی طرف جھکا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ باہر گڑتے ہوئے ڈیمین سے کہا۔’’میں نے سنا ہے کہ تم فٹ بال کے اچھے کھلاڑی ہو‘‘۔

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیئے۔وہ جانتا تھا کہ یہ درست ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے۔وہ اس پر یقین رکھتا تھا کہ لفظوں سے کچھ نہیں ہوتا۔عمل خود مکمل ثبوت ہوتا ہے۔کارکردگی خود منہ سے بولتی ہے۔

’’جو کچھ حاصل کرو،اس پر فخر کرنا بھی سیکھو‘‘۔سارجنٹ نیف نے گرج دار آواز میں کہا۔ڈیمین چونکا اور جھولنا بھول کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔’’فخر بے وجہ ہو تو نقصان دہ ہوتا ہے لیکن فخر کرنے کی معقول وجہ ہو تو فخر کرنا چاہئے‘‘۔سارجنٹ نے اپنی بات پر زور دینے کے لئے میز پر گھونسہ مارا۔

’’یس سارجنٹ‘‘۔ڈیمین کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اور کیا کہے۔

نیف نے پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔’’آج سہ پہر کو میں تمہارا کھیل دیکھوں گا‘‘۔اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ ڈیمین کو چیلنج کر رہا ہے۔

ڈیمین نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔سارجنٹ اب اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔

کچھ دیر عجیب سی خاموشی رہی۔ایسا لگتا تھا کہ سارجنٹ نیف اپنے منتشر خیالات کو یک جا کر رہا ہے۔چند لمحے بعد اس نے آنکھیں بند کرلیں، اب وہ بولا تو اس کی آواز جذبات سے بوجھل تھی۔’’میں یہاں تمہیں پڑھانے......سکھانے کیلئے ہوں‘‘۔اس نے کہا۔’’لیکن یاد رکھو، میں یہاں اس لئے بھی ہوں کہ تمہاری مدد کرسکوں......‘‘۔اس کا انداز ایسا تھا، جیسے اپنی بات مؤثر طور پر کہنے کیلئے اسے مناسب الفاظ کی تلاش میں دشواری ہو رہی ہو۔’’کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو تمہیں تو میرے پاس چلے آؤ۔تمہیں کبھی بھی خوف زدہ نہیں ہونا......‘‘۔

خوف! کیسا خوف؟ ڈیمین نے چونک کر سوچا۔اب وہ پوری طرح سے نیف کی طرف متوجہ تھا۔

’’دن ہو یا رات، مشورے کی ضرورت ہو تو کسی بھی وقت میرے پاس چلے آؤ‘‘۔نیف نے آنکھیں کھولیں۔’’تم سمجھ رہے ہو نا؟‘‘

ڈیمین کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا، لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔’’یس سارجنٹ‘‘۔

’’ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔مجھے یقین ہے کہ ہماری خوب نبھے گی‘‘۔نیف نے کہا۔اب وہ دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہوا اور ایک خاص پیراگراف تھپتھپانے لگا۔’’اوہ......تو تم یتیم ہو‘‘۔

ڈیمین نے اثبات میں سر ہلایا۔’’وہ بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

نیف کی مسکراہٹ ہمدردانہ تھی۔’’میں بھی ہوں‘‘۔اس نے کہا۔’’یہ ہمارے درمیان قدر مشترک ہے‘‘۔

ڈیمین نے نیف کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس ملاقات کے دوران کوئی ایسی بات ہو رہی ہے، جسے رو سمجھ نہیں پا رہا ہے اور یہ بے خبری اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

نیف کے ہونٹوں سے مسکراہٹ بالکل اچانک ہی ہوا ہوگئی۔وہ اٹھا اور تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔اب اس کی آواز پہلے جیسی بر تکلف اور لہجہ پہلے جیسا سدھا تھا۔ اس نے اپنی بھوؤں کو انگلی سے سہلاتے ہوئے کہا۔’’فوسٹر کو اندر بھیج دینا‘‘۔

وہ اس بات کا اشارہ تھا کہ ملاقات ختم ہوئی۔

ڈیمین چند لمحے اس کی پیٹھ کو تکتا رہا۔پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نیف نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو سر جھکا کر ٹھوڑی اپنے سینے پر ٹکالی اور یوں سکون کی گہری سانس لی، جیسے کسی بہت اہم اور دشوار ترین مرحلے سے بہ مشکل کامیابی سے گزرا ہو۔

..................X..................

ڈیمین نے باہر راہداری میں قدم رکھا تو عجیب منظر اس کے سامنے تھا۔مارک فرش پر گرا ہوا تھا۔اس کا چہرہ لہولہان تھا۔ٹیڈی اسے مار رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

’’ٹیڈی!‘‘ وہ ڈیمین کی ایسی آواز تھی، جو اس سے پہلے کس نے کبھی نہیں سنی تھی۔خود ڈیمین نے بھی نہیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس آواز میں گہرائی تھی۔ رگوں میں خون ٹھٹھرا دینے والی نفرت تھی، غصہ تھا......اور ایسا تحکم تھا، جس کے سامنے سر نہیں اٹھایا جاسکتا۔

ٹیڈی نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ لیکن جیسے ہی اس نے ڈیمین کی سرد، تیز نگاہوں کو دیکھا، وہ مسکراہٹ ہوا ہونے لگی۔

تمام کیڈٹ خاموش تھے۔

پھر عجیب طرح کی کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ایسی آواز تھی جیسے دھات کے دو اسکیلوں کو آپس میں ٹکرایا جارہا ہو۔ ٹیڈی نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن اس آواز کا کوئی ظاہری سبب کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ یہی نہیں، اسے یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ وہ آواز کسی اور کو سنائی نہیں دے رہی ہے۔ دوسرے کیڈٹ متوقع اور منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

آواز بلند ہوتی جارہی تھی۔ چند لمحوں میں یہ واضح ہوگیا کہ وہ کسی بڑے، جسیم پرندے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ تھی اور وہ آواز ٹیڈی کو عین اپنے سر کے اوپر کی طرف سے آرہی تھی۔

ٹیڈی ایڑیوں پر گھوما اور چلایا۔ ''اسے روکو''۔

اگلے ہی لمحے وہ اپنے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھا کر جیسے کسی غیر مرئی حملہ آور کو دھکیلنے اور خود کو بچانے کی کوشش کررہا ہو۔ اسے دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ کوئی غیر مرئی حملہ آور اس کے سر پر وار کررہا ہے۔

تمام کیڈٹس کے منہ کھل گئے تھے اور وہ ٹیڈی کو گھور رہے تھے، ڈیمین کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی ٹرانس میں ہے۔ مارک لڑکھڑاتا ہوا اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا تھا اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔

بالآخر ٹیڈی کے پیروں نے زمین چھوڑ دی۔ ایسا لگتا تھا کہ ہوا کے کسی جھکڑ نے اسے سر کے بالوں سے تھام کر اٹھایا ہے اور دیوار سے لگا دیا ہے۔

اس لمحے نیف کے آفس کا دروازہ کھلا اور نیف باہر آیا۔ اس اچانک مداخلت کے نتیجے میں ڈیمین کا ارتکاز ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنا سر جھٹکا اور بار بار اپنی پلکیں جھپکنے لگا۔

ٹیڈی دھپ سے نیچے گرا اور دیوار سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ پھڑپھڑاہٹ کی آواز معدوم ہوگئی تھی۔ تمام کیڈٹ دم بہ خود کھڑے تھے۔

''تم یہ فرش پر بیٹھے کیا کررہے ہو؟'' نیف نے ٹیڈی کو ڈپٹا۔

ٹیڈی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ فرش پر ایسے بیٹھا تھا، جیسے اب کبھی نہیں اٹھے گا۔ پھر اچانک وہ اپنے جبڑے مسلتے ہوئے دردناک آواز میں رونے لگا۔

''تمہیں کسی نے مارا ہے؟'' نیف نے اس سے پوچھا۔

ٹیڈی اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ''کسی نے نہیں مارا سر''۔ اس نے کہا اور جزوی طور پر اس کا جواب درست تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

نیف نے اس کے جواب کو تسلیم کرلیا۔ ’’اوکے‘‘۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ ’’اب فوسٹر میرے کمرے میں آجائے‘‘۔ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور اپنے کمرے میں واپس چلا گیا، فوسٹر نامی کیڈٹ اس کے پیچھے تھا۔

نیف کے کمرے کا دروازہ بند ہوگیا۔

راہ داری میں بہت بوجھل خاموشی تھی...... ایسی کہ ناقابل برداشت لگنے لگی تھی۔ تمام کیڈٹس ٹیڈی کو گھیرے کھڑے تھے۔

اچانک ڈیمین ان کے درمیان راستہ بناتا ہوا باہر جانے کے لئے بڑھا۔ مارک اس کے ساتھ تھا۔

بیرونی دروازے کی سیڑھیوں پر مارک نے ڈیمین کو جالیا۔ ’’تم نے کیا کیا تھا اس کے ساتھ؟‘‘ اس نے تفکر آمیز لہجے میں پوچھا۔

’’مجھے نہیں معلوم‘‘۔ ڈیمین نے پوری سچائی سے کہا۔ اس کی اپنی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کون ہے جو یہ سب کر رہا ہے۔ اسے تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ پاگل ہوگیا ہے یا ہونے والا ہے...... اپنے بار ابرٹ تھورن کی طرح!۔

مارک نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے قریب کرلیا۔ دونوں ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ ’’مجھے بینڈ جوائن کرنے کے لئے کہا گیا ہے‘‘۔ مارک نے کہا۔

ڈیمین مسکرایا۔ موضوع کی تبدیلی اس کے لئے خوش آئندہ تھی۔ ’’راہ...... یہ تو بہت بڑی خبر ہے‘‘۔ اس نے چہک کر کہا۔ اس ایک لمحے میں وہ پھر پہلے جیسا ہوگیا تھا، بے پروا، زندہ دل اور پرکشش۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ’’میدان میں پہنچ کر ریس شروع۔ میں تمہیں مناسب لیڈ بھی دوں گا‘‘۔ اس نے چیلنج کیا۔

چند لمحوں بعد وہ خوشی سے چیختے، ہنستے میدان میں دوڑ رہے تھے۔ ان کا انداز کم عمر لڑکوں والا تھا۔

..................X..................

تھورن فیملی کی حویلی معمول کے مطابق موسم سرما کے لئے بند کی جارہی تھی۔ فرنیچر پر بھاری سفید ڈسٹ کور ڈالے جارہے تھے۔ خادمائیں مصروف تھیں۔ گھر اب گھر سے زیادہ میوزیم لگ رہا تھا۔

این طعام گاہ سے نکلی اور ماربل کے زینے پر چڑھ کر دوسری منزل کے بیڈ رومز کی طرف جانے لگی۔ حویلی کو موسم سرما کے لئے خیر باد کہنے کا یہ عمل ہمیشہ اسے ایک مشقت لگتا تھا۔ اس لئے وہ اسے بہت تیزی سے نمٹانے کی کوشش کرتی تھی۔

وہ دوسری منزل پر پہنچی۔ وہاں خادمائیں تمام خواب گاہوں سے میلی چادریں سمیٹ کر اکٹھا کر رہی تھیں۔ این کو ایک دروازہ بند نظر آیا۔ ’’جین، آنٹی ماریان تیار ہوگئی ہیں؟‘‘ اس نے ایک خادمہ سے پوچھا۔

جین نے نفی میں سر ہلایا۔ ’’میرا تو خیال ہے کہ وہ ابھی سو کر ہی نہیں اٹھی ہیں۔ میں نے دروازے پر دستک دی لیکن جواب نہیں ملا‘‘۔

این خود آنٹی ماریان کے بیڈ روم کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازے پر دوبار زور کی دستک دی۔

کوئی جواب نہیں ملا۔

این نے سر ایک طرف جھکا کر اندر کی آوازیں سننے کی کوشش کی۔ لیکن اندر کوئی آواز نہیں تھی۔ ’’آنٹی ماریان‘‘۔ اس نے پکارا۔ ’’جلدی کریں۔ ورنہ آپ کی فلائٹ مس ہوجائے گی‘‘۔

اب بھی کوئی جواب نہیں تھا۔

این نے اندر جانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے دروازے کا لٹو گھمایا۔ لٹو گھوم گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔

اسے فوری طور پر آنٹی ماریان نظر نہیں آئیں۔ وجہ یہ تھی کہ بیڈ خالی تھا۔ بستر کی چادروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ صاحب بستر نے بے چین رات گزاری ہے۔

این کو خیال آیا کہ آنٹی ماریان باتھ روم میں ہوں گی۔ وہ باتھ روم کی طرف بڑھی تو اسے قالین پر آنٹی ماریان کا بکھرا ہوا وجود نظر آیا۔ ان کا جسم مڑی تڑی حالت میں پڑا تھا۔ ایک نظر دیکھ کر اندازہ ہوجاتا تھا کہ وہ مرچکی ہیں۔ قریب ہی ان کی بوسیدہ بائبل قالین پر الٹی پڑی تھی...... آنٹی ماریان کے پھیلے ہوئے ہاتھ سے صرف چند انچ کے فاصلے پر۔

این کا ہاتھ بے اختیار اپنے منہ کی طرف آیا۔ ورنہ وہ اپنی چیخ نہ روک پاتی۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ لیں اور پلٹ گئی۔ جیسے وہ اس منظر کو اپنی یادداشت اور اپنے تصور سے مٹا دینا چاہتی ہو۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ کاش گزشتہ رات آنٹی ماریان سے اتنی تلخ کلامی نہ ہوئی تھی۔ اب وہ تمام باتیں، سارے اختلافات اسے نہایت بے معنی اور مہمل لگ رہے تھے۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے وہ کھلی کھڑکی نظر آئی۔ کھڑکی کا زرد پردہ ہوا سے لہرا رہا تھا۔

..................X..................

شکاگو کے جنوب اور سسیرو کے مرغب میں الی نوائس واقع ہے۔ یہاں وہ نیا پلانٹ تھا، جو پال بوہر چاہتا تھا کہ تھورن انڈسٹریز خریدے۔ پلانٹ کی شیشے کی اونچی دیواریں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ 19 ویں صدی کے کسی لینڈ اسکیپ میں کسی سائنس فکشن فلم کے لئے سیٹ لگایا گیا ہو۔

کھلے میدان میں تھورن انڈسٹریز کا ہیلی کاپٹر اترا تو وہ بھی کسی فلم کا منظر لگ رہا تھا۔ وہیں جدید طرز کی برقی بگھی موجود تھی۔ دیکھنے میں وہ گولف کی گاڑی لگتی تھی۔ فرق یہ تھا کہ اس میں ٹیلی ویژن اور سی بی ریڈیو سسٹم بھی نصب تھا۔

اس کارٹ کو ڈرائیو کرنا ڈیوڈ پساریان کی ذمے داری تھی، جو تھورن انڈسٹریز کے ایگری کلچرل ریسرچ ونگ کا چیف تھا۔ پال بوہر نے اس کے لئے سفارش کی تھی کہ اس پلانٹ کو چلانے کے لئے وہ تھورن انڈسٹریز کا اہل ترین ایگزیکٹو ہے۔ وہ چھوٹے قد کا دبلا پتلا، جھلسی ہوئی رنگت والا انڈین تھا۔ اس کے لڑکپن کے تجربات اتنے تلخ تھے کہ وہ بھوک کی سختی کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایگری کلچر ونگ میں وہ سب سے پرجوش اور فعال کارکن تھا۔ یہ ونگ تیسری دنیا کو غذا فراہم کرنے کے سلسلے میں نئے طریقے وضع کرنے پر غور وفکر کرتا تھا۔ ڈیوڈ پساریان کو اس لفظ...... تیسری دنیا سے چڑ تھی۔ اسے غصہ آتا تھا۔ انسانوں کو رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنے والے اب دنیا کو بھی طبقاتی بنیادوں پر تقسیم کررہے تھے۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ بھوک سب کے لئے ایک جیسی ہوتی ہے۔ غذا کی ضرورت سب کی ایک جیسی ہوتی ہے۔

ڈیوڈ پساریان کو بنگلا دیش یاد تھا۔ اس نے بچوں کو دیکھا تھا، جن کے بازو اور ٹانگیں ماچس کی تیلیوں جیسی تھیں اور مٹکے جیسے بڑے پیٹ تھے۔ وہ غول اور غول سڑک پر پھرتے تھے اور ایک نوالہ چھیننے کے لئے کسی کی جان لینے کے لئے بھی تیار رہتے تھے۔

تفریق پسندوں کی یہ اصطلاح تیسری دنیا ڈیوڈ کو احساس کم تری میں مبتلا کردیتی تھی۔ دوسری طرف اپنے باس پال بوہر کا رویہ بھی اس کے لئے جھنجھلاہٹ کا باعث تھا۔ اس کے بارے میں سوچتا تو ڈیوڈ کی سمجھ میں یہی بات آتی تھی کہ پال بوہر نے بھوک سے سسکتے، بلکتے، دم توڑتے بچے کبھی نہیں دیکھے۔ وہ بھوک کبھی محسوس ہی نہیں کرسکا۔ اسے صرف پرسنٹیج پوائنٹس کا خیال رہتا تھا اور وہ نفع اور نقصان کے گوشواروں میں الجھا رہتا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ اعداد و شمار کا آدمی تھا، اسے یہ خیال نہیں آتا تھا کہ یہ اعداد و شمار بھوک سے لڑنے والے غریب لوگوں کے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ بھوک حد سے گزر جائے تو بھوک سے نڈھال، کمزور انسان کتنے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ پال بوہر صرف اتنا جانتا تھا کہ اگر دنیا میں بھوکے لوگ موجود ہیں اور آپ کے پاس غذائی اجناس کا کنٹرول ہے تو اس کا مطلب مسلسل ہونے والی معقول آمدنی ہے۔ ڈیوڈ پیاریان کے نزدیک پال بوہر کا رویہ ناجائز حد تک سرد اور سفاکانہ تھا۔ تاہم اس کی تسلی کے لئے یہ بہت تھا کہ دنیا کے بھوکے لوگوں کو کسی بھی طرح پیٹ بھر کھانا میسر آجائے۔

پال بوہر کا اصرار تھا کہ اس جدید طرز کی گولف گاڑی کو ڈیوڈ ہی ڈرائیو کرے گا۔ انسانیت کی خاطر ڈیوڈ نے اسے قبول بھی کر لیا تھا۔ لیکن اسے وہ ہالی ووڈ کا کسی فلم کا منظر لگ رہا تھا۔ ایسی فلمیں اس نے اپنے لڑکپن میں بہت دیکھی تھیں۔ ایک بڑا سفید پرندہ آسمان سے ٹپکتا ہے۔ اس میں سے ایک سفید فام نجات دہندہ باہر آتا ہے، جو مقامی لوگوں کی مدد کے لئے آیا ہے۔ وہ لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ یہ جو آتش فشاں پھٹنے والا ہے، اس کے پھٹنے کی وجہ ان کی بداعمالیاں اور گناہ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک قدرتی عمل ہے۔

یہاں جو بڑا سفید پرندہ اترا تھا، وہ تھورن انڈسٹریز کے چھوٹے ہیلی کاپٹروں میں سے ایک تھا اور اس میں سے جو سفید فام برآمد ہوئے تھے، وہ رچرڈ تھورن اور بل ایتھرٹن تھے اور وہ مقامی لوگوں کو کامن مارکیٹ کی اہمیت سمجھانے کے لئے آئے تھے۔ (یہ کامن مارکیٹ کی اصطلاح بھی ڈیوڈ پیاریان کو سخت ناپسند تھی) اس کے نزدیک دس سفید فام قومیں ایشیا اور افریقہ کی رنگ دار قوموں کے خلاف ایک ہو گئی تھیں اور وہ اس دور کی بے شمار قباحتوں کی طرح اس اشتراک کو فطری اور فائدہ مند جاننے پر مجبور تھا۔

ڈیوڈ پیاریان کمپنی کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اسے کمپنی کے بڑوں کے نظریاتی اختلافات کا بھی علم تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ پال بوہر کے لئے ایک بہت بڑا اور اہم موقع ہے۔ اس کے ذریعے وہ رچرڈ تھورن کو یہ باور کرا سکتا تھا کہ اس کا انداز کار کمپنی کی ترقی کے لئے بہترین ہے۔ پیاریان کا خیال تھا کہ پال بوہر نے یونیورسٹی سے پیہم اصرار اور قائل کر کے رہنے کے مضامین میں ڈگری لی ہے۔ اس نے پال بوہر جیسا مستقل مزاج آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پال میں صحیح وقت پر صحیح جگہ موجود رہنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کب اسے اپنی رائے پر ڈٹ جانا چاہئے اور کب پسپائی اختیار کرنی چاہئے۔ ہاں پسپائی اختیار کرنا اور بات تھی، لیکن پال بوہر اپنی کسی رائے، کسی نظریئے سے دست بردار ہونے کا قائل ہرگز نہیں تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس کے لئے وہ مناسب وقت کا ان تھک انتظار کر سکتا تھا اور اگر اسے لگتا کہ وہ مناسب وقت کبھی نہیں آئے گا، تو وہ کسی بھی طرح وہ کچھ کر گزرتا، جو اس کا کرنے کا ارادہ ہوتا۔ پال بوہر ہر حال میں جیتنے والوں میں سے تھا اور وہ رچرڈ تھورن کو چھوڑ کر کمپنی کے ہر شخص کے لئے خطرہ تھا۔ رچرڈ تھورن بھی صرف اس لئے محفوظ تھا کہ وہ کمپنی کا مالک تھا اور پال بوہر جانتا تھا کہ جب تک وہ زندہ ہے، تھورن انڈسٹریز اسی کی ملکیت رہے گی۔

ہیلی کاپٹر نے لینڈ کیا۔ سب نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ پھر چاروں افراد گولف گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈیوڈ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ رچرڈ تھورن اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ باقی دونوں پچھلی نشست پر تھے۔

پال بوہر گاڑی میں بیٹھتے ہی شروع ہو گیا۔ اس کا ہدف رچرڈ تھورن تھا اور اس کی کوشش یہ تھی کہ بل ایتھرٹن کے اعتراضات کو زبان پر آنے سے پہلے ہی پوری طرح غیر مؤثر کر دے۔

''بل اس معاملے میں غلطی پر ہے''۔ پال بلند آوازیں کہہ رہا تھا۔ ''میری رپورٹ واضح کرتی ہے کہ فی الوقت تھورن انڈسٹریز کے مفادات توانائی اور الیکٹرونکس کے شعبوں میں ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جبکہ میرا کہنا یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں جانب داری برت کر دوسرے بے حد اہم امکانات کو نظر انداز کرنے کی غلطی کرتے آرہے ہیں۔ لیکن یہاں، اس پلانٹ پر جو کچھ ہو رہا ہے، اسے نظر انداز کرنا تھورن انڈسٹریز کی کاروباری صحت کیلئے بے حد مضر ہے۔ یہ ہمارے منافع کے مستقبل کے لئے اچھا نہیں۔ ہمارا مستقبل کا ضائع صرف اور صرف قحط میں ہے۔ دنیا میں جہاں قحط پڑے گا، وہیں سے ہمیں کثیر منافع حاصل ہوگا''۔

ایتھرٹن اکراہ بھرے انداز میں کراہا۔ ''تمہارا یہ جملہ تمہارے مزاج کے عین مطابق ہے پال''۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بدمزگی سے کہا۔ اس کے لہجے میں حقارت تھی۔ ''یہ بڑی سنگ دلانہ اور سفاکانہ بات......''۔

''یہ محض ایک سچائی ہے۔ خالص سچائی!'' پال بوہر نے اس کی بات کاٹ دی۔

بل نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیا۔ اب وہ براہ راست رچرڈ سے مخاطب تھا۔ ''رچرڈ''۔ اس کے لہجے میں بے تابی تھی...... اپیل تھی۔ اگلے بیس برس میں مشرق وسطیٰ سے خریدا جانے والا تیل ہمارے ملک کو بیس بلین ڈالر سالانہ کا پڑے گا۔ خوش حالی دشوار تر ہوتی جارہی ہے۔ وہ راستے میں پڑی نہیں ملے گی۔ ایک گیلن پیٹرول کی قیمت ایک ڈالر ہو جائے گی تو خوش حالی کہاں سے آئے گی۔ اپنی قوم کے لئے اور پوری دنیا کے لئے ہماری اہم ترین ذمے داری کم قیمت پر توانائی کی فراہمی ہے۔ ہمیں اپنا وقت اور اپنی متبادل توانائی کی تلاش میں صرف کرنی ہوگی۔ جو پروگرام ہم شروع کر چکے ہیں، ان سے پیچھے تو نہیں ہٹا جا سکتا۔ ہم شمسی توانائی، نیوکلیئر توانائی اور ایسے ہی کئی میدانوں میں کام شروع کر چکے ہیں۔ ان میدانوں میں جو ہم نے ترقی کی ہے، کیا اس سے منہ موڑ لیں؟ کیا یہ کام ادھورا ہی ترک کر دیں؟ یہ تو وقت اور دولت کا بدترین زیاں ہوگا''۔

''جہاں تک وقت کا تعلق ہے بل''۔ پال بولا۔ ''تو جتنی دیر تم نے توانائی کی اہمیت پر اور مستقبل پر یہ شاندار گفتگو کی، اس دوران دنیا میں 8 افراد بھوک سے ختم ہو گئے۔ ہر آٹھ اعشاریہ چھ سیکنڈ میں دنیا میں کہیں نہ کہیں ایک انسان بھوک کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ ہر ایک منٹ میں 7 افراد۔ ہر گھنٹے میں 420 افراد اور ہر روز دس ہزار افراد بھوک کا شکار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ ہے صورت حال''۔

بل ایتھرٹن نے اپنا غصہ اور ناپسندیدگی چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ ''تم کہنا کیا چاہتے ہو پال؟''۔

پال کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ کسی ناسمجھ بچے کو سمجھا رہا ہو۔ ''میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ توانائی کے حصول کے نئے ذرائع دریافت کرنے کی کیا اہمیت ہے، اگر ان سے استفادے کے لئے روئے زمین پر کوئی انسان ہی نہ رہے''۔

رچرڈ تھورن نے اس موقعے پر مداخلت کا فیصلہ کر لیا۔ ''یہ نقشہ کچھ زیادہ ہی ہولناک نہیں ہے؟''۔ اس نے پوچھا۔

''وہ دن بہت قریب آچکا ہے رچرڈ جب بھوک روئے زمین سے انسانوں کا نشان بھی مٹا دے گی''۔ پال بوہر نے پرجوش لہجے میں کہا۔ ''وہ دن تمہاری توقع سے بہت پہلے آنے والا ہے''۔

''ٹھیک ہے۔ تم اپنی بات پوری کرو''۔ رچرڈ نے کہا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ پال بوہر صورت حال کو بڑھا چڑھا کر ضرور پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کے جبلی اندازے خطرناک حد تک درست ہوتے ہیں۔ اور ویسے بھی، دونوں طرف کی بات پوری طرح سننا سود مند ہی ہوتا ہے۔ خواہ کسی کا نکتہ نظر کیسا ہی ناپسندانہ ہو۔

پال بوہر نے ڈرامائی انداز میں سکون کی سانس لی۔ وہ اداکار بہت اچھا تھا۔ ''مجھے امید نہیں تھی کہ تم مجھ سے یہ کہو گے''۔

عقبی سیٹ پر بل ایتھرٹن نے سوگوارانہ انداز میں سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ ڈیوڈ پیاریان نے عقب نما میں یہ منظر دیکھا تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک زمانہ تھا کہ سچائی اور خلوص کی اہمیت تھی۔ لیکن یہ دور تھیٹر کے سے انداز کی پرفارمنس کا تھا۔ اور پال بوہر تو اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہر حال میں راہ نکال لیتا تھا۔

گولف گاڑی تیزی سے گرین ہاؤس کی طرف بڑھ رہی تھی، جو کہ اس کی منزل تھی۔ اس کے چاروں مسافر گفتگو میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ انہیں وہ گارڈ نظر ہی نہیں آیا، جو انہیں دیکھ کر بہت تن دہی سے ہاتھ ہلا کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیوں کہ ابھی ابھی رچرڈ تھورن کے لئے ایک بہت ارجنٹ کال آئی تھی۔

............x............

گرین ہاؤس کے اندر وہ چاروں ایک طویل روش پر آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی نظروں کے سامنے جو کچھ تھا، اسے ہرے رنگ کا لامتناہی سمندر ہی کہا جا سکتا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھے۔ جو کچھ وہ دیکھ رہے تھے، بے حد تعجب خیز تھا۔ وہ گنگ ہو کر رہ گئے تھے۔ وہاں ایک بہت بڑی میز تھی، جس پر غیر معمولی طور پر بڑی ترکاریاں موجود تھیں۔ کدو، لوکی، توری، ٹنڈے، شلغم، مولی، چقندر وغیرہ۔ ان کا سائز دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ وہ اصلی ہیں۔

پال بوہر نے دیکھ لیا تھا کہ بل ایتھرٹن بھی بہت متاثر ہوا ہے۔ اس بات سے اسے دلی خوشی ہوئی تھی۔ لیکن ظاہری طور پر وہ بے پروا نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ دھیمی آواز، ڈرامائی انداز میں اپنی Presentation جاری رکھے ہوئے تھا۔ ''کہتے ہیں، کسی زمانے میں ایک شخص تھا، جو ہر ایک سے پوچھتا پھرتا تھا...... کیا سمندر میں ہل چلایا جا سکتا ہے؟ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ پاگل ہے۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ بس وہ اپنے وقت سے آگے تھا۔ ایسے لوگ عام انسانوں کو پاگل ہی لگتے ہیں۔ اس کے سوال کا جواب ہے۔ ہاں...... سمندر میں ہل چلایا جا سکتا ہے، کاشت کاری کی جا سکتی ہے۔ نہ صرف کی جا سکتی ہے۔ بلکہ کی جانی چاہئے۔ ہائیڈروپونکس اس کوشش کا محض نکتہ آغاز ہے''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ اس روش پر آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں اطراف سبزیوں اور ترکاریوں کے قطعے تھے۔ وہاں لگی ہوئی ترکاریوں کے رنگ اپنے قدرتی رنگ سے کہیں زیادہ چمک دار اور سبز تھے۔

آگے بڑھے تو وہ اس حصے میں پہنچے، جہاں مختلف چارٹس اور گرافس آویزاں تھے۔ وہ نباتات کی غیر معمولی نمو سے متعلق تیکنیکی معلومات تھیں۔ اس کے علاوہ وہاں نمائشی چیزیں بھی تھیں۔

''یہاں آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ عہد جدید کے کاشت کار کو کیسا ہونا چاہئے''۔ پال بوہر کہہ رہا تھا۔ ''وہ یہاں اپنے سینٹرل ٹاور میں کنٹرول پیڈ کے سامنے بیٹھے گا۔ ٹیلی وژن اور کمپیوٹر کے ذریعے اسے اپنے کھیتوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔ اس کے لئے ہل چلانے کا کام الٹراسونک لہریں انجام دیں گی، جو ریموٹ کنٹرول کی مدد سے چلنے والے جہاز اس کی زمین پر برسائیں گے۔ اس ے کمپیوٹر کی مشینی انگلیاں کاشت کاری کے تمام مرحلوں میں کام کریں گی۔ وہ انگلیاں ہی پھل اور سبزیاں توڑ کر جمع کریں گی، اور انہیں درجہ بندی کے بعد مختلف کریٹس میں محفوظ کریں گی''۔

حیران اور متاثر بل ایتھرٹن نے پہلی بار زبان کھولی۔ ''اور اسی سے بھوکے بنگالیوں کو کیا فائدہ ہوگا؟''۔

''انہیں غذا میسر آئے گی''۔ پال بوہر نے تقریباً چیخ کر کہا۔ اس مرحلے پر وہ خود پر جذباتیت طاری کر رہا تھا۔ ''بنگالی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ صرف ایک پلیٹ ابلے ہوئے چاول کھا کر وہ دن بھر کڑی مشقت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح انہیں دنیا بھر کی نعمتیں مل سکیں گی۔ اس کے بعد وہ کتنی محنت کر سکتے ہیں، اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں''۔ وہ سانس لینے کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ بولا تو اس کا لہجہ اور پرجوش تھا۔ ''مگر اس کے لئے ہمیں سمندر میں کاشت کاری کرنی ہوگی۔ ہمیں فصلیں تیار ہونے کی رفتار میں اضافہ کرنا ہوگا۔ ہمیں مصنوعی گوشت تیار کرنا ہوگا۔ اور ہمیں...... یعنی تھورن انڈسٹریز کو اس سمت میں پہل کرنی ہوگی...... پہلا قدم بڑھانا ہوگا۔ ہمیں زمین خریدنی ہوگی یا کرائے پر حاصل کرنی ہوگی۔ ہمیں فصلوں پر اور جانوروں پر معقول کنٹرول حاصل کرنا ہوگا۔ ہم ایسی کیمیائی کھاد بنائیں گے، جو غذائی اجناس میں ہر اعتبار سے اضافہ کرے، اسے بڑھائے...... سائز میں بھی اور مقدار میں بھی۔ ہمیں ایسی مشینری بنانی ہوگی، جو بنجر زمینوں کو بھی زرخیز بنا دے۔ جو آلودگی کے باوجود سمندر میں بھی کھیت اگا دے''۔

''اور تمہاری حیثیت کیا ہوگی؟''۔ بل ایتھرٹن نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''تم اس انقلاب کے رہنما ہوگے...... زار؟''۔

پال بوہر کو جیسے توہین کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ اس نے خود کلامی کے سے انداز میں، دھیمی آواز میں کہا۔ ''میں آپ کو بتاؤں۔ میکسیکو کے پہاڑی علاقوں میں کبھی ایک قبیلہ آباد تھا۔ ان کی زمین بہت زرخیز تھی۔ مگر وہ آلات کاشت کاری سے محروم تھے۔ ان کے پاس اس زمین سے بھرپور فائدہ اٹھانے کیلئے ٹیکنالوجی نہیں تھی۔ وہاں ایک امریکی کمپنی بھی تھی، جو وہاں سڑکیں بنا رہی تھی، وہ اپنا کام مکمل کر کے وہاں سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے ان میکسیکن لوگوں کو ایک ٹریکٹر دیا اور اس کے استعمال کا طریقہ انہیں سکھایا۔ اس کے بعد ان مقامی لوگوں کو کاشت کاری کا ہنر آ گیا۔ جانتے ہو، انہوں نے اس ٹریکٹر کا کیا کیا؟''۔

''انہوں نے اس ٹریکٹر کو کھا لیا''۔ پیاریان بولا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے زبان کھولی تھی۔

یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ پال بوہر اس طنز اور تمسخر کو سمجھ نہیں سکا یا اس نے دانستہ اسے نظر انداز کر دیا۔ ''انہوں نے اس ٹریکٹر کے گرد ایک چرچ تعمیر کر دیا''۔ اس نے خود اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''اور انہوں نے ٹریکٹر کو قربان گاہ پر رکھ دیا۔ صبح و شام وہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے، اس کی پرستش کرتے''۔

بل ایتھرٹن کو اس لمحے اپنا جسم سرد ہوتا محسوس ہوا۔ کیا پال بوہر دنیا کی اس طرح کی اکثریت کے لئے خدا بننا چاہتا ہے۔

اسی وقت سفید کوٹ والا ایک ٹیکنیشن بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا۔ ''ایکسکیوز می مسٹر تھورن''۔ اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کیا۔ ''آپ کو فون پر بلایا جا رہا ہے۔ کوئی بہت ارجنٹ بات ہے''۔

رچرڈ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے تینوں ساتھیوں سے معذرت کی۔ پھر وہ کال ریسیو کرنے کیلئے چلا گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں بھی ڈسکشن جاری رہا۔

''تیل کمانے والے ممالک ہماری شہ رگ پر خنجر لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ بات سمجھتے ہو نا تم؟''۔ پال، بل ایتھرٹن سے کہہ رہا تھا۔ ''ہمیں ان کو کنٹرول کرنا ہے۔ جواب میں ہم ان کے پیٹ پر خنجر رکھ سکتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم بھوکے مر رہے ہو۔ ہمارے پاس غذائی اجناس ہیں۔ وہ تمہیں تیل کے بدلے مل سکتی ہیں۔ کیا تم میری اس پالیسی کو غیر اخلاقی قرار دو گے؟ میں ایسا نہیں سمجھتا۔ ہمارے سامنے بس یہی ایک راستا ہے۔ اور یہ قانون بقا ہے''۔

''میں اسے جانوروں کا قانون بقا قرار دوں گا۔ انسانوں کا نہیں''۔ بل ایتھرٹن نے حقارت سے کہا۔ ''اور ہم انہی بھوکے لوگوں کو اپنے لئے کاشت کار بنائیں گے۔ یہ تو غلامی کو فروغ دینا ہوا''

''میں انہیں غلام نہیں، خریدار کہوں گا۔ ہر آدمی اپنے پیٹ کا غلام ہے''۔

ڈیوڈ پیاریان پال کو ناپسند کرتا تھا۔ اس کے بے رحمانہ رویے اس کے لئے ناقابل قبول تھے۔ لیکن وہ بھوکے کا پیٹ بھرنے کو عبادت سمجھتا تھا۔ اور ڈیوڈ بہر حال بھوک کو مٹانے کی بات کر رہا تھا۔ ''میں پال سے متفق ہوں''۔ وہ بولا۔ ''ہمیں اس نئی جہت میں قدم رکھنا چاہئے''۔

اسی لمحے رچرڈ تھورن واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ''رات سوتے میں آنٹی داریان کا انتقال ہو گیا''۔ اس نے کہا۔ ''موت دم گھٹنے کی وجہ سے ہوئی''۔

بل ایتھرٹن کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اسے زبردست شاک لگا ہے۔ ''اوہ رچرڈ...... مجھے بہت افسوس ہے''۔

رچرڈ نے اس کے جواب میں سر کو جنبش دی۔ اس وقت وہ اپنے ذہن میں یہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔ ''اب مجھے تو یہاں سے فوراً جانا ہوگا''۔ اس نے بل سے کہا۔ ''تم مجھے ہیلی کاپٹر تک چھوڑ دو گے؟''۔

''کیوں نہیں''۔

''پال، تم فوراً کوئی فون پکڑو اور بورڈ آف ڈائریکٹرز کو مطلع کرو۔ جو ڈائریکٹرز ملک سے باہر ہیں، انہیں پلانٹ منیجر کی تعیناتی کے بارے میں یقینی اطلاع ہونی چاہئے''۔

''اس طرف سے بے فکر رہو رچرڈ''۔ پال بوہر نے کہا۔

''تدفین تین دن بعد ہوگی۔ اس دن کے اندر بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ ہونی ہے''۔

رچرڈ نے سب سے ہاتھ ملائے اور بل ایتھرٹن کے ساتھ چل دیا۔

پال بوہر نے جاتے جاتے اس کے کوٹ کی آستین تھام لی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''رچرڈ......کیا یہ ممکن نہیں کہ کل صبح میں ناشتہ تمہارے ساتھ کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پروجیکٹ کے بارے میں حتمی گفتگو کر لی جائے''۔

اس کی بات سن کر بل ایتھرٹن کو جھٹکا لگا۔ وہ تدفین کے موقعے پر بھی کاروباری معاملات کو اولیت دے رہا تھا۔

لیکن رچرڈ کا ردعمل مختلف تھا۔''ضرور......تم صبح آٹھ بجے میرے اپارٹمنٹ آ جانا''۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ بل ایتھرٹن اس کے پیچھے تھا۔

ڈیوڈ پیاریان بھی پال بوہر کی بے رحمی پر حیران تھا۔ پال کسی بھی حال میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں تھا۔ ایک بوڑھی عورت مرگئی تو کیا؟ دنیا کا کوئی کام کسی کی وجہ سے نہیں رکتا ہے۔ پال بوہر تو زندہ ہے۔ وہ اپنے آئیڈیے کو رچرڈ تھورن پر تھوپتا رہے گا۔ یہاں تک کہ تھورن انڈسٹریز اپنی پالیسیوں کے اعتبار سے اس راہ پر چل پڑے گی، جو اس نے سوچی اور تجویز کی ہے۔

پال بوہر نے ڈیوڈ کی سوچوں کا سلسلہ منقطع کر دیا۔''تھورن فیملی شہر واپس آ چکی ہے نا؟''۔

ڈیوڈ پیاریان نے اثبات میں سر ہلایا۔''ہاں......آج ہی واپس آئے ہیں وہ''۔

''موسم سرما پھر یہیں گزرے گا''۔ پال نے کہا اور فون کے لئے چل دیا۔ اسے رچرڈ کی ہدایات پر عمل کرنا تھا۔

مرنے کے بعد بھی ماریان تھورن راستے کا کانٹا ہی ثابت ہوئی ہے۔ پال بوہر سوچ رہا تھا۔

............x............

عین اسی لمحے بحر اوقیانوس سے تیس ہزار فٹ اوپر ایک اسرائیلی مسافر بردار طیارہ مغرب کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اسرائیلی ایئر لائنز کا وہ طیارہ تل ابیب ایئر پورٹ سے روانہ ہوا تھا۔

جہاز کے ٹورسٹ سیکشن میں ایک بے حد پرکشش انگریز عورت سفر کر رہی تھی۔ سیاہ بالوں اور نہایت چمکیلی آنکھوں والی اس عورت کا نام جوآن ہارٹ تھا۔ ڈاکٹر وارن نے رچرڈ سے اس کے سلسلے میں بات کی تھی۔ مگر وہ اس گفتگو کے نتائج سے بے خبر رچرڈ تھورن سے انٹرویو کیلئے امریکا جا رہی تھی۔ جب کہ رچرڈ تھورن کو انٹرویو دینا پسند نہیں تھا۔ رچرڈ تھورن کو اس انٹرویو کی صحیح غرض و غایت کا علم بھی نہیں تھا۔ وہ بے چارہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ جوآن ہارٹ اس سے اس کے میوزیم اور آثار قدیمہ پر بات کرنا چاہتی ہے۔

سات سال پہلے جوآن کا عزیز دوست مائیکل مورگن پراسرار انداز میں غائب ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک جوآن اسی معاملے کی تفتیش کرتی رہی تھی۔ اس نے پورا ماضی چھان مارا تھا، ڈیمین تھورن سے تعلق رکھنے والے افراد کی اموات کے بارے میں اس نے نہایت باریکی سے چھان بین کی تھی۔ اس کے علاوہ اس عرصے میں وہ بائبل کو گھول کر پی گئی تھی۔

اب جوآن ہارٹ پر حقیقت پوری طرح کھل چکی تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ خدا نے اسے ایک بڑی ذمے داری، ایک بڑے کام کیلئے منتخب کر لیا ہے۔ اگرچہ بیوگن ہیگن نے اپنے روحانی پیش رو کی حیثیت سے مائیکل مورگن کو منتخب کیا تھا۔ لیکن خدا کی مرضی اور تھی۔ بیوگن ہیگن کا انتخاب اس کے ساتھ ہی فنا کے گھاٹ اتر گیا تھا۔

بیوگن ہیگن اور مائیکل کی ملاقات کے دوران وہ بھی موجود تھی۔ اس نے ان کے درمیان ہونے والی اس گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ اور وہ اس وقت وہاں اپنی موجودگی کو محض ایک اتفاق ماننے کی تیاری نہیں تھی۔ بلکہ اس نے ان کے نامکمل چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل کو اپنا مشن بنا لیا تھا۔ اس کا مشن یہ تھا کہ اینٹی کرائسٹ اپنی تیرہویں سال گرہ منانے کیلئے زندہ نہ رہے۔ کیوں کہ جس دن وہ تیرہ سال کا ہوگا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ درحقیقت وہ کون ہے اور کس کام کیلئے اسے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اور جب وہ اپنی حیثیت اور اپنی قوتوں سے آگاہ ہو جائے گا تو اسے ختم کرنا ہرگز کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس کی بات پر کسی کو یقین نہیں تھا، سوائے ایک شخص کے۔ اور اس شخص کو بھی اس سے بنیادی اختلاف تھا۔ اس ایک شخص کے علاوہ سب نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ لوگ اسے توہماتی اور ضعیف الاعتقاد قرار دیتے تھے۔ یہ تو اس کے جاننے والوں کا حال تھا۔ اور جو لوگ اسے ٹھیک سے نہیں جانتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہ پاگل ہو چکی ہے۔

بیوگن ہیگن اور مائیکل کی پراسرار گم شدگی کے بعد اس نے اس معاملے کی تحقیق کی تھی۔ یوں اسے حنیف کے بارے میں معلوم ہوا۔ حنیف اس کہانی کا بے حد اہم کردار تھا۔ وہ ہر مرحلے میں رابرٹ تھورن کے ساتھ رہا تھا۔

اس نے حنیف کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہی۔ ویسے بھی وہ آزاد پنچھی تھا......فری لانس فوٹو گرافر۔ وہ کسی اخبار یا رسالے سے وابستہ نہیں تھا۔ سب کا یہی کہنا تھا کہ وہ غیر معمولی تصویریں کھینچتا اور بہت مہنگے داموں فروخت کرتا ہے۔ اس کے ایک دوست کے ذریعے اسے اس کے فلیٹ کا پتا چلا۔

وہ اس پتے پر پہنچی تو وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے سوچا، وہ کہیں گیا ہوا ہوگا۔ وہ دوبارہ گئی، تیسری بار گئی، مگر ہر بار اسے دروازے پر تالا ہی نظر آیا۔ اسنے بلڈنگ کے چوکی دار سے بات کی۔

''تم اس سنکی فوٹو گرافر کے بارے میں پوچھ رہی ہو؟''۔

''ہاں......وہ فوٹو گرافر ہی ہے''۔

''اور مسلم ہے؟''۔

''ہاں''۔

''وہ تو پچھلے مہینے یہاں سے چلا گیا''۔

''کہاں چلا گیا؟''۔

چوکی دار نے کندھے جھٹکے۔''یہ تو مجھے نہیں معلوم''۔

''اس نے کوئی پتا تو چھوڑا ہوگا''۔

''میں نے کہا نا، مجھے نہیں معلوم''۔ چوکی دار نے بے رخی سے کہا۔

''تو کسے معلوم ہوگا؟''۔

''بلڈنگ کے منتظم سے معلوم کرو''۔

''وہ کہاں ملے گا''۔

''ملے گا نہیں، ملے گی''۔ چوکی دار نے کہا۔''چوتھی منزل پر اس کا اپارٹمنٹ ہے......A34''۔ اس نے چوکی دار کا شکریہ ادا کیا اور زینوں کی طرف بڑھ گئی۔

اس دستک کے جواب میں جس خاتون نے دروازہ کھولا، اس کی عمر ساٹھ سے اوپر ہی ہوگی۔ اس کے چہرے سے ہی اس کی بدمزاجی اور چڑچڑے پن کا اندازہ ہو رہا تھا۔''کیا بات ہے؟''۔ اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے حنیف ارشد سے ملنا ہے''۔

''وہ پاکستان چلا گیا ہے''۔

خاصی دیر جھک مارنے کے نتیجے میں جوآن کو بالآخر حنیف ارشد کا پتہ مل گیا...... پتا بھی اور فون نمبر بھی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

پہلے اس نے فون پر حنیف سے بات کی۔ اس نے اپنا تعارف کرایا تو پتا چلا کہ وہ اس کے نام سے واقف ہے۔ اس نے کہا کہ وہ پاکستان آکر اس سے ملنا چاہتی ہے تو حنیف بھڑک گیا۔ اس نے ڈیمین اور تھورن فیملی کا حوالہ دیا تو وہ حیران ہوا۔ ''جو کہانی ختم ہوگئی، تم اس میں کیوں دل چسپی لے رہی ہو؟''۔

''کہانی ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اب شروع ہوئی ہے''۔

''بہر حال میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا''۔

''میں صرف وہ تفصیل جاننا چاہتی ہوں، جس سے اس وقت تمہارے سوا کوئی واقف نہیں''۔

خاصی رد و قدح کے بعد حنیف نے ہامی بھرلی۔ ''اب میں اتنا بد اخلاق بھی نہیں ہوں کہ تم اتنی دور سے آؤ اور تم سے نہ ملوں''۔

پاکستان جانے سے پہلے جوآن نے حنیف کے بارے میں معلومات جمع کیں۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کا کوئی دوست نہیں تھا۔ فیلڈ کے جتنے لوگ اس کے ملنے والے تھے، وہ اس کی زبان سے شاکی تھے۔ سبھی کا کہنا تھا کہ اسے زیادہ دیر برداشت کرنا آسان کام نہیں تھا۔ سب اس پر متفق تھے کہ وہ مسلمان بھی بس نام ہی کا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جو دیکھے، سمجھے اور پرکھے بغیر کسی بات، کسی چیز پر یقین نہیں کرتا۔ اور تمیز، تہذیب، ادب آداب سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس سے بات کرتے ہوئے بدتمیزی کی توقع رکھنا ضروری ہے۔

جوآن پاکستان جاکر اس سے ملی تو حیران رہ گئی۔ جیسا اس نے سنا تھا، وہ اس سے بہت مختلف آدمی ثابت ہوا۔

وہ کراچی میں چار کمروں کے ایک فلیٹ میں اکیلا رہتا تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے جوآن کا خیر مقدم کیا۔ اس کی ظاہری وضع قطع بھی جوآن کے تصور سے مختلف تھی۔

''آؤ...... آرام سے بیٹھو''۔ حنیف نے کہا۔

جوآن بیٹھ گئی۔ مگر اس کی حیرت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''تم اتنی حیران کیوں نظر آرہی ہو؟''۔

''تمہارے بارے میں جو کچھ سنا تھا، تم اس سے بالکل مختلف ہو''۔

''ہاں، میں بہت تیزی سے بدلا ہوں۔ اسی لئے تو وطن واپس آگیا ہوں''۔ حنیف نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''خیر...... یہ بتاؤ، کیا لوگی......؟''۔ جوآن نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''یہ ذہن میں رکھنا کہ شراب میں سرو نہیں کرسکوں گا اور مجھے اس پر افسوس اور شرمندگی نہیں ہے''۔

جوآن نے دل میں سوچا کہ اکھڑ پن اور بدتمیزی کا تو اب بھی وہی عالم ہے۔ ''کافی پلوا دو''۔ اس نے کہا۔

''میں ابھی بنا کر لاتا ہوں۔ چند منٹ کے لئے معذرت''۔

''اتنی دیر میں اجازت ہو تو میں تمہارا فلیٹ دیکھ لوں''۔

''ضرور''۔

وہ کچن میں چلا گیا۔ جوآن نے فلیٹ کا جائزہ لیا۔ جہاں وہ بیٹھی تھی، وہ ڈرائنگ روم تھا۔ اس کی آرائش میں سادگی تھی۔ پھر ٹی وی لاؤنج تھا۔ وہاں ٹی وی کے علاوہ کمپیوٹر بھی تھا۔ ایک بیڈ روم تھا، جہاں ایک ڈبل بیڈ تھا۔ دوسرے بیڈ روم کو جو زیادہ بڑا تھا، حنیف نے اسٹڈی اور لائبریری بنا دیا تھا۔ دو دیواروں پر شیلف تھے، جن میں سلیقے سے کتابیں رکھی تھیں۔ کتابیں انگلش، عربی اور اردو زبانوں میں تھیں۔ موضوع مشترک تھا۔ وہاں صرف علوم ادیان پر کتابیں تھیں۔ کھڑکی کے ساتھ ایک رائٹنگ ٹیبل تھی اور ایک ریوالونگ چیئر۔

جوآن کی حیرت دو چند ہوگئی۔ ایک ایسا شخص جو خدا پر یقین نہیں رکھتا، اس کے پاس دینی کتب کا اتنا بڑا ذخیرہ!

''آجاؤ بھئی۔ کافی تیار ہے''۔ حنیف کی آواز آئی۔

جوآن ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔ وہاں حنیف کافی لئے بیٹھا تھا۔ ''کیا تمہارے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ ہر وقت حیران نظر آتی ہو؟''۔

''نہیں۔ میں سچ مچ حیران ہوں...... بہت حیران!''۔

''وجہ؟''۔

''وجہ نہیں، وجوہات ہیں''۔ جوآن نے گہری سانس لیکر کہا۔ ''ایک وجہ یہ ہے کہ تم پروفیشنل فوٹو گرافر ہو اور چار کمروں کے اس فلیٹ میں ڈارک روم موجود نہیں ہے۔ دوسرے میری معلومات کے مطابق تم مذہب سے بے تعلق ہو۔ مگر اتنی بڑی لائبریری میں صرف دینی کتب ہیں۔ تیسرے مجھے بتایا گیا تھا کہ تم لباس کے معاملے میں بہت بے ڈھنگے ہو۔ مگر میں تمہیں خوش لباس دیکھ رہی ہوں۔ چوتھے میں نے تمہیں اکھڑ اور بدتمیز نہیں پایا۔ اب بتاؤ، کیا میری حیرت بے جا ہے؟''۔

''نہیں۔ اب میں تمہیں جواب دوں گا۔ فوٹو گرافی میں نے چھوڑ دی۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ دین کے علاوہ کوئی پناہ گاہ باقی نہیں رہی ہے۔ باقی تبدیلیاں دین سے تعلق جڑنے کی وجہ سے ہیں''۔

''تم نے فوٹو گرافی چھوڑ دی! تو اب کیا کرتے ہو؟''۔

''اب میں لکھتا ہوں۔ ہوں اب بھی آزاد...... فری لانسر۔ اخبارات میں میرے آرٹیکل شائع ہوتے ہیں''۔

''دین پر؟''۔

''نہیں۔ حالات حاضرہ پر''۔

''اس تبدیلی کی کوئی خاص وجہ؟''۔

''بہت ہی خاص وجہ ہے۔ لیکن......''۔ وہ کہتے کہتے رکا۔ ''اسے بد اخلاقی نہ سمجھو تو میں یہ یاد دلا دوں کہ تم یہاں مجھے سمجھنے اور میرے بارے میں جاننے کے لئے نہیں آئی ہو۔ تمہاری یہاں آمد کا مقصد کچھ اور ہے''۔

''مجھے یاد ہے۔ مگر میرے خیال میں تمہاری تبدیلیوں کا تعلق بھی اسی سے ہے۔ خیر...... مجھے رابرٹ تھورن اور ڈیمین تھورن کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ''۔

حنیف نے تمام واقعات یوں دہرائے، جیسے کوئی منظر دیکھ کر بیان کر رہا ہو۔ اس کے بیان میں کہیں کوئی بے ترتیبی نہیں تھی۔ تقدیم و تاخیر کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ واضح اور صاف کہانی تھی۔

''تمہاری کیا رائے ہے اس سلسلے میں؟''۔ جوآن نے پوچھا۔

''جب سے یہ معاملہ سامنے آیا میں نے مطالعہ شروع کیا۔ اسی چیز نے مجھے دین سے قریب کردیا۔ میں صورت حال کو سمجھنا چاہتا تھا۔ جو میں نے سمجھا تھا، رابرٹ تھورن کو بھی بتا دیا تھا۔ میں نہیں مانتا کہ ڈیمین تھورن اینٹی کرائسٹ یعنی دجال ہے۔ ہاں، میں اسے ایک بہت بڑا فتنہ مانتا ہوں۔ میں اسے شیطان کا نمائندہ تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تمام متعلقہ لوگوں کی اموات پراسرار طور پر ہوئیں۔ حملہ تو مجھ پر بھی ہوا۔ میں معجزانہ طور پر بچ گیا۔ شاید اس لئے کہ اس وقت تک میرا ایمان قائم ہوچکا تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ ہی سب سے بڑا بچانے والا ہے۔ اور میری زندگی اس بات کا ثبوت ہے''۔

''تم نے پراسرار اموات کی بات کی۔ لیکن رابرٹ تھورن کو تو ایک پولیس مین نے شوٹ کیا...... اور وہ بھی فطری حالات میں''۔ جوآن نے اعتراض کیا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’بظاہر ایسا لگتا ہے کہ کوئی بھی رابرٹ تھورن کو اس حال میں دیکھتا کہ وہ اپنے بچے کو قتل کرنے والا ہے تو اسے شوٹ کر دیتا۔ مگر میں ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ شیطان کی کارروائی تھی۔ شیطان اپنے اہم ترین مہرے کو یوں کیسے کٹنے دیتا۔ اس مہرے کو بچانے کے لئے اس نے رابرٹ تھورن کو ختم کرا دیا۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ڈیمین کے راستے کا ایک کانٹا صاف ہو گیا‘‘۔

’’تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ وہ شیطان کی کارروائی تھی‘‘۔

’’یہ تو خود پولیس کی رپورٹ بتاتی ہے۔ جس شخص نے پولیس کو رابرٹ تھورن کی وحشت کے بارے میں اطلاع دی، اس کے معدے میں اس وقت اتنی شراب تھی کہ نہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا تھا اور نہ ہی اسے کچھ بھائی دینا چاہئے تھا۔ پولیس خود اس پر حیران ہے کہ اس نے وہ سب کچھ کیسے دیکھا، سمجھا اور پولیس کو مطلع کیا۔ وہ تو ٹوٹل بلیک آؤٹ کی کنڈیشن میں تھا‘‘۔

’’یہ بات معقول ہے۔ مگر رابرٹ تھورن کے وجود سے ڈیمین کو کیا نقصان تھا؟‘‘۔

’’پہلا تو یہی کہ رابرٹ تھورن ڈیمین کی اصلیت جان چکا تھا اور اس کی جان کے درپے تھا۔ دوسرا اس بات پہ غور کرو کہ ابن ابلیس کی پرورش کے لئے شیطان کے چیلوں نے رابرٹ تھورن کو ہی کیوں منتخب کیا؟ اس لئے کہ وہ دنیا کے امیر ترین افراد میں سے تھا۔ یہی نہیں، اس نے اپنا ایک سیاسی پس منظر بھی بنا لیا تھا۔ اگر وہ مرتا نہ تو اس کا امریکی صدر بننا یقینی تھا اور امریکی صدر ایک ایسی قوت ہے جو پوری دنیا پر اثر انداز ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت بڑھتی جائیگی۔ مستقبل میں ڈیمین کی منزل بھی یہی ہے‘‘۔

’’تو تمہارے خیال میں ڈیمین کی راہ میں اور کانٹے بھی ہیں جو ہٹائے جائیں گے؟‘‘

’’ہاں۔ رچرڈ تھورن، اس کی بیوی این، اس کا بیٹا جیمز...... یہ سب ڈیمین کی راہ کے کانٹے ہیں۔ وہ نکل جائیں گے تو تھورن فیملی کی کاروباری مملکت کا اکلوتا وارث ڈیمین تھورن ہوگا۔ اپنی اس دولت اور سیاسی بیک گراؤنڈ کے ساتھ یہ بات یقینی ہے کہ وہ ایک دن امریکا کا صدر منتخب ہوگا۔ تب شیطان کے لئے پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنا کرتنا آسان ہو جائے گا۔ وہ پوری دنیا پر راج کر سکے گا‘‘۔

جوآن جھرجھری لیکر رہ گئی۔ ’’تمہارے خیال میں ایسا ہی ہوگا؟‘‘

حنیف مسکرایا۔ ’’ہرگز نہیں۔ حق و باطل کے ہر معرکے میں آخری فتح حق کی ہوتی ہے۔ باطل کی فتح خواہ کتنی ہی مکمل نظر آئے، درحقیقت نامکمل اور وقتی ہوتی ہے۔ تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہے اور مذہب بھی‘‘۔

’’تم ڈیمین کو اینٹی کرائسٹ کیوں نہیں مانتے۔ جب کہ بائبل اس کی تصدیق کرتی ہے۔ کیا تم بائبل پر ایمان نہیں رکھتے؟‘‘

’’بالکل رکھتا ہوں۔ میں اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ تو ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے‘‘۔ حنیف نے گہری سانس لے کر کہا۔ ’’مسئلہ یہ ہے کہ کتابوں میں تحریف، کمی بیشی اور ردوبدل ہوتا رہا ہے۔ علمائے بنی اسرائیل نے تو بڑی شدومد سے یہ کام کیا۔ اپنے مفادات کی خاطر کتاب کے کچھ حصے چھپا لئے اور مفادات ہی کی خاطر کچھ نئے جملے شامل کر دیئے۔ قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے اور اللہ کا وعدہ ہے کہ اس میں کبھی تحریف نہیں ہوگی۔ اس کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بائبل اور توراۃ میں لکھی ہوئی کوئی بات قرآن اور حدیث سے متصادم ہو تو اسے نظر انداز کرنا ضروری ہے‘‘۔

’’یعنی تم قرآن کو دیگر کتابوں پر فوقیت دیتے ہو۔ کیا یہ تعصب نہیں؟‘‘

’’ہرگز نہیں۔ دنیاوی اعتبار سے بھی دیکھیں تو کسی بھی کتاب کا تازہ ترین ایڈیشن سب سے معتبر مانا جاتا ہے۔ جب آخری کتاب آگئی تو پچھلی تمام کتابیں اہمیت کھو بیٹھیں۔ حتمی شریعت آگئی تو پچھلی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب کوئی نہ مانے تو نقصان اسی کا ہے‘‘۔

’’تو قرآن اینٹی کرائسٹ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟‘‘

’’قرآن میں دجال کا تذکرہ ہے۔ مگر تھوڑا ہے۔ لیکن جتنا کچھ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے، کسی پیغمبر نے نہیں بتایا۔ ظاہر ہے، آپؐ کے بعد کوئی بتانے کے لئے آنے والا جو نہیں تھا۔ ہمیں خبردار کیا گیا ہے کہ دجال آئے گا تو ایمان کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہوگا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہی لوگ ایمان کو بچا سکیں گے، جن پر اللہ کی رحمت ہوگی۔ اسی لئے اتنی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ وہ دور آخر ہوگا۔ قیامت نزدیک ہوگی۔ جب آخری دور کی نشانیاں ظاہر ہوں تو اہل ایمان اللہ کی ڈوری کو مضبوطی سے تھام لیں۔ کیوں کہ ادھر سے ادھر پھسلنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگے گا اور پھسلنے والے کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ وہ اسی خوش فہمی میں رہے گا کہ وہ اب بھی ایمان پر ہے۔‘‘ حنیف نے ایک گہری سانس لی‘‘۔ اسی لئے میں وطن واپس آ گیا۔ اب میں لوگوں کو خبردار کر رہا ہوں کہ آخری دور شروع ہو گیا ہے۔ ایمان کی طرف لپکیں اور ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جائیں، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں دجال پر فتح حاصل کریں گے۔ جن کا اس دور آخر میں بھی اللہ کی رحمت سے ایمان پر خاتمہ ہوگا‘‘۔

جوآن چونکی۔ ’’مسیح کی کمان میں؟‘‘ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

حنیف مسکرایا۔ ’’ہاں۔ ہمارے حضورؐ نے یہ سب پوری تفصیل سے بتایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہ کن روایتیں پھیلائی گئی ہیں۔ ایک تو انہیں نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا قرار دے کر بدترین شرک کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ بھی غلط روایت ہے کہ انہیں مصلوب کر دیا گیا تھا۔ قرآن میں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا اور اس معاملے کو لوگوں کیلئے مشتبہ بنا دیا گیا۔ شاید اس میں لوگوں کی آزمائش ہو، بہرحال دجال کے فتنے کے سدباب کے لئے عیسیٰ علیہ السلام جس عمر میں اٹھائے گئے تھے، اسی عمر میں واپس آئیں گے۔ دجال کو ختم کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل......‘‘۔

’’ایک منٹ! تم بہت تیز چل رہے ہو‘‘۔ جوآن نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ’’یہ مسیح کے اٹھائے جانے کی بات سمجھ میں نہیں آتی‘‘۔

’’اس لئے نہیں آتی کہ یہ گمراہی نسلوں سے چل رہی ہے۔ یہ اس لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ جب آخری کتاب آئی تو اسے تسلیم نہیں کیا گیا اور آخری کتاب کو تسلیم نہیں کرنا تھا، اس لئے پچھلی کتابوں میں تحریف کی گئی۔ آخری پیغمبرؐ کی آمد کی خوش خبری حذف کر دی گئی۔ اس کی نشانیوں کا بیان حذف کر دیا گیا۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے جانے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ورنہ بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تو سمجھ میں آتی ہے نا۔ تو جو اللہ بغیر باپ کے ایک پیغمبر کی ولادت پر قادر ہے، کیا وہ اس پیغمبر کو زندہ آسمان پر نہیں اٹھا سکتا‘‘۔

’’یہ بات تو دل کو لگتی ہے‘‘۔ جوآن نے گہری سانس لیکر کہا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''لیکن یہ بتاؤ کہ آخری پیغمبر کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں تھا، اسے کتابوں سے خارج کیوں کیا گیا؟ اس پر ایمان کیوں نہیں لائے لوگ؟''

''اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے تو یہودی ان پر ایمان کیوں نہیں لائے۔ جب کہ تورات میں ان کی آمد کی خوش خبری دی گئی تھی اور جب کہ ان کی پیدائش بھی معجزہ تھی اور اللہ نے انہیں وہ معجزے بھی عطا فرمائے تھے، جن کے بارے میں تورات میں پہلے سے بتا بھی دیا گیا تھا۔ بلکہ ایمان لانا تو دور کی بات، یہودی ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اپنی دانست میں انہوں نے پیغمبر کو ختم بھی کرا دیا۔

''یہ تو تھا تمہارے اعتراض کا جوابی اعتراض'' حنیف نے گہری سانس لی۔ ''اور اب میں تمہیں تمہارے اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔ یہودی علماء میں ایک خرابی شروع ہی میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ذرا سے دنیاوی فائدے کے لئے کتاب میں ردوبدل کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دینا ان کا شعار بن گیا تھا۔ اللہ کے جس حکم سے انہیں اپنی دانست میں چند پیسوں کا نقصان نظر آتا، وہ اس حکم کو کتاب میں سے نکال دیتے اور فائدے کیلئے کوئی بھی حکم اپنے پاس سے گھڑ کر کتاب میں شامل کر دیتے یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ اللہ پر ان کا ایمان نہیں تھا۔ وہ خوف خدا سے عاری تھے۔ خدا کا نام لیتے تھے، مگر اس سے باغی تھے۔ ان اعمال کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کی شریعت میں نقصان دیکھا تو اس پر اصرار کرنے والے انبیاء کو قتل کرنے لگے۔ یہ روئے زمین پر واحد امت ہے، جس نے انبیا کو قتل کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ان پر نحوست اور ذلت وخواری مسلط ہو گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے پیغمبر مان کر بھی نہیں مانا۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے جو احکامات لائے تھے، وہ انہیں قبول نہیں تھے۔ انہوں نے ان کے خلاف بھی سازشیں کیں اور ان کے قتل کا اہتمام کیا۔ لیکن اللہ نے اپنے اس پیغمبر کو ان ظالموں کی دست برد سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا۔

''یہ بھی ذہن میں رکھو کہ یہودیوں میں نسلی تفاخر اور تعصب حد سے زیادہ ہے۔ وہ بنی اسرائیل ہیں اور انہیں اس پر فخر ہے۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ یہودیوں کے مفادات پر ضرب پڑی تو انہوں نے ان انبیاء کو بھی قبول نہیں کیا۔ تو وہ بنی اسماعیل کے پیغمبر کو کیسے قبول کرتے''۔

''میں سمجھی نہیں''۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے۔ حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل۔ اسحاق علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا سلسلہ چلا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہو گئے تھے۔ جب بنی اسرائیل کی سرکشی اور غرور حد سے گزر گیا تو اللہ نے ان کا غرور توڑنے کے لئے پیغمبری بنو اسماعیل میں منتقل کر دی۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آخری پیغمبر حضرت اسماعیل کی نسل سے تھے۔ اب نام ونسب پر فخر کرنے والے متکبر یہودی ایک ایسے پیغمبر کو کیسے مان لیتے، جو ان کی نسل سے نہیں تھا''۔

''تو انہوں نے اس پیغمبر کے متعلق خوش خبری کو کتاب میں رہنے ہی کیوں دیا۔ پہلے ہی اسے غائب کر دیتے''۔ جو آن نے اعتراض کیا۔

''اللہ نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ پیغمبر آخرالزماں بنی اسماعیل سے ہو گا۔ اس کی ولادت کی اور دیگر تمام نشانیاں کتاب میں موجود تھیں۔ سو وہ اس نجات دہندہ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ آیا اور انہوں نے اس کی تمام نشانیوں سے اسے پہچان بھی لیا۔ مگر وہ بنی اسرائیل سے نہیں تھا۔ چناں چہ انہوں نے ان نشانیوں سے بھی انکر کر دیا اور کتاب میں بھی اپنی عادت کے مطابق تحریف کر دی''

''تو مسیح دوبارہ آئیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ تم لوگ ان کا ساتھ دو گے؟''

''نصیب والے، سچے مسلمان ان کا ساتھ دیں گے''۔

''اس کا مطلب ہے کہ عیسائی، یہودی اور مسلمان ایک ہو جائیں گے''۔

''یہ تم کس بنیاد پر کہہ رہی ہو؟''

''دیکھو نا۔ یہودی اور عیسائی تو اس وقت بھی ایک ہیں اور پھر مسلمان بھی آملیں گے''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’ایسا نہیں ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا اشتراک غیر فطری ہے۔ عیسائیوں کے فطری حلیف مسلمان ہیں اور یہودی ان کے دشمن ہیں۔ یہودی تعداد میں، طاقت میں ہمیشہ کم رہے ہیں، لیکن مکاری میں وہ سب سے آگے ہیں۔ انہوں نے عیسائیوں کو ہمیشہ بے وقوف بنا کر استعمال کیا ہے۔ اب بھی کر رہے ہیں۔ عیسائیوں کو مسلمانوں سے لڑا کر وہ دونوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ اصل میں وہ اپنے عروج کے خواب دیکھ رہے ہیں‘‘۔

’’یہ تم بغیر دلیل کے کہہ رہے ہو؟‘‘

’’نہیں۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ دجال کا خروج ہوگا تو یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ وہ اس کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں‘‘۔

’’کیسے؟‘‘

’’عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ان کے انبیا نے انہیں بشارت دی کہ ان کے لئے ایک پیغمبر مسیح آنے والا ہے، جو ان کے لئے نجات دہندہ ہوگا، انہیں ذلت اور خواری سے نجات دے گا اور انہیں بام عروج پر لے جائے گا۔ جب مسیح تشریف لائے تو ان کی بدنصیبی کہ تمام نشانیوں کے باوجود اپنے مفادات کی خاطر ان کا انکار کیا اور محروم رہ گئے۔ عروج کی آس انہیں اب بھی ہے۔ اس لئے وہ اب بھی اس پیغمبر کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسی لئے ہمارے ہاں دجال کو مسیح الدجال کہا گیا ہے...... یعنی جھوٹا مسیح۔ اب دجال آئے گا تو وہ اس جھوٹے مسیح پر ایمان لے آئیں گے۔ اس لئے بھی کہ وہ انہیں ان کی برائیوں سے نہیں روکے گا۔ بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرے گا۔ انہیں تو ایسا ہی رہنا چاہئے تھا۔ تو یہ ہے اصل سیناریو، جو ہمیں پوری تفصیل سے دکھایا گیا ہے‘‘۔

’’لیکن یہودی اس بات کا اعلان نہیں کرتے کہ وہ کسی مسیح کے منتظر ہیں‘‘۔ جوآن نے اعتراض کیا۔

’’وہ اعلان کرنے کے قائل نہیں۔ ان کے اعمال گواہی دیتے ہیں۔ وہ ہیکل سلیمانی کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس سرزمین پر اپنے لئے ایک وطن حاصل کیا، جہاں وہ اس کے استقبال کی تیاری کر رہے ہیں‘‘۔

’’تو یہ ہے تم لوگوں کا دجال کا تصور!‘‘۔

’’یوں کہو کہ یہ ہے اینٹی کرائسٹ کی حقیقت، آخری کتاب اس لئے آئی تھی کہ سب سے پہلے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لائیں۔ اب اہل کتاب نے اس سے منہ موڑ لیا تو انہیں حقیقت کا علم کیسے ہوگا‘‘۔

’’تم نے مسیح کے مصلوب ہونے کے بارے میں کہا کہ اس معاملے کو مشتبہ کر دیا گیا‘‘۔

’’میں نے نہیں کہا، یہ قرآن میں خود اللہ نے فرمایا ہے‘‘۔

’’اور تم نے کہا کہ شاید اس میں لوگوں کی آزمائش ہو۔ اس کی وضاحت کرو‘‘۔

’’دیکھو، یہ کہہ دینا کسی کے لئے بھی بہت آسان ہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ لیکن اللہ آدمی کے ایمان کی آزمائش ضرور فرماتا ہے۔ تا کہ دیکھے کہ کون صحیح معنوں میں ایمان لایا اور کون اس معاملے میں کمزور ہے۔ اب اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ ؑ کو اٹھا لیا اور معاملے کو لوگوں کے لئے مشتبہ کر دیا۔ اللہ قادر مطلق ہے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ چاہتا تو اس معاملے کو صریح اور یقینی بنا دیتا۔ لیکن اس نے مشتبہ بنایا تو اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔ وہ آزمائش بھی ہو سکتی ہے...... بلکہ ہے۔ کچھ لوگ یہ آیت پڑھ کر بھی کہتے ہیں کہ جی نہیں، انہیں تو مصلوب کر دیا گیا تھا۔ تو وہ صاحب ایمان تو نہ ہوئے۔ ایمان کا تو تقاضہ ہے کہ اللہ نے جو کہا، آپ نے بغیر کسی بحث کے، بغیر دلیل و جواز کے، بغیر کسی توجیہہ کے اسے قبول کر لیا، جب کہ اللہ اس سے پہلے بھی اپنی قدرت ثابت کر چکا ہے آپ پر۔ اسی کا بنایا ہوا نظام ہے کہ مرد اور عورت ملتے ہیں تو اس کے نتیجے میں وہ جب چاہے، عورت کے رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے۔ اس کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن حضرت بی بی مریم پاک تھیں۔ آپ کو کبھی کسی مرد نے نہیں چھوا۔ اس کے باوجود اللہ نے بغیر کسی حیلے کے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیٹ سے پیدا فرمایا۔ جب اللہ نے یہ بات بتائی تو ایمان والے اس پر ایمان لے آئے۔ گویا اس کی قدرت پر ایمان لے آئے اور ان میں ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے حیلے کی تلاش میں اللہ پر مکروہ ترین بہتان لگا دیا۔ ذرا سوچو تو، اللہ کے بارے میں کہی جانے والی بدترین بات ہے۔ کیا تم عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتی ہو؟‘‘

جوآن کے جسم میں تھرتھری دوڑ گئی۔ ’’نہیں...... ہرگز نہیں۔ یہ تو واقعی بہت خوف ناک بات ہے‘‘۔

’’بہر حال، میں یہ کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معجزہ بھی آزمائش بن گیا اور کمزور ایمان والے لوگ اس کی وجہ سے بدترین گناہ کے مرتکب ہوئے اب جو اہل ایمان اس پر ایمان لے آئے کہ اللہ بغیر حیلے اور سبب کے پیدائش پر قادر ہے، ان کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے کو مشتبہ بنا کر اٹھایا جانا آزمائش بن گیا۔ بھئی اللہ کہتا ہے کہ عیسیٰ کو مصلوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ میں نے واپس بلا لیا، تو اس پر ایمان لے آؤ جب کہ اللہ تنبیہی اشارے کے طور پر آگے فرماتا ہے کہ لوگوں کے لئے معاملے کو مشتبہ بنا دیا گیا، گویا اس نے اپنی رحمت سے خبردار بھی کر دیا کہ یہ تمہارے لئے آزمائش ہے۔ یعنی آزمائش بھی لی اور اس میں سرخرو ہونے کا التزام بھی عطا کر دیا۔ اب کوئی غلط راہ پر چلے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے‘‘۔

’’اب اصل بات کی طرف آئیں۔ تمہارے خیال میں ڈیمین اینٹی کرائسٹ نہیں ہے‘‘۔

’’نہیں۔ البتہ وہ یقینی طور پر ایک فتنہ ہے، جسے شیطان نے کھڑا کیا ہے‘‘۔

’’میں اس کے سدباب کے لئے نکل رہی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو‘‘۔

’’سوری۔ میں اپنے مشن میں مصروف ہوں‘‘۔

’’تمہارا مشن کیا ہے؟‘‘

’’اپنی قوم کو...... اور امت مسلمہ کو خبردار کرتے رہنا۔ بتاتے رہنا کہ چھوٹے چھوٹے نیک عمل کرتے رہو۔ اللہ سے رابطہ رکھو۔ کیوں کہ یہ فتنوں کا دور ہے۔ کسی بھی وقت بڑی آزمائش کی گھڑی آجائے گی، جس میں ایمان والوں کو فتح ہوگی۔ تو تم اس وقت سے ڈرو۔ اللہ سے رابطہ رکھو۔ بڑی نہ سہی، چھوٹی نیکیاں کرتے رہو۔ تا کہ اس آزمائش میں وہ تم کو بچا لے۔ کیوں کہ بچے گا وہی، جسے وہ بچائے گا۔ میں لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اوپر سے، نیچے سے، دائیں بائیں سے، آگے پیچھے سے فتنے ہم پر برس رہے ہیں اور ان فتنوں کی پہچان آسان نہیں ہے۔ ان کو غور سے دیکھو، پہچاننے کی کوشش کرو اور پہچان کر ان سے بچو اور اللہ کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہو۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

تا کہ وہ تمہیں ان فتنوں سے بچائے اور ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے، جو فتح یاب ہوں گے اور دنیا پر حکمرانی کریں گے۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جو ایسا نہیں کریں گے، غفلت میں پڑے رہیں گے، ان کے ایمان اور سارے اعمال غارت ہو جائیں گے"۔

"تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟" جوآن کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا"۔ حنیف نے بے حد خلوص سے کہا۔ "تم ڈیمین کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ وہ جب، جس کے ہاتھوں چاہے گا، اس فتنے کو ختم کرا دے گا۔ تم ایک ایسا کام کرو، جس کا اجر بڑا ہے...... بہت بڑا"۔

جوآن نے کچھ نہیں کہا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتی رہی۔

"تم اپنی قوم کو جگانے کی کوشش کرو۔ اس بدترین شرک کے خلاف مؤثر انداز میں لکھو۔ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ واحد ہے، احد ہے، یکتا ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ ہر ضرورت سے پاک اور بے نیاز ہے۔ اس کا کوئی رشتے دار نہیں۔ نہ وہ کسی سے ہے اور نہ کوئی اس سے ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے نہیں، اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ دوسری بات یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں کیے گئے، بلکہ اللہ نے انہیں اٹھالیا۔ وہ اسی عمر میں دوبارہ آئیں گے اور دجال کا خاتمہ کریں گے اور ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اللہ کی شریعت کو پوری طرح نافذ فرمائیں گے اور تیسری بات یہ کہ یہودی روئے زمین پر سب سے بڑا فتنہ ہیں۔ وہ عیسائیوں کے حلیف نہیں، حریف ہیں۔ ان کی سازشوں سے خبردار رہیں۔ ان کے کہنے پر مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں نہ کریں۔ انہیں قوت فراہم نہ کریں۔ ورنہ وہ آخر میں خود ان کے خلاف استعمال ہوگی"۔ حنیف کہتے کہتے رکا۔ اس نے گہری سانس لی اور سلسلۂ کلام پھر جوڑا۔ "یقین کرو مس ہارٹ، اس کا اثر ہو نہ ہو، یہ بہت بڑا کام ہے۔ تم اپنی قوم کی بہت بڑی خدمت کرو گی اور اللہ کے ہاں تمہیں اتنا اجر ملے گا کہ تمہارے تصور میں بھی نہیں آ سکتا"۔

جوآن چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "مسٹر ارشد، میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ تم نے بہت اندر، بہت گہرائی میں مجھے جھنجھوڑا ہے۔ تمہاری تمام باتیں مؤثر ہیں۔ میں قرآن کا مطالعہ بھی ضرور کروں گی۔ مگر پہلے مجھے ڈیمین کو روکنا ہے۔ یہ کام میں بعد میں کروں گی"۔

"سب سعادتیں اللہ کی طرف سے ہیں"۔ حنیف نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں اب بھی یہی کہوں گا کہ ڈیمین کو بھول جاؤ اور یہ کام کرو۔ کون جانے، وہ بعد تمہارے نصیب میں ہی نہ ہو، جس پر تم تکیہ کر رہی ہو۔ کون جانے ڈیمین والا کام تمہارے بس کا نہ ہو"۔

"نہیں مسٹر ارشد۔ میری پہلی ترجیح ڈیمین ہی ہے"۔

"میں تمہارے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں"۔

اور اب جوآن ہارٹ اپنے اس مشن پر نکلی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ خدا نے اسے اپنا پیغام رساں بنایا ہے۔ اگرچہ بیوگن ہیگن نے مائیکل مورگن کو اپنا روحانی قائم مقام بنایا تھا، لیکن وہ دونوں ہی ختم ہو چکے تھے۔ وہ ان کی اس میٹنگ میں شریک تھی۔ اس اعتبار سے اسے خدا نے خود منتخب کیا تھا۔ اس کی وہاں موجودگی محض اتفاق نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے سب کچھ سنا تھا اور اس پر یقین بھی کیا تھا۔

یہ بات سات سال پرانی تھی۔ اس نے اس سلسلے میں بہت لوگوں سے بات کی۔ جو اسے جانتے تھے، وہ ہنس کر کہتے کہ یہ اس کے زرخیز تخیل کا کرشمہ ہے اور جو اس سے ناواقف تھے، وہ اسے پاگل سمجھتے تھے۔ کسی کو اس کی بات پر یقین نہیں تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ خود جوآن کو بھی کبھی کبھی لگتا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے۔ اسے خود بھی کامل یقین نہیں تھا۔ لیکن تین ہفتے پہلے اسے بیلوائر کیسل کے تازہ دریافت شدہ آثار قدیمہ پر ایک خصوصی آرٹیکل لکھنے کو کہا گیا۔ وہ وہاں پہنچی۔ وہاں کھدائی کے دوران بیسویں صدی کے دو انسانوں کی ہڈیاں بھی پائی گئی تھیں۔ دونوں مرد تھے اور جوآن جانتی تھی کہ وہ کون ہیں۔ برسوں سے وہ سوچتی تھی کہ وہ کہاں غائب ہو گئے۔ اب اسے پتا چل گیا کہ وہ اسی ختم ہو گئے تھے اور وہ ان کی واحد رازدار ہے۔ اب اس کو ان کا مشن مکمل کرنا ہے۔

وہاں اسے ایک حتمی ثبوت بھی مل گیا...... یگائیل کی دیوار! شیطان کے بچپن کے چہرے کو دیکھ کر اس نے پہچان لیا کہ وہ ڈیمین تھورن ہے۔ اس کے بعد مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔

تب پہلی بار اسے یقین ہوا کہ وہ پوری طرح ہوش مند ہے۔ تب اس نے حنیف کو تلاش کیا اور اس سے ملی۔ لیکن خواہش کے باوجود وہ اس کا مشورہ نہ مان سکی۔ سب سے پہلے تو اسے بیوگن ہیگن اور مائیکل مورگن کا ادھورا مشن مکمل کرنا تھا۔ باقی بعد کی باتیں تھیں۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ عیسائی دنیا کے لئے وہ کچھ ضرور کرے گی، جو حنیف ارشد نے کہا ہے۔

مگر پہلے یہ مشن تھا اور وہ مشن یہ تھا کہ اینٹی کرائسٹ اپنی تیرہویں سالگرہ تک زندہ نہ رہے۔ اس سے پہلے ہی مر جائے۔ کیوں کہ جس روز وہ تیرہ سال کا ہو گیا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔ اس کے بعد اسے تباہ کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین کام ضرور ہو جائے گا۔ وہ اس دن سے پہلے ہی رچرڈ تھورن سے مل کر اسے خبردار کر دینا چاہتی تھی کہ اس کے زیر سایہ اینٹی کرائسٹ پرورش پا رہا ہے...... اور انسانیت کو بچانے کی خاطر اسے ختم کرنا رچرڈ تھورن کی ذمے داری ہے۔

یہ آسان کام نہیں تھا۔ لیکن خدا کی پیغام رساں ہونے کی حیثیت سے وہ اس سلسلے میں بے حد پرجوش تھی۔ وہ رچرڈ تھورن کو خبردار کرنے کے لئے نکلی تھی!۔

..................X..................

شکاگو میں رچرڈ تھورن کے اپارٹمنٹ میں بوہر ڈائننگ روم میں بیٹھا رچرڈ کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا۔ ناشتے کے دوران وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے، دونوں ہی اصل موضوع پر بات کرنے سے گریز کر رہے تھے۔

"آپ اس نمائش کا افتتاح کب کریں گے؟" پال بوہر نے پوچھا۔ وہ رچرڈ کو خوش کرنے کے لئے آثار قدیمہ میں اپنی دلچسپی ظاہر کر رہا تھا۔ ورنہ اسے آثار قدیمہ میں ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی۔

رچرڈ کے جواب دینے سے پہلے ہی بٹلر ڈائننگ روم میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں چاندی کی ٹرے تھی، جس پر نیم برشت انڈے رکھے تھے۔

"اس کا انحصار اس پر ہے کہ باہر سے نوادرات کے کریٹ کب موصول ہوتے ہیں"۔ رچرڈ نے کہا۔ "ویسے میرا اندازہ ہے کہ ایسٹر کے قریب ہم نمائش شروع کر سکیں گے"۔

تھوڑی دیر بعد بٹلر برتن سمیٹ کر لے گیا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''پال...... تمہاری رپورٹ شان دار ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم نے صرف ایک ماہ میں اتنا کام کیسے کرلیا''۔ رچرڈ نے بات شروع کی۔

پال بوہر کے تجربے نے اسے بتادیا کہ اگلا جملہ ''لیکن'' سے شروع ہونے والی ہے۔ یہ بات اس کے لئے مایوس کن تھی۔ مگر اس نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے رچرڈ تھورن کو اس لفظ کی ادائیگی سے بچالیا۔ اس نے خود ہی اس لفظ کو ادا کردیا۔ ''لیکن......؟''

رچرڈ مسکرایا۔ ''لیکن میرے خیال میں اپنے ٹاپ کے لوگوں کی مکمل رضامندی کے بغیر اتنے بڑے اور انقلابی پروجیکٹ کو شروع کرنا مناسب نہیں ہوگا''۔

''میں جانتا ہوں۔ بل ایتھرٹن اس کا مخالف ہے''۔ پال نے کہا۔

''ہاں۔ اور وہ میرے لئے بے حد معتبر ہے۔ تمہارے لئے بھی ہونا چاہئے۔ وہ کوئی تیز رفتار نوجوان تو نہیں ہے۔ لیکن اپنے کام کی مکمل سوجھ بوجھ ہے اسے''۔ رچرڈ کہتے کہتے رکا اور اس نے کافی کا ایک طویل گھونٹ لیا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم بل کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی، اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کرو۔ اس کے نتیجے میں تمہارا عمل ارتقا تیز ہوجائے گا''۔

پال بوہر جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہنے والا ہے، وہ اس کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ لیکن اس نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ آدمی بہت محتاط رہے تو پیش قدمی مشکل ہوجاتی ہے۔ اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''رچرڈ...... اگر میرے معاملے میں بل ایتھرٹن کی انانیت اسی طرح رہتی ہے اور اگر میرے کیریئر کا ارتقا اس میں مضمر ہے کہ میں ایک ایسے شخص کو خوش رکھنے کی کوشش کروں، جو مجھے سخت ناپسند کرتا ہے...... تو میرے خیال میں کارپوریشن کے لئے...... تمام متعلقہ افراد کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ میں استعفا دے دوں...... کمپنی چھوڑ دوں''۔

''احمقانہ بات ہے''۔ رچرڈ نے کہا۔ پھر وہ مسکرایا۔ ''دیکھو پال...... تمہارا وقت بھی آئے گا''۔

پال بوہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ دل ہی دل میں وہ مسکرایا تھا۔ لیکن اس مسکراہٹ کو ہونٹوں تک لانا مناسب نہیں تھا۔ ''ٹھیک ہے رچرڈ۔ اس وقت کے آنے تک مجھے اپنے اچھوتے خیالات اور آئیڈیا کو سرد خانے میں رکھنا ہوگا''۔ بہ شرط یہ کہ میرا وقت آئے۔ دل میں اس نے سوچا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ناشتے کے بعد وہ باہر آئے اور رچرڈ کی لیموزین کی طرف بڑھے۔ یہ گاڑی رچرڈ کو ایئرپورٹ لے جانے والی تھی۔ واشنگٹن میں رچرڈ کو ایک اہم میٹنگ میں شریک ہونا تھا، جسے آنٹی ماریان کی موت بھی نہیں ٹال سکی تھی۔

رچرڈ نے پال سے ہاتھ ملایا اور اس کا منصوبہ قبول نہ کر کے جو اس کی دل شکنی کی تھی، گویا اس کے ازالے کی کوشش کی۔ ''اس ویک اینڈ پر بچوں کی برتھ ڈے پارٹی ہے۔ تم آؤ گے نا؟ وہیں...... جھیل والے مکان میں''۔

''یہ پارٹی تو میں کسی قیمت پر مس نہیں کروں گا رچرڈ''۔ پال نے بھی بناوٹی جواب دیا۔ ''ویسے ابھی جھیل منجمد تو نہیں ہوئی ہوگی؟''

''کیوں نہیں ہوئی ہوگی''۔ رچرڈ نے پال کا کندھا تھپ تھپایا۔ ''اپنے اسکیٹس لانا نہ بھولنا''۔

پال مسکرایا۔ رچرڈ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی روانہ ہوگئی۔

پال چند لمحے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتا رہا۔ پھر وہ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بزنس سوٹ، ٹائی، اوورکوٹ اور مفلر میں بل ایتھرٹن کا تصور کیا کہ وہ کیسے رچرڈ تھورن کی ذاتی جھیل کی منجمد سطح پر اسکیٹس پہن کر ڈگ لگ ڈولتا پھرے گا۔ اسے ہنسی آگئی۔ واقعی...... لطف رہے گا! اس نے سوچا۔

..................X..................

لیموزین گیٹ سے نکلی ہی نہیں تھی کہ ایک نہایت پرکشش عورت نے ہاتھ ہلا کر رکنے کا اشارہ کیا۔ رچرڈ کے کہنے پر ڈرائیور مرے نے گاڑی روک دی۔

''مسٹر تھورن''۔ عورت کی آواز بھی بے حد خوب صورت تھی۔ وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

رچرڈ نے گاڑی کا شیشہ اتارا اور اسے بہت غور سے دیکھا۔ وہ سرخ اونی کوٹ پہنے ہوئے تھی، جس کا، فر کا کالر بھی چمک دار سرخ رنگ کا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سرخ دستانے تھے اور پیروں میں اونچی ایڑی والے سیاہ بوٹ۔ کندھے سے ایک بڑا سیاہ ہینڈ بیگ لٹک رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ زبردستی مسکرا رہی ہے۔

ایک لمحے کو رچرڈ کا ذہن الجھ سا گیا۔ وہ عورت جانی پہچانی لگ رہی تھی۔ جب کہ وہ وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ملا ہے۔ پھر اچانک اسے یاد آ گیا کہ وہ اس سے ملا تو نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اسے دیکھ چکا ہے...... وارن کی سلائیڈز میں! ایک سلائیڈ میں وہ بابل کی فاحشہ کے مجسمے کے ساتھ کھڑی تھی۔

وہ جوآن ہارٹ تھی...... مشہور صحافی!۔

اتنی حسین عورت کو دیکھ کر رچرڈ کو جو دلی مسرت ہوئی تھی، وہ لمحوں میں ہوا ہوگئی۔ وارن نے اسے بتایا تھا کہ یہ صحافی خاتون اس کا انٹرویو لینا چاہتی ہے اور وہ انٹرویو دینے کا قائل نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مرے کو گاڑی آگے بڑھانے کا حکم دیتا، جوآن دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

''سوری مسٹر تھورن، میں خود کو اس طرح آپ پر تھوپنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ آپ واشنگٹن جا رہے ہیں۔ پھر جانے کب موقع ملے''۔

''کوئی بات نہیں''۔ رچرڈ نے خوش اخلاقی سے کہا۔ لیکن لہجہ خشک رکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کس غرض سے آئی ہے اور بالآخر اسے مایوس ہی جانا تھا۔

''میرا نام جوآن ہارٹ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ چارلس وارن نے آپ سے میرے بارے میں بات کی ہوگی''۔

''ہاں، کی تھی۔ لیکن میں نے اسے بتا دیا تھا کہ......''

''اس نے مجھے بتا دیا تھا کہ آپ انٹرویو نہیں دینا چاہتے''۔ جوآن نے اس کی بات کاٹ دی۔ پھر وہ جلدی سے لہجہ بدل کر بولی۔ ''آپ مجھے یہ تو بتائیں گے نا کہ انٹرویو دینے میں کیا قباحت ہے''۔

نہ چاہتے ہوئے بھی رچرڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ''آپ بہت مستقل مزاج لگتی ہیں خاتون''۔ اس نے کہا اور مرے کو ڈرائیو کرنے کا اشارہ کیا۔

جوآن ہارٹ اپنے بیگ میں کچھ ٹٹولنے لگی۔ اس نے بیگ میں سے ایک بڑا ریشمی رومال نکالا اور اس میں ناک چھنکی۔ عام طور پر خواتین ایسے رومال اسکارٹ کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ ''مجھے سردی بہت لگتی ہے اور سردی میں نزلہ ضرور ہوتا ہے''۔ اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''مس ہارٹ، میں......'' رچرڈ نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

''مجھے معلوم ہے۔ آپ نے پہلے کبھی کسی رپورٹر سے بات نہیں کی ہے''۔

''اور اس وقت میں ایئرپورٹ جا رہا ہوں''۔

''دو منٹ......! مجھے صرف دو منٹ چاہئیں آپ سے''۔

''میں پلین مس نہیں کر سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو پھر کسی دن......''

''میں نے سنا ہے کہ رچرڈ تھورن کے انتظار کے لئے پروازیں ملتوی ہو جاتی ہیں''۔

''یہ ایسی پرواز نہیں''۔

''تو میں آپ کے ساتھ ایئرپورٹ چل رہی ہوں''۔ جوآن نے اسے بے حد چمکیلی مسکراہٹ سے نوازا۔ ''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''یہ تو تمہیں معلوم ہے''۔ رچرڈ نے کہا اور ایک بٹن دبایا۔ ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ ان کے اور ڈرائیور مرے کے درمیان موٹے شیشے کی ایک دیوار حائل ہوگئی۔ اب وہ صرف انٹرکوم کے ذریعے مرے سے رابطہ کر سکتا تھا اور مرے ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔

جوآن ہارٹ مسکرائی۔ ''مجھے معلوم ہے۔ صدر امریکا کا خصوصی طیارہ ایئرفورس ون کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ویسے صدر کیلئے آپ کیا خدمات انجام دے رہے ہیں؟ کیا انہیں اس سلسلے میں مشورے دے رہے ہیں کہ ملک کو کامیابی سے کس طرح چلایا جائے''۔

وہ گفتگو طنزیہ نہیں تھی۔ رچرڈ کو اس کی حس مزاح اچھی لگی۔ ''جی نہیں۔ میں سیکریٹری آف اسٹیٹ کا مشیر ہوں'' اس نے جواب دیا۔

جوآن ہارٹ نے پھر اپنا بیگ کھولا اور اس بار اس میں سے ایک چھوٹی چرمی نوٹ بک اور ایک سنہری پنسل برآمد کی۔ اب اس کا انداز ایک دم بدل گیا تھا۔ لگتا تھا، نوٹ بک میں کوئی جادوئی قوت ہے۔ اسے چھو کر جیسے اسے کوئی خصوصی طاقت مل گئی ہے۔ اب وہ ایک بے حد پروفیشنل رپورٹر میں تبدیل ہوگئی تھی۔ اس کی پنسل گویا بیوگن ہیگن کا کھدائی کرنے والا آلہ تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بیوگن ہیگن زمین میں چھپے قدیم نوادرات تلاش کرتا تھا، جب کہ وہ سینے میں چھپے بھید ٹٹولنا چاہتی تھی۔

ابھی ایئرپورٹ تک کا آدھا سفر طے ہوا تھا کہ رچرڈ تھورن انٹرویو کے اس کھیل سے اکتا گیا۔ ''تم نے اب تک مجھ سے سات سوال کئے ہیں مس ہارٹ اور ہر سوال کا تعلق دولت سے ہے''۔ اس نے بے زاری سے کہا۔

جوآن پھر مسکرائی۔ ''دولت سے دنیا چلتی ہے...... صرف دولت کے زور پر''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''دنیا کا نظام چلانے والی دولت کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں''۔

جوآن کو اندازہ تھا کہ رچرڈ بے چین بھی ہو رہا ہے اور جھنجھلا بھی رہا ہے۔ مگر وہ جو کچھ اسے بتانے آئی تھی، ابھی نہیں بتا سکتی تھی۔ اسے کچھ وقت درکار تھا۔ ''یہ بتائیں کہ آپ کے والد نے یہ میوزیم 40ء میں بنایا تھا نا۔ اس پر کتنے اخراجات ہوئے تھے؟''

''کم و بیش دس ملین ڈالر''۔ رچرڈ نے جواب دیا۔

''ایک ملین ادھر یا ایک ملین ادھر''۔ جوآن نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اچھا، آپ کے والد پہلی بار شکاگو آئے تو انہوں نے شپ یارڈ میں کام کیا تھا نا؟''

''جی ہاں''۔

''اور وہ آپ کو اور آپ کے بھائی رابرٹ کو ٹھنڈے پانی سے نہانے اور فرش پر سونے پر مجبور کرتے تھے۔ تاکہ آپ کو پتا چلے کہ غریب کیسے جیتے ہیں۔ غربت کیا ہوتی ہے''۔

رچرڈ قہقہے لگانے پر مجبور ہو گیا۔ ''کیا ہمارے بارے میں ایسی باتیں مشہور ہیں؟''

اسی وقت لیوزین رک گئی۔ وہ مشی گن ایونیو کے اس ڈرا برج تک آ پہنچے تھے، جو دریائے شکاگو عبور کراتا ہے۔ سرخ روشنیاں جل بجھ رہی تھیں اور گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ کسی بحری جہاز کے گزرنے کیلئے برج کو اٹھایا جا رہا ہے۔ رچرڈ تھورن نے کار کی کھڑکی سے جھانکا۔ وہ تھورن انڈسٹریز کا ہی ٹینکر تھا۔ یعنی اس کا اپنا جہاز اس کے لئے تاخیر کا سبب بن رہا تھا۔

جوآن نے اسے تبدیلی موضوع کا قدرتی اشارہ سمجھتے ہوئے موضوع تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے نزدیک یہ مہلت اسے قدرت نے فراہم کی تھی کہ اس دوران وہ رچرڈ کو وہ بات بتا دے، جس کے لئے وہ امریکا آئی ہے۔

''آپ کبھی بیوگن ہیگن سے ملے تھے؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں''۔ رچرڈ نے جواب دیا، اسے احساس ہو گیا کہ جوآن نے بالکل اچانک موضوع بدلا ہے۔

''آپ کو معلوم ہے کہ وہ علوم قدیمہ کے ماہر ہونے کے علاوہ ایگزارسسٹ بھی تھے؟''

''اگر ایسا ہے بھی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ......''

''آپ نے بیلوائر کیسل میں جو کھدائی کروائی ہے، وہیں سے بیوگن ہیگن کا ڈھانچہ بھی ملا ہے''۔ جوآن نے کہا۔ ''یہ بات آپ کے علم میں ہے؟''

''کیسا ڈھانچہ مس ہارٹ۔ ابھی تک ان ہڈیوں کو سرکاری طور پر بیوگن ہیگن کی ہڈیاں نہیں قرار دیا گیا ہے''۔

جوآن ہارٹ کے لہجے میں خون کو ٹھٹھرا دینے والا یقین تھا۔ ''ایک نہیں، دو ڈھانچے مسٹر تھورن''۔ وہ بولی۔ ''ایک بیوگن ہیگن تھا اور دوسرا ایک جوان ماہر آثار قدیمہ مائیکل مورگن۔ مائیکل میرا منگیتر تھا مسٹر تھورن۔ جس روز وہ غائب ہوا، میں اس کے ساتھ تھی۔ وہ اور بیوگن ہیگن ایک ساتھ کہیں گئے تھے اور اس کے بعد کبھی واپس نہیں آئے''۔

اسی وقت پل گرا دیا گیا اور مرے نے کار آگے بڑھا دی۔

رچرڈ نے غصے سے انٹرکوم کے بٹن پر انگلی ماری۔ ''مرے...... گاڑی روکو۔ مس ہارٹ کو اتارنا ہے''۔

جوآن ہارٹ جانتی تھی کہ وقت کم ہے۔ وہ جلدی جلدی بولنے لگی۔ ''اپنی موت سے ایک ہفتہ پہلے آپ کے بھائی رابرٹ نے اسرائیل جا کر کارل بگین ہیگن سے ملاقات کی تھی اور آپ کے بھائی کی موت کے چند روز بعد بیوگن ہیگن اور مائیکل مورگن بیلوائر کیسل میں زندہ دفن ہو گئے۔ ان کے ڈھانچے اب برآمد ہوئے ہیں۔ کیا یہ حقائق آپ کو کچھ سوچنے پر نہیں اکساتے مسٹر تھورن''۔

کیا مصیبت ہے۔ رچرڈ نے سوچا۔ یہ تو کوئی دماغی کیس ہے...... خوب صورت دماغی کیس! اب یہ مجھے بتائے گی کہ کینیڈی کے قتل کے پس پردہ کون لوگ تھے اور وہ کتنی بڑی سازش تھی۔

گاڑی رک گئی تھی۔ رچرڈ نے اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ ''مجھے بد اخلاقی پر مجبور نہ کرو مس ہارٹ۔ ورنہ مجھے تم کو دھکے دے کر گاڑی سے اتارنا ہو گا۔ دیکھو...... ہم ٹریفک بلاک کر رہے ہیں''۔

''تمہیں معلوم ہے کہ پولیس نے تمہارے بھائی کو کیوں شوٹ کیا۔ تمہیں معلوم ہے نا مسٹر تھورن؟'' جوآن پاگلوں کی طرح چلائی۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی تھی۔

''تمہیں ان خنجروں کے بارے میں علم ہے مسٹر تھورن؟''

مرے گاڑی سے اترا اور اس نے جوآن کی جانب والا دروازہ کھول دیا۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں مس ہارٹ کہ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت ضائع کر رہی ہو''۔

''پلیز...... میری بات سنو''۔ جوآن کے لہجے میں اب التجا تھی۔ ''میں اس اسٹوری پر برسوں سے کام کر رہی ہوں۔ میرا خیال ہے، میں تمام کڑیاں جوڑ چکی ہوں......''۔

رچرڈ باطنی کرب سے کراہا۔ اس کا خیال تھا کہ اپنے بھائی کی موت سے متعلق ان تمام پراسرار اور ناقابل فہم جزئیات کو اس نے کامیابی سے چھپا دیا ہے، جو مذہبی دیوانوں کو اکسانے والی تھیں۔ لیکن ایسا ہوا نہیں تھا۔ ماضی کا ایک بھوت اب اس کے سامنے تھا۔

مرے نے جوآن سے کہا۔ ''پلیز مادام...... آپ باہر آ جائیں''

''مسٹر تھورن، تمہیں اندازہ نہیں۔ تم بہت سنگین خطرات میں گھرے ہوئے ہو''۔

مرے نے جوآن کا بازو تھاما اور ضرورت سے زیادہ سختی سے، بے دردی سے اسے گھسیٹا۔

''دور ہو جاؤ تم اور آئندہ کبھی میرے قریب بھی نہ پھٹکنا''۔ رچرڈ چلایا۔

''پلیز...... یسوع سے رجوع کرو''۔

''مرے...... خدا کے لئے، اس عورت کو نکالو''۔

مرے نے گھسیٹ کر جوآن کو کار سے اتارا اور دروازہ بند کر دیا۔

''کرائسٹ پر اپنا ایمان پختہ کرو''۔ جوآن نے سسکیوں کے درمیان کہا۔ پھر وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ ''ابھی تم نے مجھے نکالنے کیلئے اپنے ڈرائیور کو جس خدا کا حوالہ دیا، صرف وہی تم کو بچا سکتا ہے۔ مسٹر تھورن، یگائیل کی دیوار کو...... اس کی پینٹنگز کو غور سے دیکھو۔ اس میں شیطان کا چہرہ دیکھو اور پھر مجھ سے بات کرو۔ مجھے بتاؤ کہ وہ چہرہ کس کا ہے''۔

''مرے...... گاڑی بڑھاؤ۔ نکلو یہاں سے''۔ رچرڈ چلایا۔

مرے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

جوآن گاڑی کے ساتھ بھاگی۔ وہ عقبی نشست کے شیشے پر گھونسے برساتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ ''میری بات سنو۔ تمہیں میری بات سننی ہو گی۔ اس میں تمہاری بہتری ہے''۔

کار نے رفتار پکڑی اور آگے نکل گئی۔ جوآن پیچھے رہ گئی۔ اب وہ بیچ سڑک پر کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے خوف اور مایوسی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ سرد ہوا اس کے کوٹ سے ٹکرا رہی تھی اور اس کا جسم تھرتھرا رہا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ریجنالڈ تھورن اپنی کوئی یادگار قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں آئی کہ ایک بہترین میوزیم بہت اچھی یادگار ثابت ہوگا۔ وہ اپنے ایک پرانے دوست کے پاس اس سلسلے میں بات کرنے گیا۔ اس کا وہ دوست ایک زمانے میں شکاگو کے عظیم آرکیٹیکٹ لوئس سلیوان کے ساتھ کام کر چکا تھا۔

ریجنالڈ نے اپنے دوست کو بتایا کہ وہ کلاسیکی اور بے حد جدید طرز تعمیری کا امتزاج چاہتا ہے۔ اس کے ذہن میں ایسی عمارت ہے، جو صرف چند برس بعد پرانی اور فرسودہ نہ لگے، وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کا نقشہ کوئی پرانا آرکیٹیکٹ بنائے۔ بلکہ وہ یہ کام کسی ایسے جوان سے لینا چاہتا ہے، جس کا ذہن آئیڈیاز سے بھرا ہو، جسے اپنے اوپر اعتماد ہو اور جو اپنے میدان میں انقلابی کام کرنے کا خواہاں ہو۔ اس نے اپنے دوست سے کہا کہ اس کام کیلئے موزوں آدمی تلاش کرے۔

اور اس کے دوست نے اس کا حق ادا کر دیا۔ اس نے اسے اپنے آفس میں کام کرنے والے ایک اسسٹنٹ سے ملوایا۔ وہ فرینک لائیڈ رائٹ جیسے استاد کا شاگرد تھا۔ اس نے فوراً ہی تھورن میوزیم پر کام شروع کر دیا۔

اب اپنی تعمیر کے چالیس سال بعد تھورن میوزیم اتنا ہی نیا اور خوب صورت لگتا تھا، جتنا افتتاح والے دن لگا تھا۔ اسے جھیل مشی گن کے کنارے تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ مشی گن ایونیو کا سب سے مہنگا علاقہ تھا۔ اردگرد کی تمام عمارتوں میں میوزیم سب سے الگ اور ممتاز نظر آتا تھا۔

جوآن ہارٹ کی ٹیکسی میوزیم کے سامنے رکی۔ ہر طرف ایڈورڈ مینچ کی پینٹنگز کے پوسٹر لگے تھے، جن کی اس وقت وہاں نمائش ہو رہی تھی۔ تمام پوسٹرز میں مینچ کی خوف ناک ترین اور شاہ کار تصویر ''چیخ'' کو پروجیکٹ کیا گیا تھا۔

جوآن چند لمحے اس شاہ کار کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر میوزیم میں لے جانے والے ڈھلواں راستے پر چل دی۔ وہ تصویر ''چیخ'' اسے محض تصویر نہیں لگی۔ اس کیلئے وہ تائیدی اشارہ تھی کہ وہ صحیح راستے پر جا رہی ہے۔

اندر ہال کی چھت اتنی اونچی تھی کہ اچھے بھلے انسان بھی بونے لگ رہے تھے۔ وہاں اسے اپنا آپ بہت چھوٹا، بہت کمزور لگنے لگا۔ لیکن اسے اپنی یہاں آمد کا مقصد بہرحال یاد تھا۔ وہ یہاں کس جستجو میں آئی تھی۔

ایک گائیڈ نے اسے دوسری منزل کی گیلری کی طرف بھیج دیا، جہاں چارلس وارن بیلوائر کیسل سے برآمد ہونے والے نوادرات کی نمائش کی تیاری میں مصروف تھا۔

چارلس وارن فوٹوگرافس اور فلور پلانز کے انبار کے درمیان کھڑا تھا۔ وہ این تھورن کو بتا رہا تھا کہ وہ اس نمائش کو کس انداز میں ترتیب دینا چاہتا ہے۔ این تھورن اپنے شوہر کے تمام معاملات میں دلچسپی لینے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ رچرڈ میوزیم میں خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ اس لئے وہ میوزیم میں بھی دلچسپی لیتی تھی۔ لیکن وارن نے اسے اتنا متجسس پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، جتنی وہ ان نوادرات کے معاملے میں تھی۔

''ہم اس طرح سے کام کریں گے کہ آنے والا ایک گیلری میں کھڑا ہو تو اسے دوسری گیلری کی جھلک بھی نظر آتی رہے''۔ چارلس کہہ رہا تھا۔

''یہ تو بہت زبردست آئیڈیا ہے...... بے حد تخیلاتی''۔

چارلس مسکرایا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ میری وہاں سے روانگی کے بعد ایک چیز اور دریافت ہوئی...... یگائیل کی دیوار۔ تیار ہوتے ہی وہ اسے بھی روانہ کر دیں گے''۔ اس نے فلور پلان میں ایک اور کمرے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ ''اس کیلئے بھی میں نے جگہ محفوظ رکھی ہے''۔

یگائیل کی دیوار کے تذکرے پر این کی دلچسپی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ ''یہ یگائیل کون تھا؟''

''بہت پراسرار کیریکٹر ہے''۔ چارلس نے کہا۔ ''وہ مونک بھی تھا اور ایگزارسسٹ بھی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تیرہویں صدی عیسوی میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شیطان اس کے پاس آیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس کے نتیجے میں اس کا دماغ الٹ گیا''۔

چارلس کو توقع تھی کہ این اس بات پر ہنسے گی۔ زیادہ تر لوگوں کا اس پر یہی ردعمل ہوتا تھا۔ لیکن اسے حیرت ہوئی کہ این مسکرائی بھی نہیں۔

چارلس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''پھر یگائیل روپوش ہو گیا۔ اس کے کام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کا چہرہ اس کے دل و دماغ پر ایسے مسلط ہو گیا تھا کہ اس کے بعد وہ اینٹی کرائسٹ کے سوا کچھ پینٹ نہ کر سکا۔ کیونکہ صرف اسی نے اسے دیکھا تھا...... اس کی پیدائش سے لے کر اس کے زوال تک''۔ چارلس نے کندھے جھٹکے۔ ''میرا خیال ہے کہ وہ باقی دنیا کے لئے اس کے چہرے کا ریکارڈ چھوڑ جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد یگائیل کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بس اب اس کی دیوار ملی ہے''۔

''میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ ابھی دیکھ لوں اس دیوار کو''۔ این کے لہجے میں سنسنی تھی اور تاریخی معلومات پر چارلس کیلئے ستائش۔

''اور اب ہم بات کرتے ہیں آپ کے پسندیدہ آئٹم کی...... بابل کی فاحشہ''۔ چارلس نے فلور پلان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اسے ہم یہاں، درمیان میں رکھیں گے...... کمرا نمبر چار میں۔ تاکہ کوئی اسے مس نہ کرے''۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جوآن ہارٹ کمرے میں داخل ہوئی۔

چارلس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''ارے جوآن!'' اس کے لہجے میں خوشی بھی تھی اور حیرت بھی۔ ''بڑے موقعے سے آئی ہو۔ کب آئیں تم؟''

''گزشتہ رات''۔ جوآن مسکرائی۔ لیکن وہ نروس لگ رہی تھی۔

''این...... یہ جوآن ہارٹ ہے۔ اسے تم نے......'' چارلس نے تعارف کرایا۔

''تمہاری سلائیڈ میں دیکھا تھا'' این نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

چارلس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں...... بابل کی فاحشہ کے مجسمے کے ساتھ''۔

این کے ذہن میں اس پر کئی تبصرے تھے۔ لیکن اس نے انہیں رد کر دیا۔ چند لمحے بعد وہ بولی۔ ''میں این تھورن ہوں۔ مجھے پتا چلا ہے کہ تم میرے شوہر کا انٹرویو کرنا چاہتی ہو''۔

''میں ان کا انٹرویو کر چکی ہوں''۔ جوآن نے کہا۔

چارلس کو اچانک غصہ آ گیا۔ وہ سارا اخلاق بھول گیا۔ ''میں نے تمہیں بہت سختی سے منع کیا تھا......''۔

لیکن جوآن نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تم سمجھ نہیں سکتے کہ میرے لئے اس کی کتنی اہمیت ہے''۔ وہ بولی۔ ''جواب میں سیدھا صاف انکار میرے لئے قابل قبول نہیں تھا''۔

''تم بہت ضدی معلوم ہوتی ہو''۔ این کا لہجہ مکمل طور پر دوستانہ ہرگز نہیں تھا۔ ''بہرحال تم رچرڈ تک پہنچیں کیسے؟''

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

جوآن ضرورت پڑنے پر ایذا رساں بھی بن جاتی تھی۔ اور اس وقت این تھورن اسے اس پر مجبور کر رہی تھی۔ ''میں نے خود کو پوری طرح اس پر تھوپ دیا''۔ وہ بولی۔ ''میں اس کی بڑی چمک دار کار میں گھس بیٹھی''۔

''اچھا......! وہ تو بہت محظوظ ہوا ہوگا''۔ این نے کہا۔

''نہیں......ابتدا میں تو نہیں''۔ جوآن بولی۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس کا انٹرویو کامیاب رہا۔ وجہ تو اسے نہیں معلوم تھی۔ مگر وہ این کو رقابت میں مبتلا کر دینا چاہتی تھی۔ این اسے بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔ جبکہ رچرڈ تھورن اسے بہت اچھا لگا تھا۔ مگر پھر جب وہ خوف زدہ ہوا تھا تو اس نے اسے کار سے نکلوا پھینکا تھا۔ اس وقت تو وہ اسے پسند نہیں کر سکتی تھی۔ ''لیکن رپورٹرز کے بارے میں اس کی کوئی اچھی رائے نہیں ہے''۔ جوآن نے کہا۔

''اس کا خیال ہے کہ رپورٹرز دوسروں کی بدقسمتی پر گزارہ کرتے ہیں''۔ این نے کہا۔ اس نے اخلاقاً بھی یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ اپنے شوہر کی اس رائے سے متفق ہے۔

لیکن جوآن کی مسکراہٹ اور زیادہ روشن ہوگئی۔ ''گیدڑوں کی طرح؟''۔ اس نے پوچھا۔ وہ این کو تولنے پرکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ این کو کس حد تک معلوم ہے۔

''واہ......کیا خوب موازنہ کیا ہے تم نے''۔ این نے اپنے چہرے کو بے تاثر رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے داد دی۔

چارلس وارن ان دونوں کے اس تصادم سے پریشان تھا۔ وہ اس تصادم کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں پا رہا تھا۔ اور اس تصادم کی وجہ تو اس کی سمجھ سے بالکل باہر تھی۔ اس نے اپنے طور پر معاملات کو درست کرنے کی کوشش کی۔ ''جوآن کا خاص موضوع آثار قدیمہ ہے''۔ اس نے کہا لیکن جملہ ادا کرنے کے دوران ہی اسے احساس ہوا کہ اس کا جملہ احمقانہ ہے۔

این نے اس جملے سے فائدہ اٹھایا۔ ''دیکھنے سے ہی لگتا ہے''۔ اس نے تبصرہ کیا۔

اسی وقت چارلس وارن کی جیب میں رکھا ہوا بیپر چیخا۔ چارلس کو یہ چھوٹی سی ڈیوائس بہت بری لگتی تھی۔ کیونکہ اس ڈوری کی وجہ سے وہ چوبیس گھنٹے تھورن انڈسٹریز سے جڑا رہتا تھا......آزادی سے محروم۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ اس ڈور کو کاٹ ڈالے۔

مگر اس وقت اس سرد، کشیدہ ماحول میں اس کی آواز اسے نعمت لگی۔ اسے اس ماحول سے نکل بھاگنے کا عذر مل گیا تھا۔ ''میں ابھی ایک منٹ میں آیا''۔ اس نے کہا اور دونوں خواتین کو آپس میں نمٹنے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔

''ایک بات بتاؤں''۔ جوآن ہارٹ نے سرسری انداز میں کہا۔ ''تمہارے شوہر کا پریس والوں کے ساتھ رویہ زیادتی پر مبنی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ پریس والوں کا رویہ ان کے بھائی کے ساتھ کتنا ہمدردانہ تھا''۔

''کیا مطلب؟''۔ این نے تیز لہجے میں پوچھا۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آخر یہ حسین عورت کس چکر میں ہے۔

''رابرٹ تھورن کی موت کی رپورٹنگ اس بات کا ثبوت ہے''۔ جوآن نے کہا۔ ''دیکھو نا، جن حالات میں ان کی موت واقع ہوئی، وہ بے حد غیر معمولی تھے''۔

''اچھا! دراصل میں رچرڈ کے بھائی کو جانتی نہیں تھی''۔ این نے دفاعی انداز میں کہا۔

جوآن نے اسے یوں دیکھا، جیسے بے حد حیران ہوئی ہو۔ پھر اس نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ''اوہو......نجانے کیوں میں بار بار یہ بات بھول جاتی ہوں کہ تم رچرڈ تھورن کی دوسری بیوی ہو''۔

''مس ہارٹ......!''۔ این نے کچھ کہنا چاہا۔

''یعنی سیدھی سی بات یہ ہے ڈیمن رچرڈ تھورن کے بھائی کا بیٹا ہے۔ اور مارک پہلی بیوی سے اس کا بیٹا ہے۔ یعنی حقیقت یہ ہے کہ تم ان دونوں میں سے کسی کی بھی ماں نہیں ہو''۔

''تمہیں تو صنفِ خواتین سے منسلک ہونا چاہئے''۔ این نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اب وہ خود پر قابو کھو رہی تھی۔

''ارے ہاں، تم مجھے ڈیمین کے بارے میں بتاؤ نا''۔ جوآن نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ ''مجھے بتاؤ نا، وہ کیسا لڑکا ہے۔ ملٹری اکیڈمی میں وہ اچھا وقت گزار رہا ہے نا''۔

این کے ردعمل سے پہلے ہی چارلس وارن آندھی طوفان کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ ''این......تم اس عورت سے مزید ایک لفظ بھی نہ کہنا''۔ اس نے چیخ کر کہا۔ پھر اس نے جوآن کو کندھے سے تھاما اور دروازے کی طرف دھکیلا۔ ''تم نے مجھے بے وقوف بنایا۔ رچرڈ غصے سے پاگل ہو رہا ہے''۔

جوآن کو اب کسی نقصان کا ڈر نہیں تھا۔ ''تم خطرے میں ہو''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''تم سب خطرے میں ہو''۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے جوآن''۔ چارلس مزید شرمندگی سے بچنے کے لئے اسے کمرے سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''میں نے یگائیل کی دیوار دیکھی ہے''۔ جوآن نے یوں کہا، جیسے اس جملے سے ہر الجھن دور ہو جائے گی۔

لیکن چارلس وارن پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ بدستور اسے دھکیلتا رہا۔ ''مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ تم نے کیا دیکھا ہے اور کیا نہیں دیکھا''۔

''تمہیں پروا ہونی چاہئے''۔ جوآن نے اپنا کندھا چھڑانے کی کوشش کی۔ ''ڈیمین......''۔

''ڈیمین کے بارے میں کیا کہنا چاہتی ہو تم؟''۔ این نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''وہ......وہ......''۔ عین وقت پر جوآن نے ارادہ بدل دیا۔ ''میں کچھ کہنا نہیں چاہتا''۔ اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

چارلس اور این اسے کاریڈور میں بھاگتے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

پھر این چارلس کی طرف مڑی۔ ''یہ سب کیا تھا؟''۔

چارلس نے سوگوارانہ انداز میں سر ہلایا۔ ''مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں''۔ وہ بولا۔ ''یسوع مسیح سب سے محبت کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ان سے محبت کرنے والوں میں بہت عجیب لوگ بھی ہیں''۔

چارلس بے حد سنجیدہ تھا لیکن این کو اس کی وہ بات بے حد مزاحیہ لگی۔ وہ ہنسنے لگی۔

ذرا دیر بعد وہ یہ بھی بھول گئے کہ جوآن ہارٹ اس کمرے میں آئی تھی۔ وہ نمائش کی ترتیب پر گفتگو کرنے لگے۔

..................×..................

چارلس اور این دونوں کو ایسا لگا تھا کہ جوآن مخبوط الحواسی کے عالم میں اندھا دھند میوزیم سے نکلی ہے، اسے نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے لیکن وہ غلطی پر تھے۔

جوآن ہارٹ نے اپنی زندگی میں اتنے نپے تلے قدم پہلے کبھی نہیں اٹھائے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ شیاطین اس کے تعاقب میں ہیں، اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ خود بھی ایک شیطان کا پیچھا کر رہی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ اتنی دور سے ایسے ہی تو یہاں نہیں آئی تھی۔ یہ حقیقت کہ یہاں بھی لوگ اسے پاگل سمجھ رہے ہیں، اسے اپنے مقصد سے دور نہیں کر سکتی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس نے رینٹ اے کار کے شوروم سے ایک کار کرائے پر حاصل کی۔ پھر وہ بڑے استقلال اور تیز رفتاری کے ساتھ شکاگو کے شمال کی طرف چل دی۔ سہ پہر کے وقت وہ اس ملٹری اسکول جا پہنچی، جہاں ڈیمین اور مارک تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

وہ جس وقت وہاں پہنچی، وہاں فٹ بال ٹیم کا پریکٹس سیشن چل رہا تھا۔

ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی میں جسمانی فٹنس کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ ان کا فلسفہ یہ تھا کہ ان کے کیڈٹوں کو سپاہیوں کی حیثیت میں بڑا ہونا ہے اور ایک دن ملک کے دفاع کیلئے دشمن سے جنگ لڑنا ہے۔ اس کیلئے صرف ذہنی مضبوطی سے کام نہیں چل سکتا۔ ایک تن درست اور فعال جسم بھی بہت ضروری ہے سپاہی کو قتل کرنا بھی آنا چاہئے اور اس کیلئے مضبوط جسم بھی ضروری ہے۔ خندقوں میں موٹے اور بھدے فوجیوں کا گزارا نہیں۔

مگر جوآن ہارٹ کو ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی کے مقاصد سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے اپنے کچھ اغراض و مقاصد تھے۔ وہ تو ڈیمین تھورن کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کا موازنہ دیوانے مصور یگائیل کے بنائے ہوئے چہرے سے کرنا چاہتی تھی۔ جو دیوار پر نقش تھا۔ وہ دیوار جو اس کے محبوب کے شکستہ ڈھانچے کے قریب سے ملی تھی۔

اگر فٹ بال کے وہ کھلاڑی عمر میں کسی قدر بڑے ہوتے تو وہ اس وقت یقیناً اس پر آوازے کس رہے ہوتے اور ماحول بڑی حد تک شوخ ہو چکا ہوتا کیوں کہ مدتوں سے کوئی ایسی حسین اور پرکشش عورت اکیڈمی میں نہیں آئی تھی۔

لیکن وہاں اسے توجہ سے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ تماشائیوں کے نام پر وہاں محض کچھ والدین تھے، جو تالیاں بجا کر اپنے اپنے بیٹوں کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کی توجہ پوری طرح سے کھیل پر تھی۔

نیف دونوں ٹیموں کا کھیل ایسے دیکھ رہا تھا، جیسے وہ ہی ان کا کوچ ہو۔

جوآن کی نظر ایک لڑکے پر پڑی، جو یونیفارم سے کیڈٹ لگ رہا تھا۔ وہ کھیلنے کے بجائے کھیل رہا تھا۔ جوآن بہر حال پیشہ ور رپورٹر تھی اور تیز نظر رکھتی تھی۔ وہ لڑکا دبلا پتلا تھا۔ اس کے چہرے پر مہاسے تھے۔ اور اس نے جو چشمہ لگا رکھا تھا۔ اس کے عدسے بہت موٹے تھے۔ اس کی پوری توجہ کھیل کے میدان پر تھی۔ یقینی طور پر کوئی کھلاڑی اس کا ہیرو تھا۔

اگر جوآن کی ذہنی حالت بہتر ہوتی تو اسے لڑکے کے ہیرو کو وہ یقینی طور پر پہچان لیتی۔ لیکن اس وقت اس کے تمام حواس صرف ایک نکتے پر مرتکز تھے۔ وہ صرف ایک بات جاننا چاہتی تھی...... ڈیمین تھورن کھیل کے میدان میں موجود ہے یا نہیں۔ اور اگر موجود ہے تو کون ہے۔ کھلاڑی بھاری حفاظتی ہیلمٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کی وجہ سے ان کے چہرے کے نقوش دیکھنا اس کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔

وہ دبلے پتلے کیڈٹ سے یہ پوچھنے ہی والی تھی کہ نیف کے اشارے پر بریک ہو گیا۔ لیکن اپنی دھن میں لگی جوآن کو اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہوا۔ اس نے دبلے پتلے لڑکے کا کندھا تھپتھپایا۔ لڑکے نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''ڈیمین تھورن بھی کھیل رہا ہے نا؟'' ۔ جوآن نے اس سے پوچھا۔ اس کی آواز کافی بلند تھی۔

لڑکا ابھی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ کھیل کے میدان میں ایک لڑکے نے سر گھما کر جوآن کو دیکھا۔ جوآن کو اپنی پشت پر اس کی نگاہیں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس چبھن نے اسے گھوم کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ اسے احساس ہوا کہ بلی جیسی وہ آنکھیں پینٹنگ میں دیکھ چکی ہے۔

اس لمبے لڑکے نے ایک جھٹکے سے ہیلمٹ اتارا۔ جوآن نے دیکھا، وہ وہی چہرہ تھا، جو وہ یگائیل کی دیوار پر دیکھ چکی تھی۔

''وہ ہے ڈیمین تھورن''۔ دبلے پتلے لڑکے نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ مگر جوآن اس سے پہلے ہی اسے پہچان چکی تھی۔

جوآن دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹی۔ اس کا خوب صورت چہرہ چٹخے ہوئے آئینے جیسا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے کا تاثر اس شخص کے چہرے کے جیسا تھا، جو شیطان کے وجود پر یقین رکھتا اور جس نے اپنی آنکھوں سے اس لمحے شیطان کو انسانی روپ میں دیکھ لیا ہو۔

وہ پلٹی اور کھیل کے میدان سے دور جانے لگی۔ اس نے کوشش کی تھی کہ اس کا انداز نارمل رہے۔ وہ کچھ ہی دور گئی ہوگی کہ دہشت نے جیسے اس کے دل کو اپنی مٹھی میں دبوچ لیا۔ وہ بے اختیار پوری قوت سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ اپنے اور اپنی کار کے درمیانی فاصلہ اڑ کر طے کرنا چاہتی تھی۔

اسے اپنی پشت پر...... کندھوں سے ذرا نیچے دہکتی ہوئی چبھن کا احساس ہوا۔ اس کی وجہ اسی لمحے اس کی سمجھ میں آ گئی۔ ڈیمین تھورن اسے گھور رہا تھا۔

وہ اپنی کار تک پہنچی۔ اسی لمحے اسے ایک مردانہ آواز...... نیف کی سنائی دی۔ ''اے تھورن...... تم ادھر آؤ...... فوراً''۔

دہکتی ہوئی چبھن معدوم ہو گئی تھی۔

جوآن اپنے بیگ میں کار کی چابیاں ٹٹول رہی تھی۔ دو مرتبہ چابی اس کے ہاتھ سے پھسل گئی۔ وجہ اس کے ہاتھوں کی لرزش تھی۔ بالآخر اس نے چابی نکالی، گاڑی میں بیٹھی، چابی اگنیشن میں لگائی اور گھمائی۔ انجن غرایا، ٹائر سڑک پر تیز رگڑ سے چلائے اور گاڑی بہت تیز رفتاری سے ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی سے، ڈیمین تھورن کے دہشت زدہ کر دینے والے چہرے سے دور جانے لگی۔

جوآن ہارٹ نے جیتے جاگتے ڈیمین تھورن کو پہلی بار دیکھا تھا۔

..................×..................

وہ گاڑی کو شمال کی سمت دوڑاتی رہی۔ کیوں؟ یہ اسے معلوم نہیں تھا۔ منطقی اعتبار سے تو اسے پلٹ کر شکاگو کا رخ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن شاید وہ جانتی تھی کہ وہاں اس کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ اسے رچرڈ اور این تھورن سے ملاقات کا اب کوئی موقع کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ اسے پاگل سمجھتے تھے۔ چارلس وارن سے اسے سب سے زیادہ امید تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جیمز پر اسے جتنا یقین ہے، اتنا ہی چارلس کو بھی ہے۔ البتہ اب اس کے یقین کی شدت بڑھ گئی ہے۔ اور اگر وہ جیمز پر یقین رکھتا ہے تو شیطان پر اور اس کی تباہ کن قوتوں پر بھی یقین رکھتا ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود وہ جانتی تھی کہ اب چارلس وارن بھی اس کی مدد نہیں کرے گا۔ میوزیم میں جو کچھ ہوا تھا، اس کے بعد تو یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ جیمز کے پاس بھی تو طاقت ہے۔ تو پھر وہ لوگوں کو قائل کرنے، یقین دلانے میں اس کی مدد کیوں نہیں کر رہا ہے۔

لیکن ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر یا چرچ میں سروس کے دوران کسی سے یہ پوچھنا کہ کیا تم شیطان کے وجود پر یقین رکھتے ہو...... اور جواب میں یہ سننا...... ہاں کیوں نہیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

پیش گوئی کی کتاب میں اس کا حلیہ بیان کیا گیا ہے...... ایک الگ بات ہے اور چارلس وارن جیسے آدمی کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرنا کہ اس کے باس نے جس بچے کو گود لیا ہے، وہ شیطان کا انسانی روپ ہے...... ایک اور بات ہے۔ چارلس وارن اچھا کرسچن بھی تھا اور بے حد عملی آدمی بھی تھا۔ اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے اپنی شاندار ملازمت خطرے میں ڈالنے والا ہرگز نہیں تھا۔

تو اب کون اس کی مدد کرے گا؟ وہ مدد کے لئے کس کی طرف دیکھے؟ اتنے طاقت ور، چالاک اور بھیڑ نظر آنے والے بھیڑیوں کے مقابلے میں کون اس کی مدد کرے گا؟ وہ خودکار انداز میں ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کا ذہن اس مسئلے میں الجھا ہوا تھا اور غیر ارادی طور پر وہ ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی سے دور...... بہت دور نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس عالم میں کچھ دیر گزری۔ اب وہ یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ مضافاتی علاقے میں کافی دور نکل آئی ہے۔ وہ زرعی علاقہ تھا۔ جا بجا کھیت اور فارم نظر آ رہے تھے۔ پھر اچانک اسے بھوک کا احساس ستانے لگا۔

وہ میدانی علاقہ تھا۔ جدھر بھی دیکھتی، اسے لامتناہی افق نظر آتا۔ وہ سرد علاقہ تھا کیوں کہ چاروں طرف سے کھلا تھا۔ جس ہائی وے پر وہ ڈرائیو کر رہی تھی، اسکے سوا کوئی سڑک نظر نہیں آ رہی تھی۔

اچانک تیز ہوا چلنے لگی۔ ہوا سے درخت ہلنے لگے۔ وہ درختوں کے پتوں سے لپٹ کر، شاخوں میں چھپ کر روتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ جوآن کو کسی نامعلوم خوف نے گھیر لیا۔ اس نے سوچا کہ اسے شکاگو واپس جانا چاہئے اور اگر یہ ممکن نہیں تو یہیں کہیں کوئی ٹھکانا تلاش کرنا ہوگا، جہاں وہ پیٹ بھی بھر سکے اور رات بھی گزار سکے۔

یہی وہ وقت تھا، جب اچانک گاڑی کا انجن کھانسا...... اور پھر اچانک ہی مکمل طور پر بند ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی چلتی ہوئی ہوا بھی یک لخت ساکت ہو گئی!۔

کار چند لمحے تو اپنی پچھلی رفتار کے زور پر آگے بڑھی۔ مگر اس کی رفتار بہ تدریج کم ہو رہی تھی۔ بالآخر وہ رک گئی۔

اب وہاں مکمل خاموشی تھی۔ کہیں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ نہ کوئی جانور نہ انسان، نہ کوئی گھر۔ سڑک پر کوئی دوسری کار بھی نہیں تھی۔

جوآن نے ایکسلیٹر کو دوبارہ پوری قوت سے دبایا اور اگنیشن میں چابی گھمائی۔ لیکن گاڑی نے سانس بھی نہیں لی۔ کمزور بیٹری بھی پوری طرح جواب دینے سے پہلے آخری سانسیں لینے کی کوشش کرتی ہے۔

اس نے کئی بار اگنیشن میں چابی گھمائی۔ مگر بے سود۔ اس نے فیول میٹر کو دیکھا۔ ٹنکی آدھی سے زیادہ فل تھی۔

اس کا مطلب تھا کہ کار میں کوئی گڑبڑ ہے۔

اسے کارل بیوگن ہیگن اور مائیکل مورگن کا خیال آیا۔ اس نے سوچا کہ وہ کیسے مرے تھے۔ اس کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔ اس سرد لہر کا تعلق باہر کی سردی سے ہرگز نہیں تھا۔

اس نے سوچا، کار میں یہ گڑبڑ کسی اور طرح کی لگتی ہے!۔

اسے احساس ہو گیا کہ کار سے دوبارہ اسٹارٹ ہونے کی امید رکھنا بے سود ہے۔ کار اب اسٹارٹ نہیں ہوگی۔ لیکن اس نے باقی امیدیں نہیں چھوڑی تھیں، اس کے جسم میں تناؤ تھا۔ نبض کی رفتار بہت تیز تھی اور رگوں میں دوڑنے والے خون کی رفتار بھی معمول سے زیادہ تھی۔ وہ مختلف امکانات پر غور کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے بہت سنگین خطرہ لاحق ہے۔ مگر اسے بچ نکلنے کی کوشش کرنی ہے۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کہیں زندگی کی کوئی علامت نظر آ جائے...... سڑک پر اس طرف آتی ہوئی کوئی کار، کسی چمن سے اٹھتا ہوا دھواں، چرتی ہوئی کوئی گائے...... کچھ بھی ہو۔ کچھ تو ہو۔

لیکن نہیں۔ وہاں کہیں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہاں ہر طرف موت جیسے سکوت کی حکمرانی تھی!۔

اس نے دونوں عقب نما آئینوں میں دیکھا۔ پیچھے بھی کوئی حوصلہ افزا صورت حال نہیں تھی۔ کہیں زندگی کے آثار تک نہیں تھے۔ خاموشی ایسی تھی کہ رگوں میں دوڑتا خون پورے جسم میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے حد پرہول سناٹا تھا۔ اس نے نروس انداز میں کار میں نصب ریڈیو آن کیا۔ وہ ایک کے بعد ایک بٹن دباتی گئی۔ مگر کوئی اسٹیشن نہیں ملا۔ اسٹیشن کیسے ملتا، ریڈیو خاموش تھا۔ اسے سرسراہٹ بھی سنائی نہیں دی تھی۔

اب یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کار کی بیٹری مکمل طور پر ڈاؤن ہو گئی ہے یا کار ریڈیو میں کوئی خرابی ہے۔

وہ خوف سے بے حال ہو گئی۔ تنہائی کا احساس بہت جان لیوا تھا، اس پر مستزاد یہ احساس کہ دنیا میں اس کا کوئی بھی نہیں ہے۔ سب نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

پھر ریڈیو پر سنسناہٹ سی ابھری۔ گویا ریڈیو ٹھیک تھا۔ پھر ایک اسٹیشن سے موسیقی سنائی دی۔ گانا چل رہا تھا...... دھنک سے اوپر...... یہ اس کا پسندیدہ گانا تھا۔ وہ سنتی تو پرامید اور خوش ہو جاتی۔ لیکن اس وقت اس گانے نے اس کا خوف اور بڑھا دیا۔ تنہائی اور اکیلے پن کا احساس اور شدید ہو گیا۔

اس نے سوئی گھمائی۔ اگلے اسٹیشن پر کوئی پرجوش سیاست داں تقریر کر رہا تھا۔ وہ سامعین کے دلوں میں اپنے مخالفین کا خوف پھونکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ اپنے اوصاف بھی بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا تھا۔ جوآن کو اچانک ایسا لگا، جیسے وہ کوئی اجنبی زبان بول رہا ہو۔

جوآن کو خوف آنے لگا۔ شاید اس کا دماغ، اس کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ شاید وہ پاگل ہو رہی ہے۔ اس نے ریڈیو آف کر دیا اور نروس انداز میں انگلیوں سے اسٹیئرنگ کو ڈرم کی طرح بجانے لگی۔ وہ زیر لب کچھ بڑبڑا بھی رہی تھی۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ پھر اس کی بڑبڑاہٹ بھی معدوم ہو گئی۔

اس نے پھر سڑک کا، آگے پیچھے جائزہ لیا۔ سڑک اب بھی سنسان تھی اور سناٹا بھی ویسا ہی مہیب تھا۔

یہ وہ وقت تھا کہ اسے وہ بورڈ نظر آیا۔ وہ قسم کھا کر کہہ سکتی تھی کہ ایک لمحہ پہلے وہ بورڈ وہاں موجود ہی نہیں تھا۔ وہ بہت پرانا اور موسم زدہ بورڈ تھا اس پر لکھا تھا...... نینسی ریسٹورنٹ۔ نیچے...... بہت اچھا کھانا نہایت مناسب دام...... لکھا تھا۔ اس کے نیچے کی عبارت جوآن کے لئے زیادہ اہم تھی...... فاصلہ 3 میل۔

اگر وہ اس علاقے میں واقف ہوتی تو علاقے کے بنجر پن کو دیکھتے ہوئے سمجھ لیتی کہ اب اس ریسٹورنٹ کا وجود نہیں رہا ہوگا۔ لیکن وہ تو کسی امید کی تلاش میں تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ تین میل پیدل چل سکتی ہے۔ یہ کوئی بہت زیادہ فاصلہ نہیں۔ اس ریسٹورنٹ کا تصور اس کے لئے بہت خوش آئندہ تھا، جہاں بہت سارے لوگ کھا پی رہے ہوں گے، ہنس بول رہے ہوں گے۔

وہ ان لوگوں میں شامل ہو جانا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہاں سے اسے کار کے سلسلے میں بھی مدد مل جائے گی۔ بس یہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے اسے تین میل پیدل چلنا ہوگا۔

اس نے دروازہ کھولا اور کار سے اتر آئی۔ باہر سردی پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ وہ پلٹی کہ کار میں سے اپنا کوٹ نکال لے۔

یہ وہ وقت تھا کہ اس نے پھڑپھڑ پھڑانے کی وہ آواز سنی۔ ساتھ ہی اسے اپنی کار کی چھت کی طرف سے کھرچے جانے کی عجیب سی آواز بھی سنائی دی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹی۔ اس کے چہرے سے بہ مشکل دو انچ دور، وہ بہت بڑا سیاہ کوا بیٹھا شیطنیت بھری، اندر اتر جانے والی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

اس کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے مزید پیچھے ہٹی۔ کوے کی چبھتی ہوئی نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ ملٹری اکیڈمی میں ڈیمین کی نگاہوں نے بھی ایسے ہی اس کا تعاقب کیا تھا۔

جوآن نے کوٹ ہلاتے ہوئے کوے کو ہشکارا۔ لیکن کوے پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ ہلا بھی نہیں۔ وہیں بیٹھا اسے گھورتا رہا۔

جوآن نے لات مار کر کار کا دروازہ بند کیا اور پیچھے ہٹی۔ اس نے کوٹ پہن لیا تھا۔ مگر اس کے جسم میں اب بھی سردی سے تھرتھری دوڑ رہی تھی۔ اس نے ایک لمحے کیلئے بھی کوے پر سے نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں۔ اس کوے میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ اپنے اندر، بہت گہرائی میں اس سے بہت بری طرح خوف زدہ ہو گئی تھی اور پھر اس کی سمجھ میں اس خوف کا سبب بھی آ گیا۔

اسے یقین تھا کہ اس کوے کو شیطان نے بھیجا ہے۔

کوا اب بھی اسی جگہ ساکت و صامت بیٹھا تھا۔ جیسے وہ مطمئن ہو کہ مختصر سی پرواز کے ایک جھپٹے میں وہ اس تک پہنچ سکتا ہے۔

کوے پر نظریں جمائے جمائے وہ الٹے قدموں چلتی رہی ...... اس طرف جہاں نینسی ریسٹورنٹ کو ہونا چاہئے تھا۔ وہ چلتی رہی، یہاں تک کہ اس کے اور اس جسیم کوے کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہو گیا۔ تب اس نے نظریں جھکائیں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسایا اور دعا کرنے لگی۔ وہ لوکا کی عبارت تھی...... خود جیزز کے الفاظ تھے...... میں تمہیں طاقت دیتا ہوں سانپوں اور بچھوؤں کو کچلنے کی...... اور دشمن کی تمام قوتوں سے نمٹنے کی...... اور کوئی بھی چیز کسی بھی طرح تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکے گی۔

پھر اس نے سرگوشی میں کہا۔ ”اے خدا، میری مدد کر“۔

اب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ جسیم کوا غائب ہو چکا تھا۔

اس کے حلق سے مسرت بھری، سکون سے لبریز آواز نکلی۔ جو اس نے سوچا، وہ درست تھا۔ کوا یقیناً شیطان کا فرستادہ تھا...... اور جیزز کو شیطانی قوتوں پر فوقیت حاصل تھی۔ اس نے اس سے دعا کی اور اس کی دعا بار یاب ہوئی۔ وہ شیطانی کوا فرار ہو گیا۔

اسی وقت وہ جسیم کوا عقب سے چیختا ہوا اس پر حملہ آور ہوا۔ اس کے خوف ناک پنجے اس کی کھوپڑی میں اتر گئے۔

جوآن کی چیخ کوے کی چیخ سے کہیں زیادہ بھیانک تھی۔ اس نے دیوانہ وار ہاتھ چلاتے ہوئے کوے کو دھکیلنے...... ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بدستور اس کے سر سے چپکا رہا۔ بلکہ وہ اس کے ہاتھوں پر چونچیں مار رہا تھا اور اس کی چونچ اس کے پنجوں سے کم نکیلی نہیں تھی۔

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ابتدا میں تو وہ سسکتی اور ہاتھ پاؤں مارتی رہی۔ پھر جیسے وہ توانائی کے آخری قطرے سے بھی محروم ہوگئی۔ وہ اس گڑھے میں ساکت ہو کر لیٹ گئی۔

لمحے دبے پاؤں گزرتے رہے!

پھر ایک آواز ابھری...... ڈیزل انجن کی آواز! دور سے اٹھارہ پہیوں والا بڑا ٹرالہ تیز رفتاری سے آرہا تھا۔

جوآن نے سر اٹھایا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا اسے مدد مل سکتی ہے؟ وہ طاقت مجتمع کر کے اٹھی اور اس نے گڑھے سے نکل کر سڑک پر پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن کیچڑ میں اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دوبارہ گڑھے میں گر گئی۔ گرنے سے اس کے گھٹنے چھل گئے تھے۔ اس کے ہاتھ خون اور کیچڑ کے آمیزے میں لتھڑے ہوئے تھے۔

اس نے پھر کوشش کی اور بالآخر سڑک پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ ٹرالر اب کافی قریب آگیا تھا۔ وہ سڑک پر آئی اور چیختے ہوئے ہاتھ ہلا ہلا کر اسے رکنے کا اشارہ کرنے لگی۔

صوت و آہنگ کا کھیل بھی عجیب کھیل ہوتا ہے۔ اگر کوئی آواز براہ راست آپ تک پہنچ رہی ہو تو آپ کے لئے یہ بتانا ممکن نہیں ہوتا کہ آواز عقب سے آرہی ہے یا سامنے سے اور بے چاری جوآن ہارٹ تو آنکھوں سے بھی محروم ہو چکی تھی۔ وہ تو بس ہاتھ ہلائے جارہی تھی۔

ٹرالر کارنر سے مڑا تو اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ اتنی چھوٹی سڑک پر ہونی نہیں چاہئے تھی۔ ڈرائیور نے ایک تباہ حال، کیچڑ اور خون میں لتھڑی عورت کو دیکھا، جو بیچ سڑک پر کھڑی مدد کے لئے ہاتھ ہلا رہی تھی اور اس کا رخ مخالف سمت تھا۔

ڈرائیور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے پاس مہلت ذرا بھی نہیں تھی۔

ٹرالر کی ٹکر نے جوآن کو بیس فٹ اوپر ہوا میں یوں اچھالا، جیسے وہ کانٹے میں پھنسی کوئی مچھلی ہو اور زمین پر آنے سے پہلے وہ مر چکی تھی۔

ٹرالر کے بریک لگے، ٹائر چیخے۔ مگر ٹرالر رکتے رکتے بھی سو گز آگے جا چکا تھا۔

وہ خاموشی مکمل کہلاتی، اگر ٹرالر کے انجن کی آواز نہ ہوتی۔ پھر اوپر آسمان پر چکراتے ہوئے کوے کی مکروہ چیخ فضا میں گونجی۔ وہ آواز ایسی تھی، جیسے شیطان نے فاتحانہ قہقہہ لگایا ہو۔

..................X..................

امریکا میں وسکونسن میں جھیل کے علاقے جیسی خوب صورت جگہیں دو چار ہی ہوں گی اور بہت سے لوگ تمام جھیلوں میں جینیوا جھیل کو خوب صورت ترین جھیل قرار دیتے ہیں۔ اس جھیل کا محل وقوع بھی بہت شان دار ہے۔ یہ شکاگو کے بہت قریب ہے اور وہاں کے متمول لوگوں کیلئے موسم سرما کی تفریحات کا مرکز ہے۔ مگر اتنی قریب بھی نہیں کہ تفریح کے خواہش مند عام لوگوں کے وہاں ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جائیں۔

جینیوا جھیل پر رچرڈ تھورن کا مکان پرانے طرز کا والا تھا۔ اس سے ملحق قدرتی جنگل تھا، جہاں شکار کھیلا جا سکتا تھا۔ پرانے طرز کے اس مکان میں زندگی کی وہ تمام جدید سہولیات میسر تھیں، جو دولت سے خریدی جا سکتی تھیں۔ ان میں ہیلی کاپٹر بھی تھا، ہیلی پیڈ بھی اور مکان کے اندر کلوز سرکٹ ٹیلی ویژن سسٹم بھی۔ دولت مند لوگ جن کے بچے بھی ہوں، عام طور پر اغوا برائے تاوان کی وارداتوں سے بہت خائف رہتے ہیں۔ رچرڈ تھورن بھی اس سے مبرا نہیں تھا۔ کلوز سرکٹ ٹی وی سسٹم اسی کا نتیجہ تھا۔

جھیل کے علاقے میں مواصلاتی نظام نہایت مربوط اور اعلیٰ معیار کا تھا۔ رچرڈ تھورن کے لئے صدر امریکا اور سیکریٹری آف اسٹیٹ تک کی کالیں آتی تھیں۔

تھورن فیملی کے دوستوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا اور کاروباری تعلقات تو وسیع تر تھے۔ اب ویک اینڈ پر مہمانوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ وجہ یہ تھی کہ لڑکوں کی تیرھویں سال گرہ منائی جارہی تھی۔ رچرڈ تھورن کو ویسے بھی بڑی پارٹیاں کرنے کا شوق تھا۔

ڈیمین کی تاریخ پیدائش تو 6 جون تھی۔ لیکن جب سے وہ یہاں چچا کے گھر آیا تھا، اس کی سال گرہ مارک کے ساتھ منائی جاتی تھی۔ دوسرے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس کا سبب کنجوسی ہے۔ لیکن رچرڈ کو یہ یاد تھا کہ اس کے بڑے بھائی نے عالم دیوانگی میں ننھے ڈیمین کو قتل کرنے کی کوشش کی تو اس نے اس کی تاریخ پیدائش کو عجیب اور پراسرار سا جواز بنایا تھا اور رچرڈ نہیں چاہتا تھا کہ اب وہ تاریخ کسی کی زبان پر بھی آئے۔

پارٹی سے پہلے والی رات کو ڈیمین اور مارک نشست گاہ میں بیک گیمن کھیل رہے تھے، ہمیشہ کی طرح ڈیمین کو برتری حاصل تھی۔ اگرچہ موجودہ گیم مارک جیت رہا تھا۔

نجانے کیا بات تھی کہ مارک کو ڈیمین سے ہارنا برا نہیں لگتا تھا۔ جبکہ عام طور پر اپنے دوسرے ہم عمر دوستوں سے ہارنا اسے سخت ناپسند تھا۔ مگر ڈیمین کسی سے ہار جائے، یہ بھی اسے گوارا نہیں تھا اور مقابلہ اس کے اور ڈیمین کے درمیان ہو تو فتح و شکست اس کے لئے بے معنی ہو جاتی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مارک کو ڈیمین کا المناک ماضی ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ ڈیمین نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں اور اپنا سب کچھ کھو کر یہاں آیا ہے۔ مارک شروع ہی سے غیر معمولی طور پر حساس بچہ تھا۔ وہ ڈیمین کو خوش کرنے اور خوش رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ اس کیلئے وہ کوئی بھی قربانی دینے کو تیار رہتا تھا۔

نشست گاہ کی ایک دیوار پر ایک بڑے بارہ سنگھے کا سر آویزاں تھا۔ اس بارہ سنگھے کو رچرڈ نے خود شکار کیا تھا۔ وہ ان دنوں کی یادگار تھا، جب اس کی پہلی بیوی میری زندہ تھی۔ ان دنوں اس کا محبوب مشغلہ میری کو لے کر جنگل کی طرف نکل جانا تھا۔

این تھورن کمرے میں داخل ہوئی۔ لیکن دونوں لڑکے کھیل میں ایسے گم تھے کہ انہیں اس کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا۔ وہ خاموش کھڑی دونوں کو دیکھتی رہی۔ ان دونوں کی جوڑی بڑی خوب صورت تھی۔

کچھ دیر تو وہ انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مداخلت کی۔ ''اب بس کرو۔ رات بہت ہوگئی ہے اور کل تم دونوں کے لئے بڑا اہم دن ہے''۔

مارک نے جو کہ پہلی بار گیم جیتنے والا تھا، سر اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا ''کھیل ختم ہی ہونے والا ہے موم۔ بس چند منٹ کی بات ہے۔ پلیز موم''۔ یہ کہہ کر اس نے تائید طلب نظروں سے ڈیمین کو دیکھا۔

ڈیمین کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ مچلی۔ ''او کم آن مارک۔ اگر موم کہتی ہیں کہ سونے کا وقت ہوگیا ہے تو سونے کا وقت ہوگیا''۔ وہ بولا۔

این مسکرائی۔ وہ حقیقی صورت حال کو سمجھ چکی تھی۔ ڈیمین کو شکست سے بچنے کا موقع مل رہا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

مارک بھی مسکرایا۔اس کی آنکھیں بھی چمکنے لگی تھیں۔''سنو......کھیل کو ابھی چھوڑ دیتے ہیں۔کل صبح مکمل کریں گے۔کیسا آئیڈیا ہے؟''

اس پر ڈیمین اور این بھی ہنسنے لگے۔

انہوں نے ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہا۔دونوں لڑکے اپنے کمروں کی طرف جانے والے چوبی زینے کی طرف بڑھ گئے۔این نے نشست گاہ کی لائٹ آف کی اور کمرے سے نکل آئی۔

''ڈیمین......میں تم سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا''۔زینے پر مارک نے ڈیمین سے کہا۔

''کوئی بہت اہم بات ہے؟''ڈیمین نے پوچھا۔

مارک ہنسنے لگا۔''نہیں بھئی۔کوئی بات اہم کہاں ہوتی ہے''۔

''یہ بات ہے تو پوچھ لو''۔ڈیمین نے شاہانہ انداز میں کہا۔

''تمہارے اور نیف کے درمیان کیا چکر ہے؟''

ڈیمین حیرت کے لئے تو تیار تھا۔لیکن اس سوال کی تو اسے دور دور بھی توقع نہیں تھی۔اس نے مارک کو بہت غور سے دیکھا۔پھر بڑے محتاط لہجے میں بولا۔''مطلب کیا ہے تمہارا؟''

مارک زینے پر پہنچ کر رک گیا۔''ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر لمحہ تمہیں......صرف تمہیں دیکھتا رہا ہے۔مجھے تو یہ بات بہت عجیب لگتی ہے''۔

''ہاں......یہ ہے تو''۔ڈیمین نے کہا اور راہ داری میں بڑھ گیا۔اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا،پھر پلٹ کر مارک کو دیکھا،جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔''لیکن نیف ایک سارجنٹ ہے اور میرا تجربہ ہے کہ تمام سارجنٹ ہی عجیب ہوتے ہیں''۔پھر اس نے مسخرے پن سے بڑے ادب سے سرخم کیا۔''گڈ نائٹ مارک''۔یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈروم میں چلا گیا۔

..................X..................

اگلے روز شام کو تمام مہمان آ گئے۔ان میں پال بوہر،ڈیوڈ پیاریان،بل ایتھرٹن اور ڈاکٹر وارن بھی تھے۔ملٹری اکیڈمی کے چند طالب علم بھی تقریب میں شرکت کے لئے آئے تھے۔

تھورن جیسے متمول گھرانوں میں سال گرہ کی تقریب اور خاص طور پر لڑکوں کی تیرھویں سال گرہ کو ایک طرح کی قبائلی رسم کا درجہ دیا جاتا ہے۔ایک لڑکا لڑکپن کی دہلیز پھلانگ کر جوانی کی حدود میں داخل ہو رہا ہے۔اب وہ مرد کہلائے گا۔اسے اپنی فیملی کی تمام قوتیں حاصل ہوں گی۔اس کے نتیجے میں بے شمار زندگیاں متاثر ہوں گی۔بلکہ کبھی کبھی تو قوموں کی تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔تاہم تھورن فیملی نے اس تقریب کے اصل چہرے پر سوشل تقریب کا ماسک چڑھا دیا تھا۔

اونچی چھت والے ڈائننگ روم میں مارک اور ڈیمین مہمانوں میں گھرے تھے۔روشنی بہت مدھم تھی۔فضا خوشبوؤں سے بوجھل تھی۔ڈائننگ روم میں ایک طرف ایک بہت بڑی بونے ٹیبل تھی۔وہ نوادرات میں سے تھی۔رچرڈ کے ایک دوست نے اس کے لئے رچرڈ کی پسندیدگی دیکھنے کے بعد خرید کر اسے تحفے میں دی تھی۔اس وقت اس میز پر انواع واقسام کے کھانے لگے تھے۔بس میٹھے کی کمی تھی اور وہ کسی بھی لمحے آنے والا تھا۔

ڈیمین اور مارک دونوں نے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے تھے۔''کیا اب ہم دیکھ سکتے ہیں؟''مارک نے بے صبرے پن سے پوچھا۔

''ابھی نہیں''۔این نے محبت سے کہا۔

برابر والے کمرے سے مردانہ آوازوں میں گانے کی آوازیں آ رہی تھیں......ہپی برتھ ڈے ٹو یو......ہپی برتھ ڈے ٹو یو......

''اب؟''مارک نے پھر پوچھا۔

مردانہ آوازوں کا آہنگ اور بلند ہو گیا تھا۔ہپی برتھ ڈے ٹو یو......

''ہاں،اب......''این نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔

ہپی برتھ ڈے ٹو ٹو۔گانا ختم ہو گیا۔

دونوں لڑکوں نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا لئے۔

وہ بہت بڑا کیک تھا......اتنا بڑا کہ پوری ملٹری اکیڈمی بھی مدعو ہوتی تو اس کے لئے کافی تھا۔وہ تین منزلہ کیک تھا اور اس کی سب سے اوپری منزل کو دیکھیں تو وہ کیک ہرگز نہیں لگتا تھا۔کیوں کہ وہ تو جنیوا جھیل کا منظر تھا۔بلکہ درحقیقت وہ پوری طرح جنیوا جھیل کا وہ حصہ تھا......وہ منظر تھا،جو ڈائننگ روم کی کھڑکی سے نظر آتا تھا۔جھیل کے کنارے 13 موم بتیاں لگی تھیں۔کیک کے بالائی حصے پر منجمد تھی،جس پر متعدد افراد،جن میں عورتیں بھی تھیں،اسکیٹنگ کرتے نظر آ رہے تھے۔

وہ بلاشبہ بہت انوکھا اور دنیا کا سب سے مہنگا کیک تھا۔شکاگو کے ایک فن کار نے جو کرسمس ونڈوز ڈیزائن کرنے میں مہارت رکھتا تھا،اسے ڈیزائن کیا تھا۔اس فن کار کو بڑی مشکل سے اس پر آمادہ کیا گیا تھا کہ وہ ایک نئے میدان میں اپنے فن کو آزمائے اور اس فن کار نے بھی اپنے فن کو کمال پر پہنچا دیا تھا۔

مارک بے ساختہ تالیاں بجانے لگا۔ڈیمین کے ہونٹوں پر بے حد کشادہ مسکراہٹ تھی۔مہمان بھی تالیاں بجا رہے تھے۔

''بہت شان دار''۔مارک نے کہا۔

''ہپی برتھ ڈے مائی ڈارلنگز''۔این نے ان دونوں کو لپٹاتے ہوئے کہا۔پھر اس نے ان دونوں کی پیشانیوں پر بوسہ دیا۔

مارک نے خود کو این کی گرفت سے آزاد کرایا اور بے تابانہ کیک کی طرف لپکا۔ڈیمین اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اسی وقت بوہر کمرے میں داخل ہوا۔سر میں شدید درد کی وجہ سے وہ کچھ دیر کیلئے آرام کی غرض سے دوسرے کمرے میں لیٹ گیا تھا۔اس کا لباس لیٹنے کی وجہ سے شکن آلود ہو گیا تھا۔

سب سے پہلے این نے اسے دیکھا اور ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔''اب کچھ بہتر محسوس کر رہے ہو پال؟''

''بہت بہتر۔شکریہ''۔پال بوہر نے کہا۔دیکھنے میں بھی وہ پہلے سے بہتر لگ رہا تھا۔

''آدھے سر کا درد بہت اذیت دہ ہوتا ہے''۔این بولی۔''میری ایک سہیلی آدھے سر کے درد کی مریض تھی۔وہ کہتی تھی کہ درد کے دوران مجھے ایسا لگتا تھا،جیسے بے شمار بونے میرے سر میں گھسے ہوئے ہیں،ان کے ہاتھوں میں چاقو ہیں اور وہ مجھے چرکے لگا رہے ہیں''۔

پال بوہر مسکرایا۔وہ تائیدی مسکراہٹ تھی......اور ایک موذی تکلیف کے مقابلے میں اس کی بہادری کی غماز بھی۔''گزشتہ چند روز میرے لئے بے حد اعصاب شکن تھے''۔اس نے آہستہ سے کہا۔یہ کہتے ہوئے اس نے بل ایتھرٹن کو دیکھا جو کیک کے پاس کھڑے دونوں لڑکوں کے برابر کھڑا تھا۔دونوں لڑکوں کے انکل کی حیثیت میں،اس کے ہونٹوں پر فخریہ مسکراہٹ تھی۔

مارک بڑی دلچسپی سے کیک پر بنے ہوئے اسکیٹرز کو دیکھ رہا تھا۔ڈیمین نے کیک کی آئسنگ میں انگلی گڑوئی اور چٹخارہ لے کر اپنی انگلی کو چاٹنے لگا۔رچرڈ تھورن بھی لڑکوں کے برابر کھڑا تھا۔اس کا انداز بھی فخریہ تھا۔

وہ بڑا جذبات انگیز منظر تھا۔پال بوہر کا بس چلتا تو وہ بھی اس منظر میں اپنے لئے کوئی کردار منتخب کر لیتا۔

مارک اس کیک کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دکھانے کا خواہش مند تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس نے ادھرادھر دیکھا۔ این او پال بوہر پر نظر پڑی تو وہ چلایا۔ ''موم! مسٹر بوہر! آئیں نا...... دیکھیں تو، کیسا زبردست کیک ہے''۔

این مسکرائی اور مارک کی طرف بڑھی۔ بوہر کا رخ ڈیمین کی طرف تھا۔

ڈیمین نے پال بوہر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ مسکرایا اور آہستہ سے سر ہلایا۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ پال بوہر دوسری طرف جا رہا ہے۔ ویسے بھی سامنے اتنا لذیز کیک ہو تو لڑکوں کو بڑے لوگوں سے بات کرنا اچھا نہیں لگتا۔

''اکیڈمی کی تربیت کیسی جا رہی ہے ڈیمین؟'' پال بوہر نے قریب آکر اس سے پوچھا۔

ڈیمین نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''سب ٹھیک ٹھاک ہے مسٹر بوہر''۔ اس کا لہجہ جتا رہا تھا کہ اس وقت اسے اس موضوع میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ اس گفتگو کو یہیں ختم کر دینا چاہتا ہے۔

''اور سارجنٹ نیٹ کیسا لگا تمہیں؟'' پال بوہر نے پوچھا۔

اب ڈیمین متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ''آپ انہیں جانتے ہیں؟'' اس کے چہرے پر حیرت کا تاثر بے حد واضح تھا۔

بوہر ہنسنے لگا۔ ''میں نے اس کے بارے میں معلومات کی تھیں''۔ اس نے ڈیمین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری وجہ سے ڈیمین۔ میں تمہارے بارے میں پوری طرح باخبر رہنے کی کوشش کرتا ہوں''۔

ڈیمین کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس بات کا کیا مفہوم لے۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اس نے اپنی توجہ دوبارہ کیک پر مبذول کر لی۔

لیکن پال بوہر کو اس طرح جھٹکا نہیں جا سکتا تھا۔ ''تمہیں معلوم ہے ڈیمین کہ میں تھورن انڈسٹریز کیلئے کیا خدمات انجام دیتا ہوں؟''

ڈیمین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ''نہیں جناب''۔ اس کی آنکھیں بوریت کا اظہار کر رہی تھیں۔ لیکن وہ اظہار بدتمیزی کی حد کو پہنچا ہوا ہرگز نہیں تھا۔

''تمہیں جاننا چاہئے''۔ پال بوہر کے لہجے میں اصرار تھا۔ ''تمہیں تھورن فیملی کے ہر کاروبار سے باخبر ہونا چاہئے۔ ایک دن یہ سب کچھ تمہارا ہی تو ہوگا...... صرف تمہارا!''۔

''میرا اور مارک کا''۔ ڈیمین نے جلدی سے تصحیح کی۔

''میرا مطلب یہی تھا۔ میں نے تمہارا کہا تو جمع کے صیغے میں کہا تھا۔'' پال بوہر نے بھی بہت تیزی سے اس تصحیح کو قبول کر لیا۔ لڑکا بے وقوف نہیں ہے۔ اس نے دل میں سوچا۔ اسے ڈپلومیسی آتی ہے۔ چنانچہ اس نے گفتگو کا رخ بدلا۔ ''تم کسی دن پلانٹ پر آؤ نا۔ گھومو پھرو۔ دیکھو''۔ اس نے کہا۔

وہ دعوت ڈیمین کے لئے پرکشش تھی۔ ''میں اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لا سکتا ہوں؟'' اس نے پوچھا۔

''کیوں نہیں''۔ پال نے شاہانہ انداز میں کہا۔

اسی وقت رچرڈ تھورن نے چاندی کے چمچے سے ایک بلوری صراحی کو تھپ تھپایا۔ جلترنگ کی اس آواز نے تمام مہمانوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

اگلے ہی لمحے سب کے ہاتھوں میں شمپین کے جام تھے۔ میز کے گرد مہمانوں کے چھوٹے چھوٹے گروپ بن گئے۔ رچرڈ تھورن نے اپنا جام فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ان قیمتی لمحوں میں سے ایک لمحہ ہے، جب مجھ جیسے آدمی کو بھی تقریر کا شوق ہو جاتا ہے۔ تو دوستو، یہ جام خوش قسمتی کے نام...... شکرگزاری کے ساتھ کہ ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی گئیں۔ ہم تھورن فیملی کے لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جو پوزیشن ہمیں ملی ہے، ہم اس سے عقل مندی کے ساتھ اور بہتری کی سمت میں استفادہ کریں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ سب کچھ شروع ہی سے ایسا نہیں ہے اور اگر ہم پیہم کوشش نہیں کریں گے تو یہ سب کچھ ہمیشہ رہے گا بھی نہیں۔ جو کچھ ہمیں ملا ہے، ہمیں خود کو اس کا مستحق ثابت کرنا ہوگا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ مارک...... خوش ہو جاؤ کہ میں نے باقاعدہ تقریر سے احتراز کیا ہے''۔

''واقعی ڈیڈ۔ میں شکرگزار ہوں''۔ مارک نے کہا۔

اس پر ایک اجتماعی قہقہہ لگا۔

رچرڈ نے ہاتھ لہرا کر لوگوں سے خاموشی اور توجہ کا مطالبہ کیا۔ قہقہے مشینی انداز میں رک گئے، جیسے کوئی سوئچ آف کر دیا گیا ہو۔ ''بہرحال مجھے ایک بات اور کہنی ہے''۔ رچرڈ نے کہا۔ ''اور کوئی لاکھ مجھے روکنے کی کوشش کرے، میں وہ بات کہہ کر رہوں گا''۔

اس کے لہجے کی سنگینی نے تمام مہمانوں کو ٹھٹھرا دیا۔ سسپنس ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ رچرڈ کوئی سخت بات کرنے والا ہے۔

لیکن رچرڈ نے اچانک انداز بدلا اور چہکتے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''خواتین و حضرات...... آپ سب جلدی سے کھڑکی کی طرف لپکیں''۔

سب کھڑکی کی طرف لپکے۔ بہت سوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رچرڈ نے یہ کیوں کہا ہے۔

مارک کو پہلے سے توقع تھی کہ کیک کے بعد کوئی اور حیرت بھی منتظر ہے۔ وہ سب سے پہلے کھڑکی تک پہنچا تھا۔

''پلیز...... تمام لائٹیں آف کر دیں''۔ رچرڈ نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ ڈائننگ روم کی جس کھڑکی کے پاس وہ کھڑے تھے، وہ بہت بڑی تھی۔ اس کھڑکی سے باہر جھیل کا خوبصورت منظر دکھائی دے رہا تھا۔

پھر باہر...... تاریک آسمان پر روشنی کے انار سے پھوٹے۔ اگلے ہی لمحے ان کے سامنے آتش بازی کا اتنا حسین اور عظیم الشان منظر تھا، جو ان میں سے کسی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہاں رنگ ہی رنگ تھے......سبز، نیلا، زرد اور سرخ......دھنک سے زیادہ چمک دار رنگ۔ آسمان سے جیسے رنگوں اور روشنیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ باہر جیسے دن نکل آیا تھا۔ آتش بازی میں راکٹ بھی تھے، انار بھی اور پھل جھڑیاں بھی۔ جھیل سے کوئی ڈیڑھ سوفٹ اوپر آتش بازی اپنے کلائمکس پر پہنچی اور بہ تدریج مدھم ہونے لگی۔

پھر اچانک بالکل اچانک فضا میں تیرتے ہوئے روشن اور رنگ برنگ حرف ابھر آئے......

ہپی برتھ ڈے......مارک اینڈ ڈیمین

لوگ ایسے مبہوت ہوئے تھے کہ سانس لینا بھی بھول گئے تھے، تالیاں کیا بجاتے۔ مگر پھر اچانک وہ سحر ٹوٹا اور تالیاں اس طرح بجیں کہ لگتا تھا، چھت اڑ جائے گی۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے ڈیڈ''۔ مارک نے وفور مسرت سے کہا اور رچرڈ تھورن سے لپٹ گیا۔ ''شکریہ ڈیڈ''۔

ڈیمین نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ خوشی اسے بھی اتنی ہی ہوئی تھی، جتنی مارک کو۔ لیکن وہ مارک کی طرح اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جذبات کو اندر رکھنے کا قائل تھا......اور اس پر قادر بھی تھا۔

وہاں ایک شخص ایسا بھی تھا، جو دولت کے اس عظیم الشان مظاہرے سے بالکل متاثر نہیں ہوا تھا۔ وہ تھا پال بوہر۔ اس کی نگاہوں کا مرکز ڈیمین تھا۔ موقع ملتے ہی وہ پھر اس کی طرف بڑھا۔ اس نے ڈیمین کے کان میں اس طرح سرگوشی کی کہ کوئی اور نہ سن سکے۔ ''بہت لوگ کہتے ہیں کہ تیرھویں سالگرہ کسی لڑکے کے لئے آغاز بلوغت ہوتی ہے......مردانگی کا آغاز''۔

ڈیمین کچھ نہیں سمجھا۔ تاہم اس نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ ''کیا واقعی؟'' اس کی نگاہیں اب بھی باہر کے منظر پر مرکوز تھیں۔

''تم بھی جان جاؤ گے''۔ پال بوہر نے کہا۔

ڈیمین نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور الجھ کر رہ گئیں۔

پال بوہر کا لہجہ بے حد نرم تھا......جیسے وہ عمل تنویم کر رہا ہو۔ ''اس پر مجھے معاف کرنا کہ میں بائبل سے حوالہ دے رہا ہوں۔ لیکن یہ بائبل میں ہے کہ......جب میں بچہ تھا، بچوں کے انداز میں سوچتا اور عمل کرتا تھا۔ مگر جب میں مرد بنا تو میں نے سب بچکانہ باتیں چھوڑ دیں......وقت آ رہا ہے ڈیمین کہ تم بھی سب بچکانہ باتیں چھوڑ دو گے۔ اس وقت جب تم اس حقیقت کا سامنا کرو گے......کہ تم درحقیقت کون ہو''۔

''میں کون ہوں؟''

پال بوہر نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''یہ ایک عظیم لمحہ ہے ڈیمین۔ مجھے یقین ہے کہ تم بھی اسے محسوس کر رہے ہو گے''۔

ڈیمین ڈسٹرب ہوا تھا۔ لیکن مسحور بھی تھا۔ پہلے تو وہ یہ سمجھا تھا کہ پال بوہر اس کے چچا کی نظروں میں اپنا مقام بنانے کیلئے اس کا دل جیتنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ پچھلے چند ماہ میں وہ اپنے وجود میں ہونے والی انقلابی تبدیلیوں سے جس طرح ڈسٹرب رہا ہے، پال بوہر وہ واحد آدمی ہے، جس نے انہیں زبان دی ہے۔ اسے ایسا لگتا تھا کہ پال بوہر اس کے اندر......بہت اندر......بہت گہرائی میں جھانکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ''میرا خیال ہے، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے یقین نہیں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے اندر کچھ ہو رہا ہے......کچھ بہت اہم ہونے والا ہے''۔ یہ کہتے ہوئے اس نے پال بوہر کی آنکھوں میں جھانکا۔

پال بوہر مسکرایا۔ ''اپنی منزل......اپنے مقدر کے بارے میں شکوک و شبہات! ہے نا؟ اس سے سبھی گزرتے ہیں......تمہارے ڈیڈی، بل ایتھرٹن......یہاں تک کہ میں بھی''۔ اس نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر ڈرامائی انداز میں بولا۔ ''تمہیں پتا ہے، میں بھی یتیم ہوں''۔

ڈیمین نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہی وجہ ہے کہ تم جس چیز سے گزر رہے ہو، میں اسے سمجھ سکتا ہوں۔ تمہیں پہلی بار ان تبدیلیوں کا احساس جون کے مہینے میں ہوا ہو گا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ کیونکہ تمہارا برتھ ڈے جون میں آتا ہے......''۔

ڈیمین حیران رہ گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، بل ایتھرٹن نے انہیں پکارا۔ ''ارے......تم دونوں باتوں میں لگے ہوئے ہو۔ چلو......تقریب شروع ہو رہی ہے''۔

ان دونوں نے سر گھما کر دیکھا۔ کیک کاٹنے کی تیاری ہو رہی تھی۔

''کم آن ڈیمین''۔ مارک نے پکارا۔ وہ پھونک مار کر موم بتیاں بجھانے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔

''ارے ہاں......دل میں کوئی خواہش کرنا نہ بھولنا''۔ این نے ان دونوں کو یاد دلایا۔

ڈیمین کو پال بوہر سے جان چھڑانے کا موقع مل گیا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ قبل از وقت اس پر بوجھ لادنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ مارک کی طرف بڑھ گیا۔

دونوں لڑکوں نے گہری سانس لی اور پوری قوت سے پھونک ماری۔ انہوں نے ایک سانس میں پوری کی پوری تیرہ موم بتیاں بجھا دیں۔ سب لوگ تالیاں بجا بجا کر انہیں وش کرنے لگے۔

''چلو بھئی، اب کیک کاٹو''۔ این نے کہا۔ ''دل للچا رہا ہے اور بھوک بھی لگ رہی ہے''۔

''اس سے پہلے میں مارک کو کچھ دینا چاہتا ہوں''۔ ڈیمین نے کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

''اوہو'' مارک کے لہجے میں عیاری تھی۔ ''میں تو تمہارے لئے کچھ لانا بھول ہی گیا''۔ لیکن فوراً ہی اسے ہنسی آ گئی۔ اس نے بھی اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

دونوں لڑکے کے تحفے ایک ہی ساخت اور ایک ہی سائز کے تھے۔ یہاں تک کہ ریپنگ پیپر بھی ایک جیسا تھا۔ مارک ہنسنے لگا۔ ''اگر تم نے بھی مجھے......'' اس نے کہا۔

''وہی دیا جو میں نے تمہیں دیا ہے......'' ڈیمین نے کہا۔

ان دونوں نے این کو دیکھا اور بولے ''موم؟''۔

دونوں کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ دونوں تحفے ان کیلئے این نے خریدے ہیں۔ این مسکرا دی اور انہیں دیکھتی رہی۔

دونوں لڑکوں نے پرجوش انداز میں اپنے تحفوں کے ریپر ہٹائے۔ دونوں نے باکس میں سے خوب صورت اور چمک دار، مگر ایک جیسے سوئس چاقو نکالے......تمام لوازمات سمیت!

سب لوگوں نے تالیاں بجائیں۔

''مجھے تو سچ مچ اس کی ضرورت تھی'' مارک نے کہا۔

''مجھے بھی''۔ ڈیمین بولا۔ دونوں کو ایک دوسرے کو ٹھوکے دیئے۔

پھر دونوں لڑکوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کیک کاٹنے کے لئے وہی چاقو استعمال کریں گے۔ لیکن کیک کاٹنے سے پہلے ڈیمین نے چاقو کی مدد سے کیک کی جھیل پر سے ایک اسٹیکر کو کاٹ کو الگ کر لیا۔ پھر دونوں لڑکوں نے کیک میں چاقو گھونپ دیا۔ مہمان تالیاں بجا رہے تھے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اگلی صبح جھیل کی منجمد سطح پر دھوپ اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔ جہاں سورج کی کرنیں جھیل کی سطح پر منعکس ہو رہی تھیں، وہاں دھنک کے رنگ پھوٹتے نظر آ رہے تھے۔ فطرت نے اپنے تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے دن کے وقت آتش بازی کے ایسے عظیم الشان مظاہرہ کا اہتمام کیا تھا، جس کے سامنے رچرڈ تھورن کا دولت کے بل پر پیش کیا گیا شو پھیکا پڑ گیا تھا۔

جھیل سے کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر پانی نکل رہا تھا، جو کچھ آگے جا کر دریا کا روپ دھارتا تھا اور پھر بل کھاتا ہوا جنگل کی طرف بہہ رہا تھا۔ وہ دریا بھی اس وقت منجمد تھا۔ یہی وہ جگہ تھی، جہاں آئس ہاکی کا میچ کھیلا جانا تھا۔ دریا کے کنارے قدرتی باؤنڈری کی حیثیت رکھتے تھے۔ یوں کھیل کا میدان بالکل صاف اور واضح تھا۔

سہ پہر کے قریب کھیل کا آغاز ہوا۔ دونوں ٹیمیں بنیادی طور پر تھورن انڈسٹریز کے ایگزیکٹیوز پر مشتمل تھیں۔ ایک ٹیم کی قیادت مارک تھورن کر رہا تھا، جبکہ دوسری ٹیم کا کیپٹن ڈیمین تھورن تھا۔ ان کے اکیڈمی کے ساتھی، ان کے لئے تالیاں بجا رہے تھے۔

بہ ظاہر تو وہ موسم سرما کا ایک تفریحی گیم تھا۔ لیکن پال جانتا تھا کہ داؤ پر کیا کچھ لگا ہوا ہے۔

پال بوہر جانتا تھا کہ بڑی کمپنیوں کے بڑے فیصلے بورڈ روم میں نہیں کئے جاتے۔ وہاں ان کی نوک پلک ضرور درست کی جاتی ہے۔ فیصلے درحقیقت کاک ٹیل پارٹیوں میں، اسکوائش کورٹس میں ...... بلکہ آج کل تو خاص طور پر ٹینس کورٹ میں طے پاتے ہیں۔ ایک اچھا بیک ہینڈ اسٹروک ہاورڈ بزنس اسکول میں تین سال کی تعلیم سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ آپ اچھا کھیلیں اور کام کے لوگوں سے کھیلیں۔ اگر آپ پرکشش ہیں، خوش مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ مناسب موقعوں پر خود کو قوت فیصلہ رکھنے والا اور ثابت قدم انسان ثابت کرتے ہیں تو آپ کے ٹینس پارٹنر آپ کو اپنا دوست سمجھیں گے، ضرورت پڑنے پر وہ کاروباری معاملات میں باہر کے لوگوں کے مقابلے میں آپ کو ترجیح دیں گے۔ کیریئر ایسے ہی بنتے ہیں۔

لیکن تھورن فیملی کا پسندیدہ پروگرام ان ڈور گیم نہیں ہو سکتا تھا۔ پورے ہفتے ڈیسک کے پیچھے بیٹھ کر کاروباری معاملات نمٹانے کے بعد ان ڈور گیم سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ رچرڈ تھورن کا پسندیدہ کھیل آئس ہاکی تھا۔

تھورن انڈسٹریز میں یہ مشہور تھا کہ اگر رچرڈ تھورن کی قربت چاہتے ہو تو آئس ہاکی کے کھیل میں کمال حاصل کرو۔ رچرڈ کو نہیں معلوم تھا کہ اس کی کمپنی میں اس انداز سے سوچا جاتا ہے۔

بہرحال اس روز رچرڈ تھورن بہت خوش تھا۔ اس کے تمام ایگزیکٹیوز وہاں موجود تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو عمر کی وجہ سے اب کھیل نہیں سکتے تھے۔ وہاں بیویاں بھی موجود تھیں۔ ان کی وجہ سے ماحول کی رنگینی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ رنگین اونی ٹوپیاں، مفلر، کوٹ اور دستانے۔

دونوں کپتانوں ...... مارک اور ڈیمین نے ٹاس کیا کہ پہلے کھلاڑی کے انتخاب کا حق کس کو ملے۔ ڈیمین نے ٹاس جیتا اور خوش ہوا کہ اسے چچا کو اپنی ٹیم میں شامل کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ رچرڈ نے اظہار مسرت کے طور پر رسی پھاندنے کے انداز میں چند لمحے کرتب دکھائے۔ پھر وہ ڈیمین کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

مارک نے بل ایتھرٹن کو منتخب کیا۔ ایتھرٹن نہ تو اچھا کھلاڑی تھا، نہ ہی جسمانی طور پر بہت فٹ تھا۔ لیکن مارک کے نزدیک وہ اس عزت اور احترام کا مستحق تھا۔ ایتھرٹن اسکیٹنگ کرتا ہوا مارک کے برابر پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر تشکر آمیز مسکراہٹ تھی۔

ڈیمین کا دوسرا انتخاب پال بوہر تھا۔ اسے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ اس نے پال کو کیوں منتخب کیا۔ شاید وہ اس توجہ کا صلہ دے رہا تھا، جو پال نے اسے آج دی تھی۔ یا شاید وہ پال بوہر کو اچھا کھلاڑی سمجھتا تھا۔ اس کے خیال میں پال بوہر ایسا کھلاڑی تھا، جس کا مخالف ٹیم میں ہونا نقصان دہ ثابت ہوتا۔

وجہ کچھ بھی رہی ہو، پال بوہر اس پر بہت خوش تھا کہ اسے ڈیمین نے منتخب کیا۔ وہ اسکیٹنگ کرتا ہوا ڈیمین اور رچرڈ کے پاس جا پہنچا۔

مارک کا اگلا انتخاب ڈیوڈ پیاریان تھا۔ ڈیوڈ پرجوش انداز میں میدان میں داخل ہوا۔

دونوں ٹیمیں منتخب ہو گئیں۔ پھر میچ شروع ہو گیا۔

پال بوہر ایک ماہر کھلاڑی تھا۔ اس میں خود اعتمادی بھی تھی اور بے رحمی بھی۔ اور وہ پریکٹس بھی کرتا رہا تھا۔ رچرڈ تھورن نے خود کو بیک پوزیشن میں رکھا۔ وہ خود کو توجہ کا مرکز نہیں بنانا چاہتا تھا۔ بہرحال اس وقت پال بوہر کو دیکھتے ہوئے پہلی بار اسے احساس ہوا کہ پال کھیل کو کھیل نہیں، جنگ سمجھنے کا قائل ہے

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اور وہ ہر قیمت پر جیتنا چاہتا ہے۔

اسے اس پر بھی حیرت ہوئی کہ پال کی اس خصوصیت کا اسے پہلے پتا نہیں چلا۔ حالانکہ انسانوں کو سمجھنے کے معاملے میں وہ کبھی غلطی نہیں کرتا تھا۔

لیکن رچرڈ کی توجہ اس سے ہٹ گئی۔ وہ اپنی توجہ صرف ڈیمین پر مرکوز رکھنا چاہتا تھا۔

ڈیمین حیرت انگیز مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کم عمری میں ایسی مہارت حیران کن تھی۔ اس کی تیز رفتاری ایسی تھی کہ وہ رنگین بجلی کی ایک لکیر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ جو ادھر سے ادھر لپک رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی۔ گیند پر سب سے زیادہ وقت اسی کا قبضہ رہتا تھا۔ اس کا اسٹائل، اس کی طاقت اس کی اسٹک کی زبان بول رہے تھے۔ کھیل کے رخ کا تعین وہی کر رہا تھا۔

بالآخر ڈیمین نے مخالف ٹیم کے دفاعی حصار کو توڑا اور پہلا گول کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ رچرڈ تھورن کی مسکراہٹ فخر آمیز تھی۔ اس کی خوشی بے حد سچی تھی اور ایسی تھی کہ جیسے وہ اس کا حقیقی بیٹا ہو۔ خواتین اور تماشائیوں کی تالیوں میں ڈیمین کے لئے داد و تحسین تھی۔

چارلس وارن نے کھیل میں حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ دریا کے کنارے بیٹھا تھا۔ پھر سردی سے اس کا جسم سن ہو گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کپڑوں سے برف کے ذرات جھاڑنے لگا، وہ اسکیٹنگ کرتا ہوا این کی طرف بڑھا، جو بڑے توے پر کلیجی اور گردے فرائی کر رہی تھی۔

رات کو جو ملازمین ڈیوٹی پر تھے، انہیں دن میں چھٹی دے دی گئی تھی۔ اب این تھورن خود کام کر رہی تھی۔ وہ ہاٹ ڈاگ، برگر اور اسنیک بڑی مہارت سے تیار کر رہی تھی۔ کوئلوں کی نیلگوں آنچ بہت خوش گوار لگ رہی تھی۔

وارن کو آتے دیکھا تو این نے اسے پکارا۔ "کیا لو گے چارلس؟"

"ہاٹ ڈاگ"۔ چارلس وارن نے منہ سے بھاپ نکالتے ہوئے کہا۔

این نے کباب بن میں رکھا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ "بس؟"

"فی الحال تو اتنا کافی ہے۔ میں سردی دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں"۔ چارلس نے کہا اور دانتوں سے برگر کو کاٹا۔

"تمہاری رپورٹر دوست کے بارے میں، میں نے اخبار میں پڑھا"۔ این بولی۔ "مجھے بہت افسوس ہوا چارلس"۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آیا وہ خبر پڑھ کر"۔ چارلس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ہوا کیسے"۔

لیکن اتنی دیر میں این میچ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

وہ بہت بڑا کوا ان دونوں کو نظر نہیں آیا، جو بیس فٹ دور ایک اونچے درخت کی شاخوں میں بیٹھا انہیں سرد تیز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

اندر میدان میں رچرڈ نے ڈیمین کو بالکل کلیئر پوزیشن میں ایک خوب صورت پاس دیا۔ ڈیمین نے گیند کو روکا اور پھر بہت تیز رفتاری سے اسے اسٹک سے چپکاتے ہوئے گول کی طرف جھپٹا۔

بل ایتھرٹن مارک کی ٹیم کا دفاعی کھلاڑی تھا، وہ ڈیمین کو روکنے کیلئے حرکت میں آیا۔ لیکن وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں پھرتی کا فقدان تھا اور اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ بھی تھی۔

ڈیمین بے حد پر اعتماد انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی رفتار اور ڈاجنگ قابل دید تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ بوڑھے ایتھرٹن کو ڈاج دینا، اس کیلئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ تیز رفتاری سے ایتھرٹن کی طرف بڑھا۔ انداز ایسا تھا، جیسے وہ سیدھا ان سے ٹکرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اسی وقت بل ایتھرٹن کا پاؤں پھسلا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ تصادم کے خوف سے اس نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر لیں۔

اس آخری لمحے میں جب وہ ایتھرٹن سے ٹکرانے والا تھا، ڈیمین نے تیزی سے رخ بدلا اور ایتھرٹن کے بہت قریب، بہت برابر سے نکلتا ہوا گول کی طرف بڑھا۔ اس کے وزن سے اس کے پیروں کے نیچے کی برف تھوڑی سی دبی۔ برف پر بال جیسی ایک لمبی لکیر پڑ گئی۔

بل ایتھرٹن کی آنکھیں کھلیں تو اس نے سمجھنے کی کوشش کی کہ ہوا کیا ہے۔ ڈیمین تو غائب ہی ہو گیا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو ڈیمین گول کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ بل پلٹا اور اسکیٹنگ کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ لیکن درمیانی فاصلہ کافی بڑھ چکا تھا۔ جلد بازی کی وجہ سے وہ لڑکھڑایا۔ اس کی وجہ سے بال جیسی وہ لکیر چوڑی ہونے لگی۔ دراڑ بننے لگی۔

پھر جب برف کی وہ دراڑ اس کے آگے آگے بھاگنے لگی۔ یہاں تک کہ ڈیمین کے قدموں کے نیچے برف تڑخنے لگی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ منظر سب سے پہلے پال بوہر نے دیکھا۔فوری ردعمل کے طور پر وہ ان دونوں کی طرف لپکا۔

اچانک...... اچانک بہت زوردار آواز میں دو تڑاخے ہوئے اور برف کی سطح دو اطراف سے پھٹ گئی۔ پھر دو اور تڑاخے ہوئے اور بل ایتھرٹن جیسے برف کے ایک چھوٹے سے قطعے پر...... جزیرے پر حرکت کرتا نظر آیا۔

تمام اسکیٹرز اپنی جگہ جم کر رہ گئے تھے۔تماشائیوں کے درمیان سے چیخوں کی آوازیں بلند ہونے لگی۔

پال بوہر ڈیمین تک پہنچ گیا تھا۔اس نے ڈیمین کو کمر سے تھاما، اسے برف سے اٹھایا، اور کسی کھلونے کی طرح دراڑ کے دوسری طرف...... محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ڈیمین بال بال بچا تھا۔

بل ایتھرٹن اب بری طرح دہشت زدہ ہو چکا تھا۔وہ جانتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔لیکن وہ کر کچھ بھی نہیں سکتا تھا۔اب وہ برف کے تیرتے ڈولتے ہوئے جزیرے پر اکیلا تھا۔

''بل...... ساکت ہو جاؤ۔رک جاؤ''۔رچرڈ تھورن چلایا۔

اسی وقت کئی اور تڑاخوں کی آوازیں فضا میں ٹھٹھر کر رہ گئیں۔وہ ہڈیوں کے ٹوٹنے جیسی آوازیں تھیں۔برف اپنی سطح پر جگہ جگہ سے ٹوٹ رہی تھی، بل ایتھرٹن کا جزیرہ اور چھوٹا ہو گیا تھا۔

دوسرے اسکیٹرز وہاں آ کر رک گئے۔برف کے درمیان سوراخ بہت تیزی سے بڑا ہو رہا تھا۔وہ اپنے ہاتھ اور اسکیں ایتھرٹن کی طرف بڑھا رہے تھے۔''ایتھرٹن...... تھام لو۔جلدی کرو''۔

لیکن سب کچھ بے سود تھا۔ایتھرٹن کا وزن برف کے جزیرے کا توازن بگاڑ رہا تھا، اسے ایک طرف جھکا رہا تھا۔پھر وہ دھیرے دھیرے برف کی پتلی تہہ کے نیچے مچلتے پانی کے بہاؤ کی طرف پھسلنے لگا۔

کنارے پر این نے اپنے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔وہ جانتی تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔لیکن اسے روکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔بلکہ شاید کسی کے بس میں نہیں تھا۔

ڈیمین خود کو پال بوہر کی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے سخت جدوجہد کر رہا تھا۔وہ بل ایتھرٹن کی مدد کرنا چاہتا تھا۔لیکن پال بوہر کی طاقت کے سامنے اس کی ایک نہیں چلی۔

''کود جاؤ''۔پیاریان نے چیخ کر کہا۔

لیکن بہت دیر ہو گئی تھی۔آخری تڑاخا بل ایتھرٹن کے قدموں کے عین نیچے ہوا۔وہ سر کے بل سیاہ یخ بستہ پانی میں جا گرا۔

بل ایتھرٹن پوری طرح نیچے چلا گیا تھا۔چند سیکنڈ تو وہ نظر ہی نہیں آیا۔پھر اچانک وہ سطح پر ابھرا۔اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا۔اس نے برف کی کگر تھامنے کے لئے دستانے میں لپٹا ہوا ہاتھ بڑھایا۔

رچرڈ تھورن کی قیادت میں تمام اسکیٹرز ایک زنجیر کی صورت برف پر سینے کے بل لیٹے تھے کہ...... اس طرح کہ ہر شخص نے ایک ہاتھ سے دوسرے کا پاؤں تھام رکھا تھا۔رچرڈ تھورن سب سے آگے تھا۔اس نے ہاتھ بڑھایا اور ایتھرٹن کا تیزی سے ٹھٹھرتا ہوا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی۔

ایتھرٹن کا سر بہ مشکل پانی سے اوپر ابھرا تھا۔اس کی آنکھوں میں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے جانور کے جیسا خوف تھا۔اس نے برف پر، گرفت حاصل کر کے اوپر آنے کی کوشش میں ہاتھ چلایا۔برف کی تیز دھار نے اس کے دستانے کو کاٹ ڈالا۔اس کا ہاتھ اور کلائی زخمی ہو گئی۔اس کا خون برف کی سطح پر پھیل گیا۔

اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی اور اسی لمحے برف کے نیچے پانی کے تیز بہاؤ نے اسے پھر کھینچ لیا اور وہ دوبارہ پانی میں غائب ہو گیا۔

اسکیٹرز بے یقینی کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔وہ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

اچانک رچرڈ کے پاؤں کے عین نیچے، برف کی سطح کے نیچے ایک چہرہ نمودار ہوا۔وہ بل ایتھرٹن تھا۔اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں ایک تڑپتی ہوئی التجا تھی، وہ خون میں لتھڑے ہاتھوں سے برف کی سطح پر گھونسے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔لیکن اس کے گھونسے طاقت سے محروم تھے۔پھر اس کا منہ کھلا اور وہ چلایا۔لیکن اس کی چیخ کوئی سن نہیں سکا۔شیشے جیسی برف کے نیچے وہ نظر تو آ سکتا تھا۔لیکن اس کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔

اگلے ہی لمحے پانی اسے کھینچ کر دور لے گیا۔کچھ دیر تو وہ اسے اس کی پیچھے چھوڑی ہوئی خون کی لکیر کی وجہ سے دیکھنے کے قابل رہے۔وہ اس لکیر کے ساتھ حرکت کرتے رہے۔لیکن ان کے پاس کرنے کے لئے اب بھی کچھ نہیں تھا۔ وہ اسٹکس سے برف کو توڑنے کی کوشش کرتے رہے۔لیکن ناکام رہے اور بل ایتھرٹن کو برف کے نیچے پانی کا بہاؤ کھینچ کر دور لے جاتا رہا۔اب وہ موٹی برف کے نیچے تھا۔خون کی لکیر بھی اب نظر نہیں آ رہی تھی۔

بالآخر ڈیمین نے خود کو پال بوہر کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔وہ دوسروں کی طرف لپکا۔وہاں رچرڈ تھورن بے قراری کے عالم میں اپنے اسکیٹس کے تیز دھار والے کناروں کی مدد سے برف کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

برف کے نیچے، بل ایتھرٹن کے لئے اب سانس لینا بھی دشوار ہوا جا رہا تھا۔اوپر...... برف کے اوپر اسے وہ لوگ سایوں کی طرح نظر آ رہے تھے، جو اس کی مدد کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف تھے۔ان کی گھٹی گھٹی موہوم سی آوازیں بھی اس تک پہنچ رہی تھیں۔لیکن وہ اپنی آواز ان تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔اپنے پھیپھڑے اسے پھٹتے محسوس ہو رہے تھے۔اب ان میں برفیلا پانی بھرنے لگا تھا۔

پھر اوپر اسے روشنی سی نظر آئی۔پانی پیچھے کی نسبت زیادہ صاف ہو گیا تھا۔اسے دریا کے بالکل کنارے ایک درخت نظر آیا، جو کسی حد تک برف میں دبا ہوا تھا۔اس کے ہوش و حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔مگر اس عالم میں بھی وہ دعا کر رہا تھا۔

پھر ایک معجزہ رونما ہوا۔وہ اچانک اوپر آ گیا۔

سب سے پہلے ڈیمین نے اسے دیکھا۔''وہ دیکھو...... وہ رہے وہ......'' وہ چلایا۔

تمام اسکیٹرز درخت کی طرف لپکے۔درخت کے پاس ایک گڑھا سا تھا۔ایتھرٹن کا سر پانی کے اوپر تھا اور وہ سانس لینے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔

اسکیٹرز رک گئے تھے۔ان کے جھٹکے کی وجہ سے برف چیخنے لگی تھی۔وہ نہ رکتے تو برف ٹوٹ جاتی اور وہ سب پانی میں چلے جاتے۔

''ہم آ رہے ہیں''۔رچرڈ تھورن نے چیخ کر کہا۔

وہ اور ڈیمین بڑی احتیاط سے بڑھنے لگے۔جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہے تھے، برف پتلے کانچ جیسی ہوتی جا رہی تھی۔پھر انہوں نے مدد کے لئے ہاتھ آگے بڑھائے......

ایتھرٹن کا چہرہ صرف ایک لمحہ دکھائی دیا۔پھر ایسا لگا، جیسے کسی قوی ہیکل دیو نے اس کی ٹانگ تھام کر اسے پانی میں کھینچ لیا ہو۔اس کا جسم چند لمحے کسی تاریک دھبے کی طرح نظر آتا رہا اور پھر غائب ہو گیا...... جیسے تہ نشین ہو گیا ہو۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’سب لوگ پھیل جائیں‘‘۔ رچرڈ نے پکارا۔’’وہ پھر غائب ہو گیا ہے‘‘۔

لیکن اب ہر کوشش بے کار تھی۔ بل ایتھرٹن اب کبھی واپس نہ آنے کے لئے گیا تھا۔

درخت کی شاخوں کے درمیان بیٹھے ہوئے جسیم کوے نے ایک کریہہ آواز نکالی اور اڑنے لگا۔ اب وہ ابر آلود آسمان پر چکرا رہا تھا!

..................X..................

بل ایتھرٹن کی موت کو ایک ماہ ہو چکا تھا۔ پال بوہر اب بھی اپنے نئے دفتر کی آرائش میں مصروف تھا۔ اس کے دفتر کی آرائش بل ایتھرٹن کے دفتر سے یکسر مختلف تھی۔ وہ اپنے دفتر کو رچرڈ تھورن کے شکاگو والے اپارٹمنٹ کے ڈائننگ روم کے انداز میں آراستہ کرا رہا تھا۔ آخر ان سب چیزوں کا آغاز اسی جگہ سے تو ہوا تھا۔

آفس کے بیرونی حصے میں جہاں اس کی سیکریٹری اور اسٹینو بیٹھتی تھیں، بہت خوب صورت فریم میں اپنی تصویر آویزاں کرا کے اسے خاص طور پر بڑی خوشی ہوئی تھی۔ یہ پورٹریٹ اسی جگہ لگایا گیا تھا، جہاں کبھی بل ایتھرٹن کا پورٹریٹ آویزاں تھا۔

جنوری کی اس صبح جب اس کے شوفر نے لیموزین تھورن انڈسٹریز کے مین آفس کے سامنے روکی تو اس کا ایگزیکٹو اسسٹنٹ بائرن اس کا منتظر تھا۔ اس نے وہ میگزین اسے تھمایا۔ وہ میگزین درحقیقت اس کے لئے اب تک کی سب سے بڑی خوشی تھا۔

وہ ماہنامہ خوش قسمتی کا تازہ ترین شمارہ تھا اور اس کے سرورق کی زینت وہی تصویر تھی، جو اس کے دفتر کے بیرونی حصے میں آویزاں تھی۔ تصویر کے نیچے کیپشن تھا...... پال بوہر، تھورن انڈسٹریز کے نئے صدر!

بائرن اپنی جگہ ساکت کھڑا اپنے باس کے ردعمل کا منتظر تھا۔

بوہر نے دھیرے سے سر کو جنبش دی۔ ’’شکریہ بائرن‘‘۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

بائرن کو مایوسی ہوئی۔’’اوہ...... تو آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں‘‘۔

پال بوہر نے کھلی بدمزگی سے اپنے اسسٹنٹ کو دیکھا۔’’تم کہیں یہ تو نہیں سمجھتے کہ ایسی باتیں اتفاقاً ہو جاتی ہیں‘‘۔ اس نے کہا۔ کبھی کبھی بائرن اسے بہت سادہ لوح اور احمق لگتا تھا۔ جبکہ وہ خود دس سال پہلے بائرن کی عمر میں اتنا احمق نہیں تھا۔ کم از کم اپنی یادداشت کے مطابق تو ایسا ہی تھا۔ ویسے عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ بوہر نے اپنی یادوں کیلئے انتخاب کا سسٹم بنا لیا تھا۔ بچپن کی یادوں کو تو وہ پہلے ہی بھلا چکا تھا اور اس کے لڑکپن کی یادیں بھی تیزی سے مٹتی جا رہی تھیں۔

بائرن نے اسے چونکا دیا۔’’میرا خیال ہے، یہ بہت خوب صورت ہے‘‘۔ اس کا اشارہ خوش قسمتی کے سرورق کی طرف تھا۔

اس بار پال بوہر نے سر کو جنبش دینے کی زحمت بھی نہیں کی۔

وہ دونوں لفٹ کے انتظار میں کھڑے تھے۔’’پیاریان کی کوئی خیر خبر؟‘‘ پال بوہر نے پوچھا۔

’’نہیں جناب‘‘۔ بائرن نے جواب دیا۔’’وہ تو لگتا ہے کہ بالکل ہی غائب ہو گیا ہے‘‘۔

لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ پال بوہر نے لفٹ میں موجود واحد بٹن دبایا۔ لفٹ اسے اس کے وسیع و عریض آفس کے عقبی دروازے پر لے جانے کے لئے تھی۔

بائرن چند لمحے خاموش رہا۔ لفٹ تیسری منزل کراس کرنے لگی تو اس نے دھماکہ کیا۔’’رچرڈ فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتے ہیں‘‘۔

پال بوہر بری طرح چونکا...... مگر محض ایک لمحے کیلئے، وہ اس کھیل کو پہچان گیا تھا۔ کیونکہ کمپنی میں ٹاپ تک پہنچنے کے دوران وہ خود بارہا یہ کھیل کھیل چکا تھا۔ اصل میں بائرن جو کہنا چاہ رہا تھا، وہ یہ تھا...... رچرڈ اپنی تعطیلات ختم ہونے سے پہلے ہی لوٹ آیا ہے۔ یہ بات مجھے معلوم ہے جبکہ مسٹر بوہر، تم اس سے بے خبر ہو۔ وہ فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کا ممکنہ مطلب یہ ہے کہ تم اس کی طرف سے پریشانی میں ہو اور میں نے اسے رچرڈ کہہ کر پکارا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے میں اسے مسٹر تھورن کہہ کر پکارتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب میرے اور اس کے درمیان ایک ایسی قربت ارتقا پا رہی ہے، جس کی تمہیں ہوا بھی نہیں لگ سکی۔ جس وقت تم اپنے دفتر کی تزئین و آرائش میں اور خوش قسمتی کے سرورق پر آنے کی کوششوں میں الجھے ہوئے تھے، اس دوران میں نے یہ قربت کمائی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ رچرڈ...... ہاں مسٹر تھورن نہیں، رچرڈ تم سے فوری طور پر کیوں ملنا چاہتا ہے اور تمہیں یہ بات معلوم نہیں!۔

پال بوہر سمجھ گیا کہ جو کچھ بائرن کہنا چاہتا تھا اور اس نے نہیں کہا، وہ یہی ہے۔ لیکن بائرن یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کھیل وہ اس میدان کے ماہر ترین کھلاڑی کے ساتھ کھیل رہا ہے۔’’اوہ...... تو وہ آ بھی چکے ہیں؟‘‘ اس نے بناوٹی حیرت سے کہا۔’’مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا‘‘۔ یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

بائرن بجھ کر رہ گیا۔’’جی ہاں‘‘۔ اس نے کہا اور اب وہ مزید کچھ کہنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کیا کہے۔’’اور غسل آفتابی نے اس کی رنگت کو سنولا دیا ہے‘‘۔ اس نے اضافہ کیا۔

دونوں جانتے تھے کہ یہ جملہ درحقیقت بے بسی کا اظہار ہے!۔

..................X..................

جس وقت پال بوہر آفس میں داخل ہوا، رچرڈ تھورن اپنی بہت بڑی میز کے عقب میں بیٹھا کافی کے گھونٹ لے رہا تھا۔ اس نے پال کو ہیلو کہنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔’’یہ پیاریان انڈیا میں کیوں ہے...... اور کیا کر رہا ہے؟‘‘

پال بوہر نے اپنا بریف کیس میز پر رکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ یوں اسے سوچنے کا موقع مل گیا کہ اسے جواب میں کیا کہنا ہے اور کہنے سے پہلے اسے ظاہری علامات کا جائزہ بھی لیا تھا۔ رچرڈ تھورف کا کالر کھلا تھا۔ اسے نکٹائی بھی نہیں لگائی تھی۔ اس نے شیو بھی نہیں کیا تھا۔ عام حالات میں وہ اس طرح اپنے دفتر میں آنے کا قائل نہیں تھا۔ یہ صورت حال ایمرجنسی کی غماز تھی۔

اور رچرڈ تھورن غصے کا محض اظہار نہیں کر رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت غصے میں تھا۔

’’مجھے زمین کی چند مجوزہ خریداریوں کے سلسلے میں اس کا مشورہ درکار تھا‘‘۔ پال بوہر نے کہا۔’’اور اس سے بہتر کوئی آدمی......‘‘۔

’’تو کیا ہم زمینیں خریدنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟‘‘ رچرڈ تھورن کے لہجے میں شاک تھا۔

’’آپ نے میری رپورٹ کے اختتامی نوٹ سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا‘‘۔ پال بوہر نے بے حد مدافعانہ انداز میں کہا۔’’اور کمپنی کی صدارت میں نے اسی شرط پر قبول کی تھی‘‘۔

رچرڈ نے اپنی پیشانی کو انگلیوں سے مسلتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔’’اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم مجھے میری اپنی کمپنی سے بے دخل کر دو‘‘۔ اس نے کہا۔’’تم پہلے مجھے بتاؤ گے۔ اس کے بعد معاملات آگے بڑھاؤ گے۔ اگر میں یہ بات پہلے واضح نہیں کر سکا تھا تو اب کر رہا ہوں‘‘۔

’’آپ چھٹی پر گئے ہوئے تھے‘‘۔ پال بوہر نے احتجاج کیا۔’’میں نے آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا‘‘۔ لیکن یہ کہتے ہوئے خود پال بوہر کو احساس ہو رہا تھا کہ یہ عذر لنگ ہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’میں کہیں بھی جاؤں، فون پر رابطے میں رہتا ہوں‘‘۔ رچرڈ نے کہا اور تھکے تھکے انداز میں سینے پر ٹھوڑی لگا دی۔ ’’بل ایتھرٹن مجھے مطلع کئے بغیر اس طرح کے فیصلے کبھی نہیں کرتا تھا‘‘۔

’’لیکن میں بل ایتھرٹن نہیں ہوں‘‘۔

’’میں تم سے اس کی امید ہی نہیں رکھتا‘‘ رچرڈ نے تیز لہجے میں کہا۔ ’’لیکن یہ امید بہر حال رکھتا ہوں کہ تم کمپنی کے اخلاقی اور انتظامی ضابطوں کا احترام کرو گے‘‘۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہ طے تھا کہ پال بوہر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے‘‘۔

’’پال‘‘ رچرڈ تھورن کا لہجہ اب نرم تھا۔ ’’تم بہت ذہین آدمی ہو۔ جو پوزیشن تمہیں دی گئی ہے، تم اس کے مستحق ہو۔ لیکن زیادہ تیز چل کر اپنے لئے خرابیاں پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ بات کبھی نہ بھولا کرو کہ اس کمپنی کا مالک کون ہے‘‘

’’آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا‘‘ پال بوہر نے لہجے میں خلوص سموتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر خاموشی رہی جو پال بوہر کیلئے حوصلہ افزا تھی، پھر اس نے موضوع بدلا۔ ’’آپ کو پیاریان کی ضرورت تھی۔ کیوں؟‘‘

’’اس کے P84 یونٹ کے ڈیزائن میں کچھ گڑبڑ ہے‘‘ رچرڈ نے کہا، ’’اور واکر اس سلسلے میں بہت زیادہ پریشان ہے‘‘ اس جملے کے ساتھ ہی، پال بوہر کی توقع کے عین مطابق رچرڈ تھورن کا رویہ اور انداز یکسر تبدیل ہوگیا۔ اختلافی مسئلے پر تبادلہ خیال ہو چکا تھا اور اب وہ قصہ پارینہ تھا۔ رچرڈ نے اپنی بات پوری طرح واضح کر دی تھی اور بوہر نے معذرت کر لی تھی۔ پال بوہر نے سمجھ لیا کہ اب یہ معاملہ کبھی زیر بحث نہیں آئے گا۔ بشرطیکہ وہ دوبارہ ایسی حماقت نہ کرے اور اگر اس نے دوبارہ ایسی حماقت کی تو کسی وضاحت کی نوبت نہیں آئے گی۔ بس اسے کمپنی سے فارغ کر دیا جائے گا

’’میں جانتا ہوں کہ واکر پریشان رہنے کا عادی ہے‘‘ رچرڈ نے کہا، ’’لیکن اس بار اس کی پریشانی بجا ہے‘‘

’’میں سنبھال لوں گا رچرڈ، آپ فکر نہ کریں‘‘ پال بوہر نے کہا اور جانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

پال بوہر کے جانے کے بعد رچرڈ اٹھا اور کھڑکی کے پاس چلا گیا۔ کھڑکی سے اولڈ واٹر ٹاور کا نظارہ اس کیلئے ہمیشہ سکون بخش ہوتا تھا۔ لیکن اس روز اسے دیکھتے ہوئے اسے سکون کا احساس نہیں ہوا۔ وہ بہت اپ سیٹ تھا۔

بل ایتھرٹن کی المناک موت کے بعد سے کوئی بات اس کے ذہن میں مسلسل چبھ رہی تھی۔ وہ بات کیا ہے، یہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ اس کے شعور کی گرفت میں آتے آتے اچانک پھسل جاتی تھی۔

............x............

اس کورس کا عنوان تھا...... تاریخ عساکر...... نظریات اور میدان عمل۔ نام سن کر احساس ہوتا تھا کہ یہ بہت دلچسپ مضمون ہوگا۔ لیکن ایسا تھا نہیں۔ اصل میں اس مضمون میں مشہور جنگوں کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا تھا...... اور تجزیہ کیا جاتا تھا۔ اس کا مقصد طلبا کے دلوں میں فتح کی اہمیت بٹھانا تھا۔ بہادری کے جذبات ابھارنا تھا۔ کبھی یہ مقصد پورا ہو جاتا تھا۔ اور کبھی نہیں پورا ہوتا تھا، بہر حال وہ سب کیلئے ایک لازمی کورس تھا۔

اس روز تاریخ عساکر کی کلاس میں نیف کا پلاٹون کے بیشتر ممبر موجود تھے، اور موضوع تھا ین جنگ جو اٹیلا۔ کلاس انسٹرکٹر دبلا پتلا دراز قد بڈمین تھا۔

بڈمین کو اٹیلا میں ذاتی طور پر دلچسپی تھی، ویسے ہی جیسے شائقین موسیقی کسی کمپوزر سے اور پڑھنے والے لوگ کسی مصنف سے محبت کرتے ہیں۔ وہ جب بھی اٹیلا کے بارے میں پڑھتا تو اسے لگتا کہ تاریخ کے اوراق کے پار وہ اس شخص کی روح تک میں جھانک سکتا ہے۔ اور اس کا خیال تھا کہ اٹیلا کو کوئی صحیح طور پر سمجھ نہیں سکا۔

’’تاریخ بے چارے اٹیلا کے بارے میں جو کچھ بتاتی ہے، وہ سطحی ہے‘‘ بڈمین کہہ رہا تھا۔ ’’اس کے اقدامات کے غلط تشریح و توضیح پیش کی گئی۔ آپ کو یہ بات عجیب لگے گی کہ اٹیلا کے اپنے لوگ بھی اسے محض حکمران سمجھتے تھے......‘‘

کلاس میں صرف ڈیمین تھا، جو توجہ سے سن رہا تھا، یہ بات اپنی جگہ بے حد عجیب تھی، کیونکہ تاریخ میں وہ کبھی اچھا نہیں رہا تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے اندر تاریخ کیلئے ہمیشہ مزاحمت ابھرتی تھی۔ البتہ پچھلے دو تین ماہ میں وہ ان اہم لوگوں کی زندگی کی تفصیل میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگا تھا‘‘ جو کبھی اس زمین پر جئے تھے...... اور مر گئے تھے۔ اور ان کی زندگی اور موت، دونوں نے بے شمار لوگوں کی زندگیوں کو متاثر کیا تھا۔

’’دوسرے فاتحین کے برعکس اسے تباہی سے کوئی غرض نہیں تھی، اس سے پہلے کے بھی، اور اس کے بعد کے بھی۔

ان دنوں مارک کا ٹیڈی کے ساتھ بہت اچھا وقت گزر رہا تھا۔ ٹیڈی اب بالکل بدل گیا تھا۔ اب وہ مارک اور ڈیمین تھورن کے ساتھ رہنا پسند کرتا تھا۔

اس وقت مارک اور ٹیڈی ساتھ بیٹھے تھے۔ مارک ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا اور ٹیڈی اس کاغذ کو دیکھتے ہوئے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

’’درحقیقت اٹیلا کو حصول علم کا اتنا شوق تھا کہ اس نے صاحب علم رومیوں کو اپنے دربار میں مقام دیا......‘‘ بڈمین کہہ رہا تھا۔

اسی وقت مارک نے وہ کاغذ ڈیمین کو دکھایا۔ ڈیمین نے کیونکہ وہ کاغذ بالکل اچانک دیکھا تھا۔ وہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا اور بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

بڈمین بولتے بولتے رک گیا۔ ’’یہ کون ہنسا......؟‘‘ اس نے پوچھا

ڈیمین فوراً ہی کھڑا ہو گیا، ’’میں ہنسا تھا سر‘‘

’’یہاں آؤ۔ اور یہ کاغذ اپنے ساتھ لاؤ‘‘

ڈیمین نے حکم کی تعمیل کی۔

مارک اپنی سیٹ پر بیٹھا پہلو بدلتا رہا۔ اسے احساس جرم ستا رہا تھا۔ ٹیڈی نے اس کے پاؤں پر مارتے ہوئے سرگوشی میں کہا، ’’بزدل!‘‘

تمام طلبا متوقع نظروں سے ڈیمین کو دیکھ رہے تھے، ان کی نگاہوں میں خوشی بھی تھی اور خوف بھی۔

بڈمین نے ڈیمین کے ہاتھ سے کاغذ لیا اور دیکھا، وہ اس کی اپنی تصویر تھی...... اور کافی اچھی تصویر تھی۔ تصویر میں اس کے ہاتھوں میں منگولوں کے کٹے ہوئے سر تھے، جنہیں وہ اوپر اٹھا کر دکھا رہا تھا۔

بڈمین کا غصے سے برا حال ہو گیا۔ نہ صرف یہ کہ اس کا مذاق اڑایا گیا۔ بلکہ اس کی آئیڈیل شخصیت اٹیلا کو بھی تضحیک کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ حرکت بھی کلاس کے ذہین ترین طالب علم نے کی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ حرکت دراصل کسی اور کی ہے۔

بڈمین نے کاغذ کا گولا بنایا اور ڈسٹ بن میں اچھال دیا۔ ’’اس کا مطلب ہے کہ ہماری کلاس میں ایک باصلاحیت مصور موجود ہے‘‘ اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔ ’’کیا بات ہے؟ کوئی گڑبڑ ہے؟ تھورن...... میں تمہیں بور کر رہا ہوں؟‘‘

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ڈیمین کو کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔

بڈمین نے اسے زیادہ موقع بھی نہیں دیا۔ ''تم اس پیریڈ میں تفریح کر رہے ہو۔ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اٹیلا کی جنگوں اور اسکی فتوحات کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہو''

ڈیمین نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''جی سر...... اچھی خاصی معلومات ہیں مجھے'' اس کے لہجے کے انکسار میں بھی چیلنج تھا۔

اس کے جواب نے نہ صرف پوری کلاس کو حیران کیا، بلکہ وہ خود بھی اس پر حیران تھا۔

''اچھی خاصی معلومات!'' بڈمین نے تضحیک آمیز لہجے میں دہرایا۔ ''اگر اٹیلا کو اپنی جنگوں کے بارے میں مکمل معلومات کے بجائے صرف اچھی خاصی معلومات ہوتیں تو آج ہم اس کا نام بھی نہ جانتے'' وہ کہتے کہتے رکا اور اس نے آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے ڈیمین کو گھورا۔ پھر اس نے تیز لہجے میں کہا ''ڈیمین تھورن، اٹیلا کے نام کے سوا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے؟ مثال کے طور پر تم رومیوں سے اس کے تعلق کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟''

ڈیمین نے ایک اور گہری سانس لی۔ ''جی سر، میرا خیال ہے، جانتا ہوں'' اس نے کہا، حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے...... اور کیوں کر رہا ہے۔

کلاس سرگوشیوں سے بھر گئی۔ سب لوگ سوچ رہے تھے کہ ڈیمین خود کو دلدل میں دھنسائے جا رہا ہے۔ اور سب جانتے تھے کہ وہ ہمیشہ ٹیچرز سے براہ راست تصادم سے احتراز کرتا ہے۔

''تو تمہارا خیال ہے کہ تم جانتے ہو'' بڈمین نے کہا، ''چلو...... ذرا چیک کر کے دیکھیں۔ اچھا ڈیمین ستورن، تم مجھے بتاؤ کہ جب اٹیلا نے گاؤل فتح کیا تو اس کی افواج کی تعداد کیا تھی؟''

''پانچ لاکھ کے لگ بھگ سر'' ڈیمین نے جواب دیا، اسے احساس بھی نہیں تھا کہ اس نے جواب دیا ہے۔ اسے سوچنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ وہ خودکار انداز میں پھر بول اٹھا۔ ''لیکن چیلون کی جنگ میں ایٹس نے اسے شکست دی، یہ 451ء کی بات ہے۔ شکست کھا کر وہ پلٹا اور اس نے شمالی اٹلی کو فتح کیا۔

لیکن وہ روم نہیں گیا۔

بڈمین گنگ ہو گیا۔ اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ لیکن اتنے طلبا کی موجودگی میں وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتا تھا۔ جو کچھ اس نے شروع کیا تھا، اسے اختتام تک پہنچانا بھی ضروری تھا۔

ویسے اسے ایسا لگا کہ یہ جواب انسا ئیکلو پیڈیا سے لیا گیا ہے اور انسا ئیکلو پیڈیا سے حاصل ہونے والی معلومات نامکمل ہوتی ہیں۔ مثلاً انسا ئیکلو پیڈیا کے کسی کیڑے سے پوچھا جائے تو وہ یہ تو بتا دے گا کہ کولمبس نے امریکا 1492ء میں دریافت کیا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ کولمبس انڈیز میں کیوں موجود تھا اور یہ کہ اسے جستجو کس چیز کی تھی۔

چنانچہ بڈمین نے دوسرا حملہ کیا۔ وہ ایسا سوال تھا، جس کے جواب میں پورا مضمون لکھا جا سکتا تھا۔ ''اس نے روم کو کیوں نظرانداز کر دیا؟''

اس بار بھی ڈیمین ایک لمحہ بھی نہیں جھجکا۔ ''اس کا کریڈٹ عام طور پر پوپ لیو اول کی سفارتی مہارت کو دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا اصل سبب اٹیلا کے پاس رسد کی کمی تھی......'' یہ کہتے کہتے ڈیمین کچھ جھجکا۔

بڈمین مسکرایا۔ لڑکا پھنس رہا ہے۔ اس نے سوچا۔

مگر ڈیمین کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر لہرا رہا تھا...... جنسی اختلاط کا منظر۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس کی تشریح و توضیح کرے۔ بالآخر اس نے کہا۔

''اس کے فوجی جنسی محرومی کی وجہ سے طاعون جیسی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے''۔

اس خطرناک جملے پر کئی طلبا نے بدمزگی کے اظہار کے لئے ہنکارے بھرے۔

بڈمین کو جلال آگیا۔ ''خاموش''۔ اس نے طلبا کو ڈانٹا۔ پھر وہ ڈیمین کی طرف مڑا۔ ''اٹیلا کی تاریخ پیدائش بتاؤ''۔

''وہ کسی کو نہیں معلوم سر''۔

''تخت نشینی کی تاریخ؟''

''445ء تا 453ء۔ اپنی آخری شادی کی تقریب میں نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی''۔

اس بار پوری کلاس میں ہلچل مچ گئی۔

''شٹ اپ''۔ بڈمین حلق کے بل چلایا۔ اس کا اعتماد ہل گیا تھا۔ ڈیمین کے نزدیک تر ہوتے ہوئے اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''اس کے بھائی کا کیا نام تھا؟''

''بلیدا'' ڈیمین نے کہا۔ اور اس بار بھی اس نے صرف سیدھے جواب پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کے اندر معلومات کا ایک ایسا چشمہ ابل رہا تھا، جس کی موجودگی کا اس سے پہلے اسے علم بھی نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کی موجودگی کلاس روم میں دھڑکتی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈیمین کو یہ معلوم تھا کہ وہ جانتا ہے۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ وہ کیسے جانتا ہے۔ وہ اٹیلا کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا...... ہر بات! وہ ایسا تھا، جیسے وہ اٹیلا کے دماغ میں جھانکنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ وہ اس کے خیالات، اس کے خواب، اس کے واہموں کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا...... ایسے جیسے وہ اس کے اپنے خیالات، خواب اور رابطے ہوں۔ ایسا تھا، جیسے وہ کسی پچھلی زندگی میں اٹیلا سے واقف رہا ہو۔ بلکہ جیسے وہ خود اٹیلا رہا ہو۔

''اٹیلا اور اس کے بھائی بلیدا کو ہن سلطنت 434ء میں ورثے میں ملی تھی''۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''وہ مملکت ایلپس اور بالٹک سے کیسپیئن کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی''۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گویا اس مملکت کی وسعت کا اظہار کیا۔ ''دونوں بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں تھا''۔ یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں مارک کے چہرے پر جمی تھیں۔

اس کی اس نگاہ نے مارک کے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑا دی تھی۔

''...... اگرچہ اس سلسلے میں تاریخ کچھ نہیں بتاتی۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ 435ء اور 439 کے دوران اٹیلا نے اپنے شمال اور مشرقی سرحدی علاقوں میں وحشیوں کی شورش ضرور کی''۔ اس نے بڈمین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''اور آگے بڑھوں سر؟''

لیکن بڈمین جانتا تھا کہ اب ڈیمین رکنے والا نہیں۔ اس کا اپنا حال یہ تھا کہ وہ متعجب بھی تھا اور اس لڑکے سے دہشت زدہ بھی۔ لیکن اس کی کوئی باطنی حس اسے تلقین کر رہی تھی کہ اب وہ منظرنامہ تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ اس نے ڈیمین کو دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''441ء میں سلطنت روما نے اٹیلا کو دیا جانے والا خراج روک دیا''۔ ڈیمین نے اپنی بات جاری رکھی''۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اٹیلا نے ڈینیوب کے سرحدی علاقے پر حملہ کر دیا۔ وہ زبردست جنگ جو تھا۔ اس کا راستہ روکنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ایک سال بعد رومیوں نے صلح کر لی......''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اب پوری کلاس سحر زدہ ہوکر ڈیمین کو دیکھ رہی تھی۔

''ایک اچھا جنگ جو ہونے کے ساتھ ساتھ ایٹلا ایک ایک چالاک سیاست دان بھی تھا۔'' ڈیمین نے کہا۔ ''اپنی رعایا کے توہمات اور اعتقاد سے فائدہ اٹھانا اسے خوب آتا تھا۔ مثال کے طور پر اسکائی تھین لوگ ننگی تلوار کو دیوتا کا درجہ دے کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ اگرچہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ دیوتا اب دنیا سے اٹھ گیا ہے''۔

''ایک دن ایک گڈریا اپنی ایک بھیڑ کی تلاش میں صحرا میں بھٹک رہا تھا کہ اسے ایک تلوار ریت میں اس حد تک دھنسی ہوئی نظر آئی، جیسے کسی نے آسمان سے اسے نوک کے بل زمین پر پھینکا ہو۔ وہ اس تلوار کو نکال کر ایٹلا کے پاس لے آیا۔ ایٹلا نے اس تلوار کو اپنی فوج کے سامنے لہراتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اس نے میدان جنگ میں موت پر فتح حاصل کر لی ہے۔

طلبا اب ڈیمین کے ہر لفظ کو پوری توجہ سے سن رہے تھے۔ لیکن مارک ہر گزرتے لمحے کے ساتھ دہشت زدہ ہو رہا تھا۔

اب ڈیمین نے ایک ایسی بات کہی جو بڈ مین نے نہ سنی تھی، نہ پڑھی تھی۔ ''ممکن ہے، ایٹلا نے وہ تلوار اس طرح بلند اس لئے کی کہ کبھی اسے بھی یوں اٹھایا جاتا تھا۔ اس کی ماں اسے اس طرح اٹھا کر سورج کے سامنے ہر روز کیا کرتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ ہر روز ایک گھنٹے تک ایٹلا کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر سورج کے سامنے رکھے گی تو اس کے بیٹے کو سورج کی تمام طاقت اور توانائی مل جائے گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس عمل کے نتیجے میں ایٹلا کی جلد جھلس گئی تھی اور اس کی سیاہ رنگت کا سبب یہی تھا۔'' ڈیمین سانس لینے کیلئے رکا۔ اس کا دل سینے میں یوں دھڑ دھڑا رہا تھا، جیسے پسلیوں سے سر ٹکرا رہا ہو۔ ''یہ اس وقت کی بات ہے، جب ایٹلا تین سال کا تھا۔'' اس نے اپنی بات مکمل کی۔

بڈ مین اب حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

لیکن ڈیمین کے پاس ابھی کہنے کو اور بھی تھا۔ کوئی طاقت اسے بولنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ''ایٹلا اپنے بھائی سے بالکل مشابہ نہیں تھا۔ بات صرف رنگ کی نہیں تھی۔ دونوں کے نقوش میں نام کو بھی مشابہت نہیں تھی۔ اس کا سبب شاید یہ تھا کہ دونوں کے باپ الگ الگ تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایٹلا کی ماں نے کھلے عام متعدد لوگوں سے تعلقات استوار کر رکھے تھے''۔

''ایٹلا نے جب پہلی جنگ لڑی تو وہ میری عمر کا تھا۔ اس کی عمر اس عمر کی ایک پینٹنگ موجود ہے، جس میں اس کی تلوار بہ یک وقت تین دشمنوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔ اس عمر میں وہ نہایت خوب رو تھا اور خواتین بڑی تعداد میں اس کی آرزو کرتی تھیں۔ اس کے فوراً بعد اس نے شیطان کے پجاریوں سے تعلق جوڑ لیا اور شیطان کی پرستش شروع کر دی......''۔

بڈ مین کے نزدیک پانی اب سر سے گزر گیا تھا۔ ''یہ بکواس ہے''۔ اس نے غصے سے کہا۔ ''یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟ مجھے حوالہ دو۔'' یہ حوالے کا حکم بڈ مین کا خاص ہتھیار تھا۔

پہلی بار ڈیمین کی آواز لڑکھڑائی۔ ''میں...... یہ تو مجھے نہیں معلوم سر''۔ اب اس کے چہرے پر الجھن کا تاثر تھا۔ اس کی خود اعتمادی رخصت ہو چکی تھی۔ وہ یوں کھڑا تھا، جیسے کسی اجنبی مقام پر اچانک آ کھڑا ہوا ہو۔ جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہو۔

بڈ مین نے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہا۔ ''اور اس کا بھائی...... وہ بھی شیطان کا پجاری بن گیا ہوگا''۔

ڈیمین کا کھویا ہوا اعتماد ایک دم لوٹ آیا۔ ''نہیں سر...... بالکل نہیں''۔ اس نے پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ ''کیونکہ اس وقت تک ایٹلا اپنے بھائی کو قتل کر چکا تھا''۔

مارک کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔

اب ڈیمین جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا مطلب بھی اسے معلوم نہیں تھا۔ اندر جو معلومات امنڈ رہی تھیں، وہ بس انہیں باہر نکال رہا تھا۔ ''اسے اپنے بھائی کو قتل کرنا ہی تھا۔ کیونکہ وہ تنہا حکمرانی کرنا چاہتا تھا''۔ ڈیمین کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا، جیسے ایٹلا کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا ہو۔ ''......اور پھر......'' اس کی آواز دھیمی...... بہت دھیمی ہو گئی، جیسے وہ کوئی بہت بڑا راز منکشف کر رہا ہو''۔ وہ خود کو نمرود اعظم کہنے لگا...... نمرود، خدا کا مقہور...... شیطان کا بیٹا...... اینٹی کرائسٹ''۔

کلاس روم میں سناٹا چھا گیا۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور نیف تیز قدموں سے اندر آیا۔ وہ بڈ مین کی طرف بڑھا، جو پسینے میں نہایا ہوا پوری جان سے یوں لرز رہا تھا، جیسے کسی بھی لمحے ڈھیر ہو جائے گا۔

نیف نے بڈ مین سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ بڈ مین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نیف ڈیمین کی طرف مڑا۔ ''تم میرے ساتھ آؤ''۔ اس نے ڈیمین سے کہا۔

ڈیمین خاموشی سے اس کے ساتھ چلا گیا۔

''بلیک بورڈ پر جو کچھ لکھا ہے، اسے اپنی کاپیوں پر اتار لو''۔ بڈ مین نے طلبا سے کہا جو اب بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھے۔ پھر وہ بھی ڈیمین اور نیف کے پیچھے نکل گیا۔

کلاس میں خوف ناک خاموشی تھی۔ پھر اچانک چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔

............x............

نیف ڈیمین کو راہ داری میں دور لے گیا تاکہ ان کی گفتگو کسی کو سنائی نہ دے۔ بڈ مین واش روم کی طرف چلا گیا۔ اس وقت اس شدید پیاس لگ رہی تھی۔

''تم کیا کرنے کی کوشش کر رہے تھے ڈیمین؟''۔ نیف کے لہجے میں برہمی تھی۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے ڈیمین کو اس کے پہلے نام سے مخاطب کیا تھا۔

ڈیمین خود ششدر تھا۔ ''میں سوالوں کا جواب دے رہا تھا سارجنٹ''۔

نیف نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ تم خود کو ظاہر کر رہے تھے...... اپنی حقیقت کھول رہے تھے''۔

ڈیمین کو اتنا ہوش بھی نہیں تھا کہ سوچ پاتا...... کہ نیف کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔ وہ جو کچھ کر چکا تھا، اسی میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ وہ کلاس میں کہتا رہا، اسے معلوم کیسے ہوا۔ ''لیکن مجھے ان سوالوں کے جواب معلوم تھے''۔ اس نے وضاحت کی کوشش کی۔ ''کیسے؟''۔ ''یہ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے معلوم تھا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں''۔

نیف کا لہجہ اب بھی سخت تھا۔ ''کچھ بھی ہو۔ تمہیں خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہئے۔ تمہیں دوسروں کی نظروں میں نہیں آنا چاہئے''۔

''میں نے ایسی کوئی کوشش کی بھی نہیں''۔ ڈیمین نے احتجاج کیا۔ ''میں تو بس......''۔

نیف نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''وہ دن آئے گا، جب سب جان لیں گے کہ تم کون ہو۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے''۔

یہی بات پال بوہر نے بھی کہی تھی۔ ڈیمین اور الجھ گیا۔ ''کون ہوں میں؟''۔ اب وہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

یہ سب لوگ اسے اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔ایسا کیا ہے اس میں؟ اسے لگ رہا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گا۔

''تم بائبل پڑھو''۔نیف نے کہا۔''پیش گوئیوں کا باب پڑھو۔پڑھو...... دیکھو کہ اس میں تمہارے بارے میں...... ہاں تمہارے متعلق کیا لکھا ہے''۔

ڈیمین پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ضرور پڑھنا''۔نیف کے لہجے میں اصرار تھا۔''پڑھو۔پڑھو گے تو جانو گے۔جانو گے تو سمجھو گے''۔

ڈیمین اس وقت چیخ چیخ کر رونا چاہتا تھا۔''یہ تو بتائیں کہ مجھے کیا سمجھنا ہے''۔اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔''پلیز...... مجھے بتائیں''۔

نیف چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں ڈیمین کے لئے ادب اور احترام تھا۔''آپ کو یہ سمجھنا ہے کہ درحقیقت آپ کون ہیں''۔یہ کہہ کر اس نے ڈیمین کے سامنے احتراماً سر خم کیا، پلٹا اور چلا گیا۔

ڈیمین وہاں کھڑا رہا۔بہتے ہوئے آنسو اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا بتانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بائبل ہی سے مدد لینا ہوگی۔دیکھا تو جائے کہ کتاب میں اس کے بارے میں کیا لکھا ہے۔

اصل میں تو یہ دیکھنا تھا کہ کیا واقعی بائبل میں اس کے بارے میں کچھ لکھا ہے!

............x............

ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی کا بینڈ بڑا زبردست تھا۔بینڈ کی ضرورت کھیل کے مقابلوں اور دیگر تقریبات کے دوران پڑتی تھی۔مارک تھورن بگل بجانے والوں کا سربراہ تھا۔

کہتے ہیں کہ بگل کے سر بہت محدود ہوتے ہیں۔لیکن مارک تھورن نے بگل کے اظہار جذبات کو وسعت اور گہرائی بخشی تھی۔اسی لئے اسے غیر معمولی طور پر سراہا جاتا تھا۔مارک کے نزدیک یہ بڑا اعزاز تھا کہ اسکول میں ہر بلاوا اس کے بگل کا مرہون منت ہوتا تھا۔

اس کیلئے اسے دوسرے طلبا کے مقابلے میں آدھا گھنٹا پہلے بیدار ہونا پڑتا تھا۔مگر یہ بات اسے گراں نہیں گزرتی تھی۔صبح سویرے وہ اسکول کے لاؤڈ اسپیکر سسٹم پر ''جاگو'' کی دھن بجاتا تو اسے خوشی ہوتی۔حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اکیڈمی کے لڑکوں کو اس کے بگل کی آواز سے جاگنا برا نہیں لگتا تھا۔ورنہ لڑکپن کی نیند تو بہت ضدی ہوتی ہے۔اور صبح بہت سویرے جگائے جانا کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا۔دوسری طرف رات کو سونے کے وقت مارک اپنے بگل پر......سو جا، رات ہوئی......کی دھن بجاتا تو سب لڑکوں کے لئے سو جانا جیسے آسان ہو جاتا۔

یہی کیفیت کھانے کے لئے میس کے بلاوے پر ہوتی تھی۔

اس روز کیونکہ بارش کا امکان تھا، اس لئے بینڈ والوں کی پریکٹس ان ڈور ہو رہی تھی۔ڈومیٹری اس انداز میں بنائی گئی تھی کہ وہاں ان ڈور سرگرمیوں کی گنجائش تھی۔تمام کمرے دوسری منزل پر تھے۔اور یہ دوسری منزل ایک بالکونی کی طرح تھی اور عمارت کے چاروں طرف موجود تھی۔ہر کمرے سے نیچے، عمارت کے وسط میں موجود پریڈ گراؤنڈ کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

کلاس روم پہلی منزل پر تھے...... اقامتی کمروں کے عین نیچے۔اس کے نتیجے میں نچلی منزل اتنی ہی کشادہ تھی، جتنی اوپری منزلیں۔وہاں تمام ان ڈور سرگرمیاں ممکن تھیں۔

اس وقت وہاں بینڈ کی ریہرسل ہو رہی تھی۔اور پریڈ کی ریہرسل بھی جاری تھی۔

اس وقت مارچ پریڈ کے لئے ''طوفانی'' دھن بجائی جا رہی تھی جو مارک کو بہت پسند تھی۔وہ دھن میں کھویا ہوا تھا۔اس کا اوپر اٹھتا، نیچے گرتا پاؤں تال دے رہا تھا۔

وہ سہ پہر کا وقت تھا۔لیکن باہر اندھیرا چھا رہا تھا۔وہ خالی پیریڈ تھا۔جو طلبا بینڈ میں شامل نہیں تھے، وہ یا تو اپنے اپنے کمرے میں مطالعے میں مصروف تھے یا جمنازیم میں کسی ورک آؤٹ میں محو تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ڈیمین کو کسی نے نہیں دیکھا، جو اس وقت ایک قبیح حرکت کر گزرا تھا۔اس نے بڈمین کی بائبل چرا لی تھی۔

لڑکوں کے کمروں میں بائبل نہیں تھی۔اسکول کی انتظامیہ نے فٹ بال کے کھیل تک پر کتابیں رکھی تھیں۔مگر وہ اپنے طلبا کو خوف خدا سے دور رکھنا چاہتے تھے۔اس لئے انہوں نے بائبل فراہم کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

ڈیمین نے سب سے پہلے لائبریری کا رخ کیا تھا۔لیکن بہت تلاش کرنے پر بھی وہاں اسے بائبل نہیں ملی۔اس نے اپنے طور پر پوری لائبریری چھان ماری۔لیکن ناکام رہا۔کسی سے مدد لینا مناسب نہیں تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بائبل میں دلچسپی کا کسی کو علم ہو۔

وہ وقفے کا انتظار کرتا رہا۔اس میں عام طور پر طلبا کامن روم یا اپنے کمرے کا رخ کرتے تھے اور ٹیچر اسٹاف روم میں چلے جاتے تھے۔اور آج تو بینڈ بھی ان ڈور ریہرسل کر رہا تھا۔اس کا مطلب تھا......شور!

وہ ذہین لڑکا تھا...... اپنے لئے راہیں بنانے والا۔اس نے اندازہ لگایا کہ اسٹاف میں صرف بڈمین ہی ایسا ہے، جس کے پاس بائبل کی موجودگی کا امکان ہے۔بس اس کے کمرے کی تلاشی لینی ہوگی۔اور اس کام کے لئے وقفہ بہت مناسب تھا۔

وقفے میں وہ بڈمین کے کمرے میں چلا گیا۔اکیڈمی کا ایک اصول تھا۔کمروں کے دروازے لاک نہیں کئے جاتے تھے۔دروازے لاک کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ طلبا سے چوری کا خدشہ ہے۔لہٰذا یہ اکیڈمی کے لئے عزت کا مسئلہ تھا۔

بڈمین کی ڈیسک کے عقب میں رکھے کتابوں کے شیلف میں کنگ جیمز بائبل کے کئی ایڈیشن موجود تھے۔ڈیمین نے ان میں سے بوسیدہ ترین نسخے کا انتخاب کیا۔اس کے خیال میں بڈمین کو اس کی کمی کا احساس بھی نہیں ہوگا۔اس نے سوچا تھا کہ شام میں اس کا مطالعہ کرے گا اور رات کو بائبل دوبارہ اسی جگہ رکھ جائے گا۔

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے خون اسے اپنی کنپٹیوں پر ٹھوکر مارتا محسوس ہو رہا تھا۔

ان کے کمروں میں دروازے نہیں تھے۔پردے تھے جو دروازوں کا کام دیتے تھے۔کسی کے تخلیے کی ضرورت ہوتی تو وہ پردے سرکا کر بند کر دیتا۔

ڈیمین نے کمرے میں داخل ہو کر پردوں کو سمیٹ دیا۔کرنل کا قول اسے یاد تھا...... لاک کی ضرورت اسے ہوتی ہے، جو کچھ چھپانا چاہتا ہو اور ڈیمین نہیں چاہتا تھا کہ پردے کھنچے دیکھ کر کوئی اس انداز میں سوچے۔

وہ بیٹھ کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔اس کا سر چکرا رہا تھا۔اس نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ان لمحات کی سنسنی اور ہیجان نے اسے چکرا کر رکھ دیا تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اب اسے یہ جاننا تھا کہ وہ درحقیقت کون ہے؟

یہ زاویہ نظر ہی خوف زدہ کردینے والا تھا۔ دنیا میں کتنے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اگر یہ بتایا جائے کہ انہیں اپنے وجود کو حقیقت کا علم کوئی خاص کتاب پڑھ کر ہوگا، تو وہ اس کتاب کو کھولنے کی ہمت کرسکیں گے۔

لیکن ڈیمین تھورن میں یہ حوصلہ تھا۔ اس نے چرائی ہوئی بائبل جیب سے نکالی اور پیٹ کے بل لیٹتے ہوئے کتاب کو کھولا۔ اس نے وہ صفحات کھولے، جن میں پیش گوئیوں کا باب تھا۔

''پوری دنیا درندے کے بارے میں سوچتی تھی۔ وہ ڈریگن کی پرستش کرتے تھے، جو درندے کی طاقت کا منبع تھا اور وہ درندے کی پرستش کرتے تھے...... وہ کہتے تھے...... درندے جیسا کوئی نہیں۔ بھلا کون ایسا ہے جو اس سے جنگ کرسکے؟''

ڈیمین نے کتاب سے سر اٹھایا اور سوچنے لگا۔ اس عبادت کا مطلب کیا ہے آخر؟ اسے مارک کا خیال آیا جو ابتدا ہی سے اس سے پرستش کی حد کو پہنچی ہوئی محبت کرتا تھا اور اب ٹیڈی کا بھی یہی حال تھا۔ اسے پال بوہر کا...... اور پھر سارجنٹ نیف کا خیال آیا۔ وہ کس طرح اسے ایک الگ اور ممتاز مقام دیتے تھے۔ وہ اسے احساس دلاتے تھے کہ اس میں کوئی خاص بات ہے۔ وہ اسے خود سے بڑھ کر اہمت دیتے تھے۔ اسے اپنی کھیل کی اہلیت کا خیال آیا۔ عجیب بات تھی۔ کسی بھی میدان میں کوئی بھی اسے شکست نہیں دے پاتا تھا۔

اس کے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اس نے اگلی عبارت پڑھی......

''میں نے اسے دیکھا۔ روئے زمین کے تمام بادشاہ اور ان کی فوجیں اس سے برسرپیکار ہونے کے لئے یک جا ہوگئی تھیں اور وہ گھوڑے پر سوار تھا......''۔

ڈیمین کو یاد آیا کہ وہ اسٹلا کو کس قدر واضح طور پر سمجھ رہا تھا اور اسے کیسے صاف مناظر دکھائی دیئے تھے اور کیسے روانی سے وہ باتیں کر رہا تھا...... ایسے جیسے وہ خود ہی اسٹلا ہو...... گھوڑے پر سوار، اپنے جنگ جوؤں میں گھرا، جو اس کے شیطانی حکم کے منتظر تھے۔

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کے اندر ایسا طوفان اٹھ رہا تھا، وہ دھماکے سے پھٹ جائے گا۔ وہ بیڈ سے اٹھا اور اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ اسے حرکت میں آنا تھا۔ اسے کچھ کرنا تھا۔ اگرچہ اس کا خوف بہت بڑا تھا۔ لیکن اپنے بارے میں جاننے کی خواہش اس خوف سے بھی بڑی تھی۔

وہ پھر بیٹھ گیا اور اس نے کتاب اٹھالی۔ پڑھتے ہوئے اس کی آنکھیں جل رہی تھیں......

''اور وہ آتشی درندہ، جسے میں نے دیکھا، وہ دیکھنے میں چیتے جیسا تھا۔ مگر اس کے پاؤں ریچھ کے تھے اور اس کی تھوتھنی شیر کی سی تھی اور ڈریگون اسے اپنی آتشی طاقت دے رہا تھا...... طاقت اور قابو پانے کی صلاحیت!''۔

ڈیمین سمجھ رہا تھا کہ وہ عبارت علامتی ہے۔ استعاروں میں، اشاروں میں بات کی جارہی ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیسے، بہرحال وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسٹلا کا بھی اسی طرح کا نقشہ کھینچا جاتا تھا۔ جنگ سے واپس آنے کے بعد اس کے سپاہی اس کے بارے میں کہانیاں سناتے تھے کہ وہ کتنی بے جگری سے لڑا۔ میدان جنگ میں اس کی وحشت کتنی زیادہ تھی اور لڑتے ہوئے وہ کیسا لگ رہا تھا۔ ڈیمین سمجھ سکتا تھا کہ وہ کہانیاں کس انداز میں پھیلتی اور بڑھتی ہوں گی۔ ہر دوسرا آدمی اپنی سنی ہوئی کہانی کو دوسروں کو سناتے ہوئے اس میں کس طرح اضافے کرتا ہوگا۔ داستانیں اس طرح تو جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح اسٹلا کو ایسا خوف ناک درندہ بنادیا گیا ہوگا، جس کا مقابلہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

اس نے سوچا، کیا کبھی ایسا ہوگا کہ لوگ اس کے بارے میں بھی ایسی ہی داستانیں سنایا کریں گے......

اس نے بائبل میں آگے پڑھا......

''اور اس کی پالیسی ایسی ہوگی کہ ہاتھ کا ہنر پھلے پھولے گا۔ وہ دل میں خود کو بڑا...... بہت بڑا سمجھے گا۔ اس کا امن بھی بہت سوں کی تباہی کا باعث ہوگا اور وہ شہزادوں کے شہزادے کے مقابلے میں سر اٹھائے گا......''۔

ڈیمین کو پال بوہر کی بات یاد آئی...... تمہیں تھورن فیملی کی دولت کا پتا ہونا چاہئے۔ آخر ایک دن وہ تمہاری ہی ہوگی۔

لیکن شہزادوں کے شہزادے کے مقابلے میں سر اٹھانا! یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی تو میں چھوٹا ہوں۔ لیکن اسے اپنے اندر طاقت...... بے پناہ طاقت کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔

اب اسے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ اس پر بے حد خوف ناک اور بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ ہے اور یہ بوجھ اس کی رضا کے بغیر اس پر ڈالا گیا ہے۔ خوف سے اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ اب اسے وہ تحفہ برا لگ رہا تھا، جس نے اسے پوری کلاس میں ممتاز کردیا تھا۔ وہ تو اس کے لئے بوجھ تھا...... بہت بھاری پتھر، جو اس کے کندھے پر رکھ دیا گیا تھا۔ کاش اس میں اتنی طاقت ہوتی کہ وہ اس بوجھ کو اپنے کندھے سے اتار پھینکتا۔

ابھی اسے اور پڑھنا تھا۔ اس نے بائبل پر نظریں جمائیں۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ حروف اسے تیرتے محسوس ہو رہے تھے۔

''انسان چھوٹے ہوں یا بڑے، امیر ہوں یا غریب، آزاد ہوں یا غلام، وہ ان سب کو ان کے داہنے ہاتھ پر پیشانی پر ایک نشان ڈالے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے پاس وہ نشان ہوگا یا عفریت کا نام ہوگا یا اس کا عدد ہوگا، کوئی شخص آزادانہ تجارت نہیں کرسکے گا۔ نہ کچھ خرید سکے گا، نہ فروخت کرسکے گا۔

وہ ولیوں سے، نیکوں سے جنگ کرے گا اور انہیں زیر کرے گا۔ اسے تمام برادریوں، تمام زبانوں اور تمام قوتوں پر بالادستی دی جائے گی''۔

ڈیمین کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس وقت اس کے بس میں ہوتا تو وہ آگے ہرگز نہ پڑھتا۔ جو کچھ اس نے اب تک پڑھا تھا، وہ اسے بھلا دیتا۔ وہ بائبل واپس رکھ آتا، اسے کہیں پھینک دیتا یا جلا ڈالتا۔ لیکن وہ بے بس تھا۔

اس نے بائبل ایک طرف اچھال دی۔ وہ مخالف دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گری۔ برابر کے کمرے میں موجود کیڈٹ نے دیوار پر ہاتھ مار کر احتجاج کرتے ہوئے خاموشی کی اپیل کی۔

ڈیمین چند لمحے ساکت وصامت کھڑا فرش پر پڑی بائبل کو گھورتا رہا۔ عجیب بات تھی۔ بائبل اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ ایک طرف اسے لگ رہا تھا کہ وہ اسے چھوئے گا تو یہ اسے جلادے گی۔ لیکن دوسری طرف وہ اسے بلا رہی تھی...... مجبور کررہی تھی کہ وہ اسے اٹھائے، اسے پڑھے۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ اس اسرار کے بہت قریب پہنچ گیا ہے اور اسے اس اسرار کو ہر حال میں سمجھنا تھا۔ خواہ اس کے لئے اس کی روح رہن رکھ دی جائے۔

اس نے بڑھ کر بائبل اٹھائی اور وہ صفحہ کھولا، جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ کتاب کے صفحے مڑ گئے تھے۔

اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی، جیسے اسے بخار چڑھ رہا ہو۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اسرار سے پردہ اٹھنے ہی والا تھا۔

اس نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا......

''یہ علم ودانش ہے، ان کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ تمہیں عفریت کا عدد بتایا جارہا ہے شیطان کا عدد اور یہ انسان عدد ہے۔ اسے یاد رکھو، یہ عدد ہے چھ سو چھیاسٹھ...... چھ، چھ، چھ...... تین چھکے''۔

ڈیمین نے جھٹکے سے کتاب بند کردی۔ گویا ثبوت موجود تھا۔ نشان! اور اگر وہ نشان سے پاک ہے تو وہ آزاد ہوگا...... آزاد اور محفوظ!

بائبل کو سینے سے لگائے ہوئے وہ اپنے کمرے سے نکلا۔ حالانکہ بائبل سے اسے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اس کے پرزے کرکے پھینک دے۔ اب اسے اس کی پروا بھی نہیں تھی کہ کوئی اسے دیکھ لے گا۔ وہ تیز قدموں سے واش روم کی طرف لپکا۔

واش روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ باہر کے اندھیرے کے مقابلے میں ٹائل کے فرش کی وجہ سے واش روم بہت روشن روشن لگ رہا تھا۔ باہر اب ہوا بھی تیز ہوگئی تھی اور درختوں کی وجہ سے اس کی آواز پرشور لگ رہی تھی۔

ڈیمین نے لرزتے ہاتھوں سے بائبل سنک پر رکھی اور آئینے کی طرف متوجہ ہوا۔ آئینے پر جابجا ٹوتھ پیسٹ کے داغ تھے۔ اس کے ذہن میں اس معاملے میں کوئی اشتباہ نہیں تھا کہ وہ کس چیز کی تلاش میں ہے۔ اس نے ہتھیلی سے رگڑ کر آئینے کو قدرے صاف کیا اور پھر آئینے میں دیکھا۔

یہ تو طے تھا کہ اس کے داہنے ہاتھ پر وہ نشان ہرگز موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے ہاتھوں کو اب تک وہ ہزاروں بار دیکھ چکا تھا۔ اس کے باوجود اس نے بہت احتیاط اور غور سے اپنے ہاتھ کا جائزہ لیا۔

لیکن نہیں۔ اس کا ہاتھ ہر اعتبار سے نارمل تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے دوسرے مقام کو چیک کرنا ہے۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے اپنے بالوں کو اوپر اٹھایا اور غور سے اس جگہ کو دیکھا، جہاں بال تھے۔

مگر وہاں بھی کوئی نشان نہیں تھا!

اس نے ایک اور جگہ سے بالوں کو ہٹایا اور متلاشی نگاہوں سے پیشانی کا جائزہ لیا۔

نشان موجود نہیں تھا!۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ پاگل تو نہیں ہو رہا ہے۔ اس نے یہ سوچ کیسے لیا کہ اس کے ساتھ یہ خوفناک معاملہ ہوسکتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ بڑے لوگ اس کے اندر خوف پھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب وہ تیرہ سال کا تھا...... یعنی وہ مرد بن گیا تھا۔ ممکن ہے، یہ مردانگی کی ابتدائی مقناطیسی لہر ہو۔ ممکن ہے، یہ جنسی خواہش کا آغاز ہو۔ ممکن ہے، یہ وہ لہر ہو جو لوگوں کو پاگل کردیتی ہے۔

کوئی اور لڑکا ہوتا تو یہ سوچ کر کہ جو کچھ دیکھنے کی اسے امید ہے، لیکن وہ دیکھنا نہیں چاہتا ہے، آئینے کے سامنے سے ہٹ جاتا۔ لیکن ڈیمین کے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔ اسے تو اپنے تھورن ہونے پر فخر تھا اور تھورن لوگ کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتے تھے۔ اسے بھی بچپن سے یہی سکھایا گیا تھا۔

اس بار ڈیمین اپنا ہاتھ سر پر زیادہ اوپر لے گیا...... اور اس کے بعد اس نے اپنے بالوں کو درمیان سے پھاڑ کر دیکھا...... پیشانی کے اوپر! اور وہاں وہ نشان موجود تھا۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی کہ اس نشان کو پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ بہت چھوٹا تھا۔ لیکن اتنا ہی واضح تھا۔ تینوں ہندسے چھوٹے چھوٹے مگر بالکل صاف اور واضح تھے...... 666!

ڈیمین کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ وہ شاک کی حالت میں تھا۔ لڑکھڑاتا ہوا وہ دیوار سے جا لگا۔ تو وہ سچ تھا۔ ہر وہ بات سچ تھی، جس کے سچ ہونے سے وہ ڈر رہا تھا۔ جن باتوں کی طرف پال بوہر اشارے کر رہا تھا۔ جو باتیں نیف نے اسے بتائی تھیں۔ وہ سب سچ تھا!۔

ارے...... ابھی تو وہ چھوٹا لڑکا ہے۔

اسے خود پر ترس آنے لگا۔ وہ واش روم سے جھپٹ کر باہر نکلا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بائبل اب بھی اس کے سینے سے لگی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، کہاں جائے۔ بس وہ اتنا جانتا تھا کہ اس وقت اسے تنہائی کی ضرورت ہے۔

وہ زینے کی طرف گیا۔ نیچے بینڈ اب بھی پریکٹس کر رہا تھا۔ وہ باہر نکل رہا تھا کہ مارک نے اسے دیکھ لیا۔ ''ڈیمین''۔ اس نے اسے پکارا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

لیکن ڈیمین بڑھتا رہا۔ بڈمین کے آفس کے سامنے وہ رکا۔ اسے بائبل واپس رکھنی تھی۔ یعنی آفس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بڈمین اندر موجود ہے۔ اس نے بائبل کچھ دور فرش پر رکھ دی اور پلٹ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ بلڈنگ سے باہر تھا۔ کھیل کے میدان سے گزر کر وہ گیٹ سے باہر نکلا اور سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر وہ دوڑتا رہا...... ایسے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دوڑا تھا۔ وہ اسکول سے بھاگنے...... دور، بہت دور جانے کے لئے بھاگ رہا تھا...... اور وہ نیف سے، پال بوہر سے، بائبل سے اور اس خوف ناک آگہی سے فرار چاہتا تھا...... یہ آگہی کہ وہ درحقیقت کون ہے۔

بلکہ درحقیقت تو وہ خود سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ سڑک پر بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے لگا کہ اس کے پھیپھڑوں میں دہکتی آگ بھر گئی ہے اور اس کی ٹانگیں من من بھر کی ہو گئی ہیں اور انہیں اٹھانا اس کے بس میں نہیں رہا ہے۔

بالآخر ایسا لگنے لگا کہ اب اس نے مزید ایک قدم بھی بڑھایا تو وہ مر جائے گا۔ تب وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک درخت کے نیچے بیٹھا اور اس کے تنے سے لپٹ کر، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر سیاہ آسمان کو دیکھا۔ پانی سے بھرے ہوئے بادل جمع ہو رہے تھے۔ پھر بجلی کڑکنے لگی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ احتجاج ہے یا سپردگی۔

وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

جس درخت کے نیچے وہ بیٹھا تھا، اس کی اوپر کی شاخوں پر ایک بے حد جسیم کوا بیٹھا تھا۔ اس نے اپنا سر ٹیڑھا کیا اور نیچے روتے ہوئے ڈیمین کو دیکھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں فاتحانہ چمک لہرا گئی۔

..................X..................

اس رات دو کرشمے ہوئے۔ ڈیمین انہیں دیکھتا تو اسے شاک لگتا۔ لیکن وہ انہیں سمجھ بھی جاتا۔

پہلا کرشمہ پال بوہر کے بیڈروم میں ہوا۔ پال بوہر سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے اپنے داہنے ہاتھ کی چوتھی انگلی میں موجود انگوٹھی کو چھوا۔ جب اسے ذمہ داری سونپی گئی تھی تو وہ انگوٹھی بھی دی گئی تھی۔

پال بوہر نے اس رات وہ انگوٹھی اتاری تو اسے اپنی انگلی پر وہ نشان نظر آیا، جس کا وہ منتظر تھا۔ وہ ہندسے بہت چھوٹے تھے...... اتنے چھوٹے کہ انہیں آسانی سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

پال کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ اسے 666 کا نشانہ دے دیا گیا تھا۔ بالآخر اسے قبول کر لیا گیا تھا۔

دوسرا کرشمہ ڈینیل نیف کے بیڈروم میں رونما ہوا۔

نیف نے دانت برش کئے اور منہ دھونے کے بعد اپنے بالوں کو ہاتھوں سے پیچھے دھکیلا اور آئینے کی طرف جھک کر اپنے عکس کو دیکھا۔ ذمہ داری سونپے جانے کے بعد سے یہ اس کا ہر رات کا معمول تھا۔

لیکن یہ رات گزری ہوئی تمام راتوں سے مختلف ثابت ہوئی۔ بالآخر اسے وہ نشان دے دیا گیا تھا...... تین ہندسے...... 666۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کی پیش قدمی کو نہیں روک سکتی تھی۔

..................X..................

رات سوا دس بجے کا وقت تھا۔ مارک سوتے میں کسمسایا۔ وہ سو تو رہا تھا۔ لیکن وہ نیند نہیں تھی۔

بینڈ ریہرسل سے نمٹ کر وہ اپنے اور ڈیمین کے مشترکہ کمرے میں آیا تو بستر کی چادریں فرش پر پڑی نظر آئیں۔ وہ ڈیمین کے بستر کی چادریں تھیں۔ اس نے سلیقے سے ڈیمین کا بستر تیار کیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

وہ فکرمند تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا گڑبڑ ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے تو ڈیمین نے کلاس میں بے قابو ہو کر بڈمین سمیت سب کو حیران کر دیا اور بعد میں اس نے ڈیمین کو باہر جاتے دیکھا۔

پورے دن انہیں بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ڈیمین کو اس نے اکیڈمی سے باہر جاتے دیکھا تھا...... اور ابھی تک وہ واپس نہیں آیا تھا۔ مارک خوف زدہ تھا اور اسی وجہ سے اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی آنکھ تو لگ جاتی ہے۔ وقفے وقفے سے جھپکی تو آ جاتی ہے۔

بالآخر اسے ڈیمین کے دبے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے کروٹ بدلی۔ ڈیمین قریب کھڑا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''تم کہاں تھے؟'' مارک نے فکرمندی سے پوچھا۔ ''میں بہت پریشان رہا ہوں''۔

ڈیمین نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بڑھا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا، وہ چھت کو تک رہا تھا۔ اس نے اپنا پھیلاؤ سمیٹنے اور بستر درست کرنے پر مارک کا شکریہ بھی نہیں ادا کیا۔ ورنہ عام حالات میں وہ بہت مہذب لڑکا تھا۔

''ڈیمین''۔ مارک کی سرگوشی میں تڑپ تھی۔

لیکن اسے جواب نہیں ملا۔

''ڈیمین، تم ٹھیک تو ہو نا؟'' مارک نے سرگوشی میں پوچھا۔

مگر ڈیمین بدستور چھت کو تکے جا رہا تھا۔ لمحے دبے پاؤں گزر رہے تھے۔

بالآخر کچھ دیر بعد ڈیمین نے کہا۔ ''اب میں ٹھیک ہوں۔ لائٹ آف کر دو۔ ورنہ جواب طلبی ہو گی''۔

مارک نے لائٹ آف کر دی۔ چند لمحوں کے لئے بغیر دروازے کا کمرا مکمل طور پر تاریک ہو گیا۔ مگر پھر ان کی نگاہیں اندھیرے سے ہم آہنگ ہو گئیں۔ مارک نے دیکھا کہ ڈیمین اب بھی چھت کو تک رہا ہے۔ ''تم ٹھیک تو ہو نا ڈیمین؟'' اس نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

''سو جاؤ''۔ ڈیمین کا لہجہ خلاف معمول سخت تھا۔ پھر اس نے کروٹ بدلی اور آنکھیں موند لیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ سو گیا۔

لیکن مارک کو بہت دیر میں نیند آئی۔

..................X..................

پیاریان اپنا بے حد پھولا ہوا بریف کیس لئے ہوئے جہاز سے اترا۔ وہ بری طرح تھک گیا تھا۔ وہ تھورن انڈسٹریز کا جیٹ طیارہ تھا جو نان اسٹاپ سے انڈیا سے واپس لایا تھا۔

پیاریان سب سے پہلے پبلک فون کی طرف لپکا۔ حالانکہ وہ ہفتے کی شام تھی۔ لیکن پیاریان جانتا تھا کہ کال کرنا بہت ضروری ہے، اسے رچرڈ تھورن کو فوری طور پر بتانا تھا کہ کیا ہوا ہے۔

پیاریان کے پاس اس وقت ہندوستانی سکوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ خوش قسمتی سے اس کے پاس کمپنی کے ایک کریڈٹ کارڈ کا نمبر موجود تھا۔ اس نے نمبر ڈائل کیا اور رابطہ ہونے کے انتظار میں بوتھ کی دیوار تھپ تھپاتا رہا۔ وہ نروس ہو رہا تھا۔

دوسری طرف سے بٹلر نے فون ریسیو کیا۔ اس نے کہا کہ رچرڈ تھورن سے اس وقت رابطہ ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت باہر ہے اور اس کی واپسی دیر سے ہو گی۔ تاہم اس نے یقین دلایا کہ اس کا پیغام صبح سویرے رچرڈ تھورن کو دے دیا جائے گا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

پیاریان کو مایوسی ہوئی۔ اس نے سوچا، اب وہ کیا کرے۔ اگر وہ صبح تک انتظار کرے گا تو صورت حال بدتر ہو جائے گی۔ یہ بھی تھا کہ صرف رچرڈ تھورن ہی کو اطلاع دی جا سکتی تھی۔ معاملے کی نوعیت ہی ایسی تھی۔

اس کے دماغ میں بحث چلتی رہی۔

کچھ دیر کے غور و فکر کے بعد بالآخر پیاریان نے فیصلہ کر لیا۔ اگرچہ اس کی عقل اور اس کا وجدان اس فیصلے کی مخالفت کر رہے تھے۔ لیکن انہیں نظر انداز کر کے پیاریان نے دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔ اس بار وہ پال بوہر کا نمبر ملا رہا تھا۔

..................X..................

پال بوہر کے اپارٹمنٹ کی لوکیشن اور آرائش میں وہ بات نہیں تھی، جو ایک گھر میں ہونی چاہئے۔ ایک تو اپارٹمنٹ بہت چھوٹا تھا۔ دوسرے وہ بے حد غیر ذاتی لگتا تھا۔ ایسا جیسے آفس ہوتے ہیں۔

اپارٹمنٹ میں ایک بڑی خوبی بھی تھی...... اور وہ تھا وہاں سے حاصل ہونے والا نظارہ۔ وہاں سے شکاگو کا ایسا خوب صورت منظر نظر آتا تھا کہ دیکھنے والے کی سانسیں رکنے لگیں۔ باقی اس اپارٹمنٹ کو دیکھ کر صاف لگتا تھا کہ اسے صرف مستعدی کے فروغ کیلئے ڈیزائن کیا گیا ہے اور اس مقصد کے لئے ذاتی ٹچ اور گھریلو پن کو بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔

فون کی گھنٹی بجی تو پال بوہر مطالعہ کر رہا تھا۔ پال نے اپنے اپارٹمنٹ میں فونز کا سسٹم ایسا رکھا تھا کہ وہ کہیں بھی موجود ہو، اسے فون ریسیو کرنے کیلئے اٹھنا نہ پڑے۔ بلکہ وہیں فون ریسیو کر سکے۔

اس نے ہاتھ بڑھایا اور ریسیور اٹھا لیا۔ ''بوہر اسپیکنگ''۔ دوسری طرف ایک لمحے کا توقف تھا۔ پھر ڈیوڈ پیاریان کی جھجکتی آواز سنائی دی۔ ''پال...... میں ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے''

''تم کہاں ہو؟'' پال بوہر کی آواز بھنچنے لگی۔

''یہاں شکاگو میں...... ایئرپورٹ پر۔ مجھے جلدی آنا پڑا۔ ایک مسئلہ ہو گیا ہے''۔

''تم سیدھے یہاں آ جاؤ''۔ پال نے تیز لہجے میں کہا۔

..................X..................

عین اس وقت رچرڈ تھورن اور این ایک دوسرے کی قربت سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اس وقت وہ ہر فکر سے آزاد تھے۔ بچے اسکول جا چکے تھے۔ مہمان داری کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ نہ کوئی ضروری فون کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آؤٹنگ کا پروگرام بنا لیا۔ وہ برف گاڑی کی تفریح کے ارادے سے نکل آئے۔

وہ پرانے طرز کی بڑی برف گاڑی تھی۔ وہ اتنی بھاری تھی کہ عام گھوڑے اسے کھینچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اتفاق سے ایک سال پہلے رچرڈ کے ایک دوست نے اسے اسکاٹ گھوڑوں کی جوڑی تحفے میں دی تھی۔ وہ اس گاڑی میں جوت دے گئے۔

برف گاڑی پر رنگ اور اس کی آرائش این نے خود کی تھی۔ اس نے اس میں گھنٹیاں بھی لگائی تھیں۔

آج انہوں نے زبردست تفریح کی تھی۔ برف میں پر خطر راستوں پر بے حد تیز رفتار، سنسنی خیز اور طویل سفر اور اب وہ خوشی سے سرشار، گھر واپس جا رہے تھے۔ گھنٹیوں کا جل ترنگ، گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز...... گھر پر پہلے ہی خبر پہنچ گئی کہ وہ واپس آ رہے ہیں

اور برف گاڑی کے اندر کا ماحول بھی بے حد خوب صورت تھا۔ رچرڈ اور این ایک دوسرے کے بہت قریب، ایک ہی کمبل میں لپٹے ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ آخر انہوں نے دنیا میں ایسا کیا کیا ہے کہ اتنی سچی خوشی کے حق دار ٹھہرائے گئے......

..................X..................

گھر میں داخل ہوتے ہی رچرڈ کو پیاریان کا چھوڑا ہوا پیغام مل گیا۔ اس نے فوری طور پر اسے فون کیا۔ لیکن وہ اپنے گھر میں موجود نہیں تھا۔

رچرڈ نے کندھے جھٹکے اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کیا ہوا؟'' این نے پوچھا۔

''وہ موجود نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں کل اس سے مل لوں گا۔ کوئی بہت اہم بات تو ہو نہیں سکتی''۔

''اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہو سکتی، جو میرے پاس ہے...... تمہارے لئے...... محبت!'' این نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں اوپر جانے والے زینے کی طرف بڑھ گئے۔

..................X..................

ڈیوڈ پیاریان بے حد تھکا ہوا تھا۔ کافی کے گھونٹ بھی اس کی تھکن کم کرنے میں ناکام رہے تھے اور وہ صرف تھکا ہوا ہی نہیں تھا بلکہ آزردہ بھی تھا۔ پال نے اسے ڈرنک آفر کیا تھا۔ مگر اس نے منع کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈرنک لیتے ہی اسے نیند آنے لگے گی۔

پال بوہر اپنا ڈرنک ہاتھ میں لئے کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اصل میں تو وہ ہر اس بات کو اپنے دماغ میں جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جو پیاریان نے ابھی اسے بتائی تھی۔

''تو تمہارے خیال میں وہ شخص صرف اس لئے قتل کر دیا گیا کہ وہ اپنی زمین ہمیں فروخت کرنے کیلئے رضامند نہیں ہو رہا تھا؟ اور تمہارا خیال ہے کہ اسے ہمارے ہی کسی آدمی نے قتل کیا ہے؟'' پال نے اپنا جام خالی کر دیا۔

پیاریان نے تھکے تھکے انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''مجھے یقین ہے اس بات کا''۔ وہ بولا۔

''یہ ناممکن ہے''۔ پال نے کہا اور ایک اور ڈرنک بنانے کے لئے کیبنٹ کی طرف بڑھا۔

''میں وہاں زمین کی جستجو میں آٹھ صوبوں میں گیا''۔ پیاریان نے کہا۔ ''اور ان میں سے تین میں......''۔

''تین کیا؟''

تین صوبوں میں تین قتل ہوئے۔'' پیاریان نے کہا اور کافی کا ایک اور گھونٹ لیا، پھر اس نے پیالی خالی کر کے رکھ دی۔ ''پال...... ایک کو میں اتفاق سمجھ سکتا تھا لیکن اتفاق تین بار نہیں ہوتا''

پال بوہر پھر کھڑکی کی طرف بڑھا، ''تو وہ کون ہو سکتا ہے؟''

''اس بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا''

''خیر''، پال نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''مجھے اس سلسلے میں سوچنا ہوگا''

پیاریان اٹھ کھڑا ہوا۔ ''رچرڈ کو بتانا ہے؟'' اس نے اپنا کوٹ اٹھایا۔

''بتانا تو ہوگا'' پال نے تند لہجے میں کہا۔ ''میں کل صبح ہی اس سے بات کروں گا۔ ارے ہاں......'' اس کا انداز سرسری ہو گیا۔ ''رچرڈ تم سے ملنا چاہتا ہے''۔

''رچرڈ؟ کس لئے؟''

پال بوہر اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ''تمہارے P84 گڑبڑ ہے۔ رپورٹ تمہیں اپنی میز پر ملے گی۔ رچرڈ اس کی طرف سے فکرمند ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ تم صبح ہی اسے چیک کر لو۔'' اس نے پیاریان سے ہاتھ ملایا۔ پھر بولا۔ ''میں نہیں چاہتا ڈیوڈ کہ وہ بند ہو''۔

پیاریان نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میں دیکھ لوں گا'' اس نے کہا اور دروازہ کھولا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

گڈ نائٹ کہتے ہوئے پال کی آنکھوں میں ایسا تاثر تھا، جیسے وہ کہیں دور دیکھ رہا ہو۔ ’’میں نہیں چاہتا کہ فیلڈ میں ضرورت سے زیادہ پرجوش کوئی آدمی کام کرے‘‘ یہ کہہ کر اس نے پیاریان کو دیکھا اور مسکرایا۔ ’’یہاں آنے کا شکریہ ڈیوڈ۔ تم نے جو اعتماد مجھ پر کیا، اس پر میں شکرگزار ہوں‘‘

رخصت ہوتے ہوئے ڈیوڈ پیاریان کو رہ رہ کر ایک خلش ستا رہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے یہاں آ کر غلطی کی ہے۔

..................x..................

پال بوہر سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔

ڈیوڈ پیاریان کی اچانک اور غیر متوقع آمد، اس کی لائی ہوئی بری خبر، اور یہ کہ ابھی وہ خبر رچرڈ تھورن کو پہنچانا ہے اور P84 پر ہونے والی گڑبڑ۔ ان سوچوں میں گھر کر وہ یہ بھی بھول گیا کہ کل اکیڈمی کے طلبا تھورن انڈسٹریز کا نصب کیا ہوا تازہ ترین زرعی پلانٹ دیکھنے کیلئے آ رہے ہیں۔

اس نے اپنے نئے آفس کی کھڑکی سے ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی کی بس کو بلڈنگ کے سامنے رکتے دیکھا تو اسے حیرت ہوئی۔ پھر جیسے ہی بات اس کی سمجھ میں آئی تو اس نے اپنی سیکریٹری کو ہدایت کی کہ فی الحال آنے والی تمام کالز کو روک دے۔ اسے لڑکوں کا خیر مقدم کرنا ہے‘‘۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکے بہت ہی نامناسب وقت پر آئے ہیں۔ لیکن بہرحال وہ ایک چیلنج تھا، اور اگر وہ ایسے چیلنج سے نہیں نمٹ سکتا تو اسے اس کرسی پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ اس آفس کا بھی حق دار نہیں ہے۔

باہر پارکنگ لاٹ میں لڑکے گرد و پیش کا جائزہ لے رہے تھے اور بہت زیادہ متاثر نظر آ رہے تھے۔ ان کو یہ معلوم تھا کہ تھورن فیملی بے حد امیر و کبیر ہے۔ لیکن خیال میں اور دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ وسیع و عریض عمارتیں اتنے بڑے رقبے پر تعمیر کی گئی تھیں کہ جس پر پورا قصبہ آباد کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق اتنے ہی بڑے قصبوں سے تھا۔ یہ خیال ہی ان کیلئے بے حد سنسنی خیز تھا۔ ان میں سے ایک تو سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکیڑ کر رہ گیا۔ اس سے سیٹی بھی نہیں بجائی گئی۔

ٹیڈی نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی کوشش کی۔ ’’اس ٹور میں تمہارے ایگزیکٹو ڈائننگ ہال میں لنچ بھی شامل ہے؟‘‘ اس نے کارٹونوں کے ایک کردار کے انداز میں ہونٹوں پر زبان اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

’’بالکل شامل ہے‘‘ ڈیمین نے ہمیشہ کی طرح بے حد خوش اخلاقی سے کہا۔

لیکن مارک ٹیڈی کو بخشنے والا نہیں تھا۔ ’’ہم تم پر ایک نئی جراثیم کش دوا آزمائیں گے‘‘ اس نے کہا۔

اس پر سب ہنس دیئے۔

وہ مرکزی عمارت میں داخل ہوئے جہاں پال بوہر ان کے خیر مقدم کیلئے موجود تھا۔ اس روز ڈیمین کے انداز میں کچھ جھجک تھی۔

اصل میں اسے اپنے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا، وہ اس کے ایک فی صد کو بھی ہضم نہیں کر سکا تھا۔ اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملی تھی۔ ویسے یہ ضروری تھا کہ اسے اپنی طاقت اور مضبوطی کا ادراک ہو گیا تھا اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر دلیری ابھر آئی تھی۔ مگر وہ جانتا تھا کہ ابھی وہ میدان عمل سے بہت دور ہے۔

اس نے ایک نظر پال بوہر پر ڈالی۔ پھر وہ شیشے کی اس دیوار کی طرف بڑھ گیا، جس پر لکھا تھا...... جراثیم کش ادویات کا کمرا۔ داخلہ ممنوع ہے۔ صرف متعلقہ افراد کے لئے......

ڈیمین نے شیشے کی دیوار کے اس طرف جھانکا۔ وہ بہت بڑا کمرا تھا۔ رقبے میں وہ باسکٹ بال کے کورٹ سے بھی بڑا تھا۔ اس میں میلوں لمبے پائپوں کا جال بچھا تھا۔ مختلف رنگوں کے والو نظر آ رہے تھے۔ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ ڈیمین اس کے نام سے واقف تھا۔ وہ ڈیوڈ پیاریان تھا۔

وہ رنگ درحقیقت کوڈ تھے۔ ایک تربیت یافتہ ٹیکنیشن ان سے اتنی آسانی سے معلومات حاصل کر سکتا تھا، جیسے ایک عام آدمی اخبار پڑھ کر معلومات حاصل کرتا ہے۔ وہ پیاریان کا کمرا تھا...... اس کی تخلیق...... ایسے جیسے اس کی اولاد ہو۔ اس وقت وہ اپنے اس چہیتے پلانٹ P84 کو ہر اعتبار سے مکمل اور بے عیب بنانے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پیاریان ایک بڑے کمپیوٹر کنسول کے سامنے کھڑا تھا۔ ڈائل پر اہم معلومات جل بجھ رہی تھیں۔ وہ ڈائل کو دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ اپنے پہلو میں رکھے پش بٹن ٹیلی فون کے ہندسوں پر بھی انگلی مار رہا تھا۔

اس نے ریسیور کان سے لگایا اور اپنے ایک اسسٹنٹ سے جو اس کے اوپر کیٹ واک پر تھا، چیخ کر کہا۔ ’’سو پونڈ اور دو ٹام‘‘۔ پھر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ’’میں پیاریان بول رہا ہوں۔ مسٹر تھورن آ گئے ہیں؟‘‘۔

’’نہیں جناب‘‘۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

پیاریان کی پریشانی بڑھ گئی۔ ’’انہوں نے ابھی تک فون بھی نہیں کیا؟‘‘۔

’’نہیں جناب‘‘۔

’’جیسے ہی وہ آئیں، مجھے اطلاع دینا‘‘۔ اس نے کہا۔ ’’یہ بہت اہم معاملہ ہے‘‘۔

ریسیور رکھنے کے بعد اس نے زیر لب ایک گالی بکی اور دوبارہ ڈائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ’’پچاس پونڈ اور ڈال دو ٹام‘‘۔ اس نے اپنے اسسٹنٹ کو پکارا۔

..............x..............

پال بوہر نے لڑکوں کو اس شخص سے متعارف کرایا، جسے ان کا گائیڈ مقرر کیا گیا تھا۔ پھر وہ جلدی سے اپنے آفس کی طرف لپکا، جہاں کمپنی کے نئے اور ابھرتے ہوئے ایگزیکٹوز کے ساتھ اس کی بہت اہم میٹنگ ہونی تھی۔ یہ کانفرنس کئی ہفتے پہلے شیڈول کی گئی تھی۔ پال بوہر کو کمپنی کے ’’نیو بلڈ‘‘ سے باتیں کرنا بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ اپنے آئیڈیاز ان سے ڈسکس کرتا تھا، جن میں ان کو روبہ عمل لانے کی توانائی بھی تھی اور بھوک بھی۔ ویسے بھی ایسے لوگوں کو اپنا پرستار بنانا سودمند ثابت ہوتا ہے، جو مستقبل میں بھی آپ کی جگہ لینے والے ہوں۔

پال کو انہیں دیکھ کر ہمیشہ تعجب ہوتا تھا کہ دیکھنے میں وہ سب ایک سے لگتے ہیں۔ جوان، ایک جیسا ہیئر کٹ، ایک جیسے تھری پیس سوٹ ان سے بات کرتے ہوئے ایسا لگتا تھا کہ وہ ہاورڈ اسکول کے گریجویٹس سے خطاب کر رہا ہے۔

’’لیکن حصول زمین کے پروجیکٹ کے دوران، جیسا کہ اس وقت انڈیا میں ہو رہا ہے......‘‘۔ پال بوہر کہہ رہا تھا۔ ’’...... ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ شکی لوگ یہ نہ سوچنے لگیں کہ ہم صرف اپنے مفاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جبکہ واقعتاً ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کو اس بات پر بطور خاص زور دینا ہوگا کہ ہم ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی آپ جائیں، یہ بات زور دے کر کہیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

یہ ذہن میں رکھیں کہ ان کے شکی پن میں ان بے چاروں کا کوئی قصور نہیں۔ دراصل وہ ہماری طرح تعلیم یافتہ ہیں، نہ مہذب۔ وہ ان اوصاف سے محروم ہیں۔ تھورن انڈسٹریز کا رکن ہونے کی حیثیت سے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی دولت میں سے انہیں کچھ دیں...... ان کی ضروریات پوری کریں۔ کیونکہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور وہ وسائل سے محروم ہیں۔ ہم اگر انڈیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کو غذائی اجناس فراہم کرتے ہیں تو درحقیقت ہم روس کا راستہ روک رہے ہوتے ہیں۔ یہ امریکی ہونے کی حیثیت سے ہم پر فرض ہے۔ اور جب ہم انہیں غذا فراہم رتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ ہمارے شکر گزار ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے وسائل بھی ہمیں مل جاتے ہیں......''۔

پال بوہر اپنے اس پسندیدہ موضوع پر بولنے کے لئے وارم اپ ہو رہا تھا۔ مگر اسی وقت اس کی سیکریٹری اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر پال نے اپنی گفتگو میں توقف کیا اور اسے اشارے سے اپنی بات کرنے کو کہا۔

''سر...... مسٹر پیاریان نے P84 پر کام شروع کر دیا ہے''۔ سکریٹری نے کہا۔ ''آپ نے کہا تھا کہ وہ کام شروع کریں تو میں آپ کو بتا دوں''۔

''شکریہ''۔ پال نے کہا۔ یہ گویا سیکریٹری کے لئے رخصت ہونے کا اشارہ تھا۔

وہ ایگزیکٹوز کی طرف مڑا۔ ''جینٹل مین، اب ہم آدھے گھنٹے کا وقفہ کریں گے''۔

وہ اپنے عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔ ان رنگروٹوں کو انتظار کرایا جا سکتا تھا، پیاریان کو نہیں۔

............x............

گائیڈ کا تعلق پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ کی نچلی کیٹگری کے اسٹاف سے تھا۔ وہ دل و جان سے یہ کام کر رہا تھا۔ اکیڈمی کے کیڈٹوں کو پلانٹ کی سیر کراتے ہوئے اس کی کوشش یہ تھی کہ کس طرح وہ رچرڈ تھورن کے بیٹوں پر اچھا تاثر چھوڑے اور ان کی گڈ بک میں آ جائے۔

اب وہ انہیں جراثیم کش ادویات کے سیکشن میں لے آیا تھا۔ ''زیادہ جلدی اور بڑی فصل اگانے کے لئے بہت طاقت ور کھاد کے ساتھ ساتھ موثر ترین جراثیم کش ادویہ کی ضرورت ہوتی ہے''۔ وہ لڑکوں کو بتا رہا تھا۔

وہ سب اس بند دروازے کے سامنے رک گئے، جس کے پیچھے ڈیوڈ پیاریان P84 پر کام کر رہا تھا۔ گائیڈ نے گارڈ کو اپنے شناختی کاغذات دکھاتے ہوئے بیس ڈالر کا ایک نوٹ بھی اس کے ہاتھ میں منتقل کر دیا۔ یہ کمرا تو ور، پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ لیکن گائیڈ رچرڈ تھورن کے بیٹوں اور ان کے دوستوں کو خوش کرنا چاہتا تھا۔

دروازہ کھلا۔ وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔ دروازہ خود بہ خود بند ہوا اور لاک بھی ہو گیا۔

اندر کمپیوٹرز کی گھوں گھوں کی وجہ سے گائیڈ کو اپنی آواز بلند کرنی پڑی۔ ''یہ پیچیدہ اور کمپلیکس نظام صرف تین آدمی چلاتے ہیں...... کمپیوٹرز کی مدد سے''۔ اس نے تقریباً چیخ کر کہا۔ ''یہی وجہ ہے کہ یہاں آپ کو اسٹاف نظر نہیں آ رہا ہے''۔

تمام لڑکے بے حد متعجب تھے۔ مگر ٹیڈی کو ہمیشہ انوکھی سوجھتی تھی۔ ''کوئی ایسی دوا بھی ہے جو جنسی صلاحیت میں اضافہ کرتی ہو؟''۔ اس نے پوچھا۔

''خدا کے لئے ٹیڈی، شرم کرو''۔ ایک نسبتاً بڑی عمر کے کیڈٹ نے کہا۔ ''تمہارے دماغ میں گندگی بھری ہے''۔

لیکن گائیڈ ٹیڈی کی حمایت پر کمر بستہ ہو گیا۔ ''یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔ وہ بولا۔ ''یہ بھی ہوتا ہے......''۔

مگر مارک نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ ''ہم ایسی کوئی تفصیل نہیں جاننا چاہتے؟''۔

گائیڈ انہیں آہنی زینے کے ذریعے ایک کیٹ واک پر لے گیا۔ نیچے رنگین پائپوں کی بھول بھلیاں پھیلی ہوئی تھی۔

''یہ شٹنگ ڈیوائس ہے۔ ہر چیز کی طرح یہ بھی کمپیوٹرائزڈ ہے''۔

نیچے انہیں پیاریان نظر آ رہا تھا۔ وہ زرد رنگ کے پائپ کنکشن سے منسلک ایک پیچیدہ پریشر گیج پر کام کر رہا تھا۔ کام کرتے ہوئے اس کی نظر اٹھی تو اس نے دونوں لڑکوں کو پہچان لیا۔ ''مارک...... ڈیمین...... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''۔ اس نے پکارا انہیں اس کمرے میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔ انہیں یہاں ہونا ہی نہیں چاہئے تھا...... اور خاص طور پر ایسے وقت میں جب کہ معاملات بھی ٹھیک نہیں چل رہے تھے۔

دونوں لڑکوں نے بیس فٹ نیچے اسے دیکھا اور مسکرائے۔ ''ہم معائنہ کرنے آئے ہیں''۔ ڈیمین نے چیخ کر کہا۔ پھر دونوں نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور آگے بڑھ گئے۔

پیاریان کے چہرے پر الجھن بھی تھی اور فکر مندی بھی۔

اسی لمحے کمرے کے دور افتادہ گوشے میں اچانک ایک پائپ ڈھیلا ہوا اور سبز رنگ کے بلبلوں کا اخراج شروع ہو گیا۔ وہ بلبلے پھنکار بھی رہے تھے۔

''لیکیج ہو گیا ہے''۔ کوئی چلایا۔

پیاریان نے سر اٹھا کر دیکھا تو زہریلی گیس پھیپھڑوں میں جانے کے نتیجے میں اسے اپنے اسسٹنٹ کے چہرے پر آبلے نظر آئے۔ اگلے ہی لمحے وہ سر کے بل فرش پر آ گرا۔

جو کچھ ہو رہا تھا، پیاریان کے لئے ناقابل یقین تھا۔ وہ کنسول کی طرف جھپٹتے ہوئے چلایا۔ ''تمام لوگ باہر نکل جائیں۔ ارے...... ان لڑکوں کو باہر لے جاؤ''۔

اس کی آواز لڑکوں اور گائیڈ تک پہنچی۔ گائیڈ نے پلٹ کر دیکھا۔ گیس کے بخارات اٹھ رہے تھے اور ان کا رخ ان کی ہی طرف تھا۔

نیچے پیاریان کنسول کا جائزہ لے رہا تھا۔ گیس کے اخراج کی وجہ سے پریشر بہت تیزی سے نیچے گر رہا تھا۔

کنسول پر ایمرجنسی بٹن بھی تھا...... افراتفری پھیلانے والا بٹن۔ پیاریان نے اپنی پوری طاقت سے اس بٹن کو دبایا۔

شیشے کی کھڑکی سے اس نے کمپیوٹر روم میں دیکھا۔ سفید لیب کوٹ پہنے ہوئے دونوں ٹیکنیشین مزے میں ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ایمرجنسی بٹن کام نہیں کر رہا ہے۔ اب یہ اسے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ آج ہی اس کے باس پال بوہر نے اس بٹن کے ساتھ چھیڑ خانی کی ہے۔

اس نے بٹن پر پھر ہاتھ مارا۔ لیکن ٹیکنیشین اب بھی بے خبر تھے۔ الارم بجا ہی نہیں تھا۔

اب پیاریان کو ایک اور آواز سنائی دی...... ایک نئی آواز۔ وہ لڑکوں کے چیخنے کی آواز تھی۔ وہ کھانس رہے تھے۔ لڑکھڑاتے ہوئے، ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے وہ کمرے سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان سے سانس نہیں لی جا رہی تھی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ان میں کچھ کے چہروں اور ہاتھوں پر آبلے نمودار ہو گئے تھے۔

گائیڈ لفٹ کی طرف لپکا اور جلدی جلدی بٹن دبانے لگا۔

لیکن لفٹ بھی کام نہیں کر رہی تھی!

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

گائیڈ بٹن دباتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اور کیا کر سکتا ہے۔ اپنی جان سے زیادہ اسے اس بات کی فکر تھی کہ اگر وہ زندہ بچ گیا اور رچرڈ تھورن کے دو بیٹوں میں سے ایک کو بھی کچھ ہو گیا تو اس کا کیا بنے گا۔ وہ تو زندہ رہنے پر بس پچھتا ہی سکے گا۔ اسے ان کو اس کمرے میں لانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اسے ان کو یہاں لانا ہی نہیں چاہتے تھا۔

اس وقت ڈیمین ہی تھا، جو پریشان اور حواس باختہ نہیں تھا۔ گیس اس پر اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے دوست، اس کے ساتھی ایک ایک کر کے ڈھیر ہوتے جا رہے تھے۔

پہلی بار اسے اپنی قوتوں کا صحیح معنوں میں ادراک ہو رہا تھا۔

وہ یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس وقت وہ اپنی مرضی کا، اپنی اور دوسروں کی تقدیر کا مالک ہے۔ وہ چاہتا تو یہاں سے نکل جاتا اور بچنے والا واحد آدمی ہوتا۔ اور وہ چاہتا تو دوسروں کی مدد کرتا اور ہیرو بن جاتا۔ فیصلہ صرف اسے کرنا تھا۔

ہیرو بننے کے خیال میں زیادہ کشش تھی۔ اس نے اس کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس نے ٹٹولنے والی نظروں سے چھت کا جائزہ لیا۔ اسے دیوار سے بندھی لوہے کی ایک سیڑھی نظر آئی۔ سیڑھی کے اختتام پر ایک دروازہ تھا، جو یقیناً چھت پر پہنچائے گا۔

''اس طرف بھاگو''۔ وہ چلایا اور آہنی سیڑھی کی طرف لپکا۔

مضبوطی سے ہاتھ جما کر وہ آہستہ آہستہ چڑھتا اوپر پہنچا۔ دروازہ تھوڑی سی کوشش کے بعد کھل گیا۔

انہیں دو نعمتیں میسر آئیں۔ لیکن تازہ ہوا روشنی سے بہت بڑی نعمت تھی۔

گائیڈ اور لڑکے لڑکھڑاتے ہوئے، ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے سیڑھی کی طرف بڑھے اور اوپر چڑھنے لگے۔ چھت پر پہنچنے کے بعد وہ سب ڈھیر ہو گئے وہ تازہ ہوا میں گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔

ڈیمین نے اچھی طرح چیک کیا۔ گائیڈ سمیت تمام لڑکے چھت پر پہنچ گئے تھے۔ اچانک اسے پساریان کا خیال آیا۔

وہ دوبارہ نیچے آیا۔ بہت تیزی سے وہ سب سے اونچی کیٹ واک پر چڑھا۔ پھر نچلے لیول پر گیا۔ مگر وہاں سبز بلبلوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ان کے پار دیکھنا ناممکن تھا۔

اسی لمحے ایک الارم بھیانک آواز میں بجنے لگا۔ ساتھ ہی سرخ روشنیاں چمکنے لگیں۔

ڈیمین دوسری طرف کے نچلے لیول کی طرف لپکا۔ وہاں اسے پساریان نظر آیا۔ لیکن پساریان نے اسے نہیں دیکھا۔

پساریان ٹوٹے ہوئے والو کے پاس فرش پر مڑا تڑا پڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ یوں پھیلا ہوا تھا، جیسے آخری لمحے میں بھی اس نے والو کو بند کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس کا آبلوں سے بھرا ہوا چہرہ ناقابل شناخت ہو چکا تھا۔

وہ مر چکا تھا!

ڈیمین واپسی کے لئے پلٹا۔

اوپر چھت پر اب بھی لوگ تکلیف میں تھے۔ کچھ اٹک اٹک کر سانس لے رہے تھے۔ کچھ کو پھندے لگ رہے تھے اور کچھ کو کھانسی آرہی تھی۔

وہ فرش پر ڈھیر لڑکوں سے بچتا بچاتا مارک کی طرف بڑھا۔ تاکہ دیکھے کہ اس کا کیا حال ہے۔ مارک کی طرف بڑھتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اسے جو مقام دیا گیا ہے، اب وہ مقام اسے اچھا لگنے لگا ہے۔

............x............

رچرڈ تھورن فوری طور پر جاننا چاہتا تھا کہ کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے۔

جس وقت انہوں نے یہ خبر سنی تو وہ اور این جھیل کے علاقے میں تھے۔ انہوں نے پہلی فلائٹ پکڑی اور اوہارا ایئرپورٹ پہنچے۔ وہاں سے وہ ٹیکسی پکڑ کر بچوں کے اسپتال پہنچے۔ حادثے کے بعد تمام لڑکوں کو وہیں لے جایا گیا تھا۔

رچرڈ نے شیو بھی نہیں کی تھی۔ اس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ غصے سے اس کا جسم لرز رہا تھا۔ وہ آرمی کی پرانی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ جھیل کے علاقے میں جنگل میں چہل قدمی کے لئے جاتے ہوئے وہ یہی جیکٹ پہنا کرتا تھا۔

وہ اس وقت اسپتال کے کاریڈور میں کھڑا فون پر پال بوہر سے گفتگو کر رہا تھا۔

''بظاہر تو سب ٹھیک لگ رہے ہیں''۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''لیکن ابھی تک مجھے ڈاکٹر سے براہ راست بات کرنے کا موقع نہیں ملا ہے بہرحال جو کچھ بھی ہوا، مجھے اس پر مکمل رپورٹ چاہئے۔ کل صبح وہ رپورٹ مجھے اپنی میز پر ملے''۔ اس نے ریسیور پٹخ دیا۔ پھر وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بہت تھکا ہوا اور نڈھال دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کن انکھیوں سے ڈاکٹر کو لڑکوں کے کمرے کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ دراز قامت اور خوبرو آدمی تھا...... سیاہ فام!

رچرڈ اس کے پیچھے چلا۔ وہ ابتدائی ٹیسٹس کی رپورٹ جاننا چاہتا تھا۔

اندر این دونوں بیڈز کے درمیان کرسی پر بیٹھی تھی۔ مارک کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اس کے چہرے سے کمزوری ہویدا تھی۔ اس نے این کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ ڈیمین البتہ نارمل لگ رہا تھا۔

ڈاکٹر این کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا تعارف کرایا۔ ''میں ڈاکٹر کین ہوں''۔

رچرڈ ڈاکٹر کے عین پیچھے کھڑا تھا۔

''سب لوگ ٹھیک ہیں''۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ ''ہم نے سب کے ٹیسٹ لئے ہیں...... یہ دیکھنے کے لئے کہ پھیپھڑوں کو کس حد تک نقصان پہنچا ہے۔ لیکن پھیپھڑے بالکل محفوظ ہیں۔ کچھ عرصے تک انہیں متلی کا احساس رہے گا۔ لیکن یہ عارضی......''۔

''میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو بہترین ٹریٹمنٹ دیا جائے''۔ رچرڈ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر کین نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''ایسا ہی ہو گا جناب''۔

ڈاکٹر رچرڈ کو الگ لے گیا۔ ''میں آپ سے تخلیے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

''کیوں نہیں''۔

رچرڈ ڈاکٹر کے ساتھ باہر ہال میں چلا گیا۔

اپنے بستر پر لیٹا ڈیمین بے حد متجسس نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

کاریڈور میں ایک وارڈ بوائے ایک طرف جا رہا تھا۔ ڈاکٹر کین نے اس کے دور جانے کا انتظار کیا۔

رچرڈ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھوں سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی مسئلے پر کافی پریشان ہے۔

''ہم نے ہر طرح کے ٹیسٹ کئے ہیں۔ یہ دیکھنے کیلئے خون اور ٹشوز کو نقصان تو نہیں پہنچا ہے۔ تمام لڑکے کسی نہ کسی حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ اگرچہ خطرے کی کوئی بات نہیں''۔ ڈاکٹر کہتے کہتے رکا۔ ''سوائے آپ کے بیٹے ڈیمین کے''۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

رچرڈ کے چہرے پر ایک نس پھڑکنے لگی۔ ’’کیا مطلب؟ کیا وہ......‘‘۔

’’نہیں نہیں مسٹر تھورن۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں‘‘۔ ڈاکٹر نے اتنا کہہ کر پھر توقف کیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جو کچھ اسے کہنا ہے، اس کو الفاظ میں بیان کرنا اسے مشکل لگ رہا ہے۔ ’’میں دراصل یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ڈیمین ہر طرح کے اثرات سے محفوظ رہا ہے......‘‘۔

..................x..................

اپنے کمرے میں ڈیمین مضطرب ہو رہا تھا!

’’آپ کے خیال میں یہ سب کیا ہو رہا ہے؟‘‘۔ اس نے این سے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ دہک رہا تھا۔

این نے اس کی کیفیت دیکھی ہی نہیں۔ اس کی توجہ کمرے کے دروازے پر مرکوز تھی۔ ’’کوئی خاص بات نہیں‘‘۔ اس نے بے دھیانی سے کہا۔ ’’دراصل ڈاکٹر لوگوں کو رازداری بہت اچھی لگتی ہے‘‘۔

رچرڈ ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں واپس آیا۔ وہ بہت اپ سیٹ لگ رہا تھا۔ ’’ڈاکٹر ڈیمین کو چند روز یہاں روکنا چاہتے ہیں‘‘۔ اس نے کہا۔ اس نے بہت سرسری انداز میں یہ بات کہنے کی کوشش کی تھی۔ ’’وہ مزید کچھ ٹیسٹ کرنا چاہتا ہے‘‘۔

ڈیمین اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ’’لیکن میں تو بالکل ٹھیک ہوں‘‘۔ اس نے احتجاج کیا۔ ’’پھر مجھے روکنے کی کیا تک......‘‘۔

’’مزید ٹیسٹ کی کیا ضرورت ہے؟‘‘۔ این نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

رچرڈ نے این کو نگاہوں سے اشارہ کیا کہ وہ بچوں کے سامنے یہ موضوع نہ چھیڑے۔

لیکن ڈیمین چپ رہنے والا نہیں تھا۔ ’’میں یہاں مزید رکنا نہیں چاہتا‘‘۔

این نے بڑھ کر لاڈ سے اسے بانہوں میں بھر لیا۔

مارک بھی جلدی سے ڈیمین کی مدد کو لپکا۔ ’’ڈیمین رکے گا تو میں بھی نہیں جاؤں گا‘‘۔

این نے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کندھے جھٹک دیے۔ ’’کیوں نہ اس وقت ہم انہیں گھر لے جائیں۔ ایک ہفتے کے بعد پھر لے آئیں گے۔ آخر یہ لوگ ایک بے حد خوفناک حادثے سے گزرے ہیں‘‘۔

’’کیا خیال ہے ڈاکٹر؟ اس میں کیا حرج ہے؟‘‘۔ رچرڈ نے ڈاکٹر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ڈاکٹر کین کو یہ آئیڈیا پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اصرار کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ ’’ٹھیک ہے‘‘ وہ بولا۔

این فاتحانہ انداز میں مسکرائی اور اس نے ڈیمین کو بھینچ لیا۔ ’’بس ٹھیک ہے‘‘۔ وہ بولی۔ ’’ابھی تم لوگ آرام کرو۔ پھر ہم آئیں گے اور تمہیں جھیل پر لے چلیں گے۔ وہاں کی تازہ ہوا تمہیں تازہ دم کر دے گی‘‘۔

دونوں لڑکوں نے پرجوش انداز میں اثبات میں سر ہلائے۔

این اور رچرڈ نے دونوں لڑکوں کو پیار کیا اور ڈاکٹر کے ساتھ کمرے سے نکل آئے۔

ڈیمین نے باہر جاتے ہوئے ڈاکٹر کین کو ایسے دیکھا، جیسے اس کے چہرے کو اپنے حافظے میں نقش کر رہا ہو۔

..................x..................

اس رات ڈاکٹر کین دیر تک کام کرتا رہا۔ وہ اپنے مائیکرواسکوپ پر جھکا کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اسے پوری طرح سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت اسپتال کی لیبارٹری میں وہ اکیلا تھا۔ اس نے ڈنر بھی نہیں کیا۔ اس کے تمام ساتھی جا چکے تھے۔ وہ مائیکرواسکوپ کے نیچے شیشے کی پلیٹ پر پھیلے ہوئے خون کو بغور دیکھ رہا تھا۔

وہ اب تک سینکڑوں بار اس کا جائزہ لے چکا تھا، اس کو کراہت بھی آ رہی تھی، اور اس کے جسم میں وہ سنسنی بھی دوڑ رہی تھی، جس سے کوئی سائنس داں اس وقت گزرتا ہے، جب اسے یقین ہو کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے، اس سے پہلے کسی انسان نے کبھی نہیں دیکھا

قریب ہی نیلی جلد والی ایک کتاب رکھی تھی۔ اس نے ایک بار پھر کتاب کو دیکھا۔ کتاب میں بے حد تفصیلی تصویریں تھیں۔ اس نے تصویریں دیکھی۔ اور دوبارہ سلائیڈ کا جائزہ لیا۔

شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی!

ڈیمین تھورن کا کروموسوم اسٹرکچر انسانوں والا نہیں تھا۔ بلکہ وہ گیدڑ کا تھا۔

بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کبھی تو وہ اسے کوئی مکروہ مذاق لگتا۔ لیکن اس کے سامنے جو ثبوت تھا، وہ ٹھوس تھا...... ناقابل تردید۔ اسے کسی بھی طرح جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔

پتا نہیں کیوں، لیکن اس معاملے کو وہ تنہا نہیں نمٹانا چاہتا تھا۔ اب اسے یہ دیکھنا تھا کہ اس وقت اس کا کوئی ہم پیشہ دوست موجود بھی ہے یا نہیں۔ وہ کسی کے ساتھ اس دریافت کو شیئر کرنا چاہتا تھا۔

اس نے فون اٹھایا اور وہ ایکسٹینشن نمبر ملایا، جو اس کے دل پر لکھا تھا۔

چھ سات گھنٹیاں بجیں۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ ریسیور رکھنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف فون ریسیو کر لیا گیا۔ ’’یس؟‘‘۔

’’اوہ بین‘‘۔ ڈاکٹر کین خوشی سے چلایا ’’شکر ہے کہ تم ابھی موجود ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں‘‘۔

’’میں بس نکل ہی رہا تھا‘‘۔

’’میں زیادہ وقت نہیں لوں گا، پلیز بین، دراصل معاملہ بہت اہم ہے‘‘۔

’’چلو ٹھیک ہے۔ آ جاؤ‘‘۔

’’شکریہ بین۔ بس میں ایک منٹ میں آیا‘‘۔

ڈاکٹر کین نے ریسیور رکھا، سلائیڈ کو بڑی احتیاط سے کنٹینر میں ڈالا۔ کتاب اٹھائی اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

..................x..................

جھیل والے مکان میں سب سو چکے تھے۔ لیکن ڈیمین جاگ رہا تھا۔ اس کی کیفیت بہت عجیب تھی۔ جسم تنا ہوا تھا۔ اور پوری طرح سے کھلی ہوئی آنکھیں جیسے کمرے سے دور، بہت دور کوئی غیر مرئی منظر دیکھ رہی تھیں، اور جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا، اس کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے اس کو بے پناہ ارتکاز کرنا پڑ رہا تھا۔ ایسا ارتکاز کہ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا اور پیشانی پسینے میں تر ہو رہی تھی۔

..................x..................

کین لفٹ میں داخل ہوا اور اس نے نیچے جانے کے لئے سولہویں منزل کا بٹن دبایا۔

لفٹ کا دروازہ بند ہوا اور لفٹ حرکت میں آئی۔

لیکن لفٹ نیچے جانے کے بجائے اوپر جا رہی تھی!

کین نے فلور انڈیکیٹر کا جائزہ لیا۔ 21......22......23......

اس نے پھر 16 کا بٹن دبایا۔ لفٹ رک گئی اور اس کا دروازہ کھل گیا۔

لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔ کین نے پھر سولہویں منزل کا بٹن دبایا۔ دروازہ بند ہوا اور لفٹ بالآخر نیچے جانے لگی۔ 19......18......17......

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

پھر سولہویں منزل گزر گئی۔ لفٹ نہیں رکی۔ وہ اب بھی نیچے جا رہی تھی۔ اور اس کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی۔

کین دہشت زدہ بھی تھا اور الجھن کا شکار بھی۔ اس نے کتاب اور کنٹینر ہاتھ سے چھوڑ دیے اور پاگلوں کی طرح مختلف بٹن دبانے لگا۔ تمام بٹن بار بار جل بجھ رہے تھے۔

لفٹ کی رفتار اور بڑھ گئی تھی اور وہ یوں ہل رہی تھی جیسے لفٹ میں بھونچال آیا ہوا ہو۔

10......9......8......

''مائی گاڈ''۔ کین چلایا۔ وہ پورے پینل کو تھپتھپا رہا تھا۔

5......4......3......

اچانک لفٹ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ کین فرش پر گر پڑا۔

بہت خوف ناک خاموشی چھا گئی تھی۔ کین فرش پر پڑا تھا۔ وہ اتنا خوف زدہ تھا کہ اس میں ہلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو سانس لیتے ہوئے ہی ڈر رہا تھا۔

پھر بہت آہستگی سے، بڑی احتیاط سے وہ اٹھا۔ اس نے اپنا پورا جسم ہاتھوں سے ٹٹولا کہ کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی ہے۔ لیکن وہ ٹھیک ٹھاک تھا۔ اس خوف ناک تجربے نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن جسمانی طور پر اس کا کچھ نہیں بگڑا تھا۔

اس نے نیچے گرے ہوئے کنٹینر کو دیکھا۔ سلائیڈ ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ اس پر خوش تھا کہ وہ بہر حال زندہ ہے۔

اوپر...... بہت اوپر...... لفٹ کے شافٹ میں ایک آہنی تار لفٹ کے اچانک رک جانے کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اور اب وہ کسی بہت بڑے اور خوف ناک کوڑے کی طرح لہراتا ہوا نیچے کی طرف لپک رہا تھا۔

اچانک کین نے وہ آواز سنی۔ وہ بے حد خوف ناک آہنی سنسناہٹ تھی، جس کا حجم تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

بالآخر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا......

عین اسی لمحے تار چھت کو پھاڑتا ہوا نیچے لپکا...... اور اگلے ہی لمحے کین کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر گیا......

..................×..................

ڈیمین کے جسم کا تناؤ اچانک ہی ختم ہو گیا۔ اب وہ پرسکون تھا!

اس کی آنکھیں مندنے لگیں۔ چند لمحے بعد اسے ایسی پرسکون نیند آئی، جو کو 6 جون کے بعد سے وہ ترس گیا تھا۔

رچرڈ اور این بستر پر دراز صبح کے اخبار پڑھ رہے تھے۔ ناشتے کے ساتھ ہی اخبار بھی ان تک پہنچائے جاتے تھے۔ رچرڈ ہمیشہ وال اسٹریٹ جرنل پہلے پڑھتا تھا، جبکہ این شکاگو ٹریبون کو فوقیت دیتی تھی۔

این نے جیسے ہی اخبار کھولا، وہ سانس لینا ہی بھول گئی۔ ''اے...... دیکھو تو رچرڈ''۔ اس نے اخبار رچرڈ کی طرف بڑھایا۔

اخبار میں ڈاکٹر کین کی تصویر چھپی تھی۔ ساتھ ہی لفٹ کے حادثے کی خبر بھی تھی۔ اسی صفحے پر تھورن انڈسٹریز میں گیس لیک ہونے کی مختصر خبر بھی تھی۔

رچرڈ کو ڈاکٹر کی موت سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ پلانٹ کے حادثے کی خبر کیا اثرات مرتب کرے گی۔

''ارے...... ابھی کل ہی تو ہم ڈاکٹر سے ملے تھے''۔ این نے کہا۔ ''تمہیں یہ بات عجیب نہیں لگی''۔

''ہوں اوں......''۔

این نے کافی کا گھونٹ لیا اور رچرڈ کی طرف دیکھا۔ ''یہ تو بتاؤ، ڈاکٹر کین کس نوعیت کے ٹیسٹ کرنا چاہ رہا تھا؟''۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس نے کچھ بتایا تو نہیں تھا''۔ رچرڈ نے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ ''لڑکے کہاں ہیں؟''۔

''میرا خیال ہے سو رہے ہوں گے۔ کیوں؟''۔

رچرڈ نے اخبار رکھا اور پہلو بدلتے ہوئے این کو دیکھا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ انہیں یہ بات معلوم ہو''۔

''کیوں؟''۔ این کے لہجے میں تشویش تھی۔ ''ڈاکٹر نے کوئی ایسی ویسی بات بتائی تھی تمہیں؟''۔

''اس نے بس اتنا کہا تھا کہ ڈیمین پر زہریلی گیس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا''۔

''تو اس میں کیا برائی ہے۔ ہمیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ......''۔

''لیکن ڈاکٹر اس بات پر پریشان تھا۔'' رچرڈ نے کہا ''اس کا کہنا تھا کہ اس نے چھ مختلف ٹیسٹ کئے......''

''تو......؟''

''وہ ایسا کہہ رہا تھا کہ ڈیمین کے سرد موسم عام انسانوں سے مختلف ہیں۔''

''مختلف؟ یہ کیسے ممکن ہے؟'' این بولی۔

''میں نے بھی یہی کہا تھا۔ مگر ڈاکٹر ہی اس لئے تو پریشان تھا۔''

این کچھ دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔ پھر بولی ''تو اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''سچ پوچھو تو میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔'' رچرڈ نے اپنا اخبار دوبارہ اٹھا لیا۔ ''میں اس تنا سلی خرافات پر یقین نہیں رکھتا۔ میرے خیال میں ڈیمین ہر اعتبار سے ایک نارمل لڑکا ہے۔''

این مسکرا دی۔ ''میرا ہی یہی خیال ہے۔''

''تو بس ناشتہ کرو۔''

............☆............

اس صبح ڈیمین بیدار ہوا تو اس کے آدھے سر میں خوفناک درد ہو رہا تھا۔ اس پر سب ہی کو حیرت ہوئی کہ یہ عمر اور آدھے سر کا درد! لیکن سب سے زیادہ حیران خود ڈیمین تھا۔

............☆............

ڈاکٹر چارلس ابھی اسرائیل سے واپس آیا تھا۔ وہاں اس نے اپنی نگرانی میں کھدائی کے نتیجے میں برآمد ہونے والے نوادرات کی پیکنگ کرائی تھی۔ اب ان نوادرات کو تھورن میوزیم کی نمائش میں رکھا جانا تھا۔

عجیب اتفاق تھا کہ وہ لیگائیل کی دیوار نہیں دیکھ پایا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی دیوار کو پیک کر کے امریکا کیلئے روانہ کر دیا گیا تھا۔ اسے اس بات پر خاصی مایوسی ہوئی۔ خاص طور پر اس لئے کہ اس کی آنجہانی دوست اور صحافی جوآن ہارٹ نے اس دیوار کے حوالے سے خود کو تماشا بنا تھا۔ چارلس اس دیوار کو خاص طور پر دیکھنا چاہتا تھا لیکن اب اسے شکاگو میں ہی اس دیوار کو دیکھنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اس مال کو نیویارک کی بندرگاہ پر پہنچنا تھا لیکن چارلس کا نیویارک جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

بہر حال وہ واپس آیا تو بہت خوش تھا۔ اپنے آفس میں اسے ہمیشہ سکون ملتا تھا۔ اس کا ورک روم پورے میوزیم میں بہترین ورک روم تھا۔ وہ بوائلر روم سے متصل، بیسمنٹ لیول پر تھا۔ وہاں خاموشی اور سکون بھی تھا اور پرائیویسی بھی، جس کی اس کے کام میں بڑی اہمیت تھی۔ خاص طور پر آج جیسے موقعوں پر۔ میوزیم بند ہو چکا تھا۔ سب لوگ گھر جا چکے تھے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس کے دفاتر جدید ترین آلات سے مزین تھے۔ کام بھی تو بہت بڑا اور نازک تھا۔ صدیوں پرانے فن پاروں کو محفوظ رکھنا آسان نہیں ہوتا۔ وہاں کا خاص قسم کے ایئر کنڈیشنر تھے اور خاص قسم کی انفراریڈ اور الٹرا وائلٹ روشنیاں تھیں۔ پورٹیبل ہیڈز جن سے تھرمواسٹیٹ منسلک تھے، طرح طرح کے کیمیکلز، خاص قسم کے برش اور چاقو، وہ جدید ٹیکنالوجی اور قدیم اوزاروں کا بڑا عجیب امتزاج تھا۔ ان کی مدد سے چارلس بے حد قدیم نوادرات کو نیا جیسا بنا دیتا تھا، ایسے کہ فنی نزاکتیں بھی ڈسٹرب نہیں ہوتی تھیں۔

اس وقت وہ اسرائیل سے آئے ہوئے چند کہنہ نوادرات کو پیک کر رہا تھا۔ ان میں کچھ قدیم چاقو تھے، کچھ برتن، اس کے علاوہ چمڑے کا ایک باکس بھی تھا۔ یہ وہ سامان تھا جو وہ ذاتی طور پر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ نجانے کیوں اس باکس کو دیکھ کر اسے اس کی غیر معمولی اہمیت کا احساس ہوا تھا۔ اسی لئے اسے کھولنے کیلئے وہ سب لوگوں کے چلے جانے کا انتظار کرتا رہا تھا۔

اس نے بڑی احتیاط سے باکس کی چرمی بندشوں کو کھولا۔ پھر اس نے باکس کو کھول کر اس کے اندر جھانکا۔ اس نے گہری سانس لی۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ اس میں جو کچھ بھی ہے، وہ بے حد پرانا ہرگز نہیں ہے لیکن وہ نیا بھی نہیں تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر سختی سے بندھے ہوئے مخطوطات کو کھولا۔ انہیں ایک طرف رکھ کر اس نے پھر باکس میں ہاتھ ڈالا۔ اس بار اس کے ہاتھ میں ایک ترشی ہوئی صلیب آئی۔ صلیب پر یسوع مسیح کی شبیہہ ترشی ہوئی تھی، جس میں مسیح کے چہرے پر اذیت اور کرب کے تاثر کو بے حد فنی مہارت سے اجاگر کیا گیا تھا۔

اس نے صلیب کو بھی ایک طرف رکھ دیا۔

اس بار باکس میں ہاتھ ڈالنے پر دیگر چیزوں کے ساتھ جدید عہد کا ایک لفافہ برآمد ہوا۔ اس لفافے نے اس کا تجسس بھڑکا دیا۔ مگر وقتی طور پر اس نے لفافے کو بھی ایک طرف رکھ دیا۔

چمڑے کے باکس میں صرف ایک چیز اور رہ گئی تھی۔

اس نے چوتھی اور آخری بار ہاتھ ڈال کر وہ بھاری بنڈل اٹھا لیا جو کسی بہت پرانے اور بوسیدہ کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے بنڈل کو نکالا تو اندر سے کچھ کھنکھنے کی آواز سنائی دی۔

اس نے بہت احتیاط سے کپڑے کو ہٹایا۔

وہ بہت پتلے پتلے سات خنجر تھے...... بے حد تیز اور نکیلے...... لیکن یقینی طور پر بے حد پرانے۔ ان کے دستے ہاتھی دانت کے تھے اور ان پر مسیح کی شبیہہ کندہ تھے۔

اب چارلس کیلئے اپنے تجسس کا دبانا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس نے لفافہ اٹھایا اور اسے چاک کیا۔ اس میں سے کاغذوں کی خاصی موٹی گڈی برآمد ہوئی۔

کاغذات کا جائزہ لیتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ یہ تحریر تو بوگن ہیگن کی لگتی ہے۔

پھر وہ سکون سے انہیں پڑھنے بیٹھ گیا!

............☆............

مڈٹرم کے دوران لڑکے گھر آئے ہوئے تھے۔ پوری فیملی پھر یکجا ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ایک ویسٹرن مووی دیکھ رہے تھے۔ فلم وہ بڑے اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔

اسکرین پر ایک دراز قد شخص قصبے کی واحد سڑک پر دونوں ہاتھ ڈھیلے ڈھالے انداز میں پہلوؤں کے ساتھ لٹکائے قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ اس کے ریوالوروں کے موتی جڑے دستوں سے بہ مشکل دو انچ دور تھے۔

کیمرے نے ہوٹل کی تیسری منزل کی کھڑکی سے جھانکتی ہوئی ونچسٹر رائفل کی نال دکھائی۔ ہیرو کی نظر اس نال پر نہیں پڑی تھی۔ وہ بظاہر بے فکری سے، لیکن درحقیقت چوکنے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔

ونچسٹر گرجی۔ دراز قد شخص نیچے گرا اور اس نے کئی لڑھکنیاں کھائیں......

اسی وقت فلم اسکرین سے دیوار پر منتقل ہو گئی۔

''اوپر پروجیکٹر چلانے والے، تجھے کیا کہوں۔'' ڈیمین چلایا۔

ڈیمین جس دیوار سے لگا بیٹھا تھا، اس کے پیچھے پروجیکٹ روم تھا۔ وہاں مارک موجود تھا۔ اس وقت وہ فلم آپریٹر کا کردار ادا کر رہا تھا۔ اس نے دیوار کے اوپر چہ سے جھانکا اور چلایا۔ ''میں ابھی کچھ کرتا ہوں۔''

عام حالات میں وہ لوگ گھر پر فلم دیکھتے تو پروجیکشن مشین چلانا بٹلر کی ذمے داری ہوتی تھی لیکن آج مارک کو اس کو سیکھنے کا شوق ہوا تھا۔ رچرڈ نے حامی بھری تھی اور اسے سمجھایا تھا کہ فلم کیسے چلائی جاتی ہے۔

چنانچہ یہ اس کا پہلا موقع تھا۔ رچرڈ، این اور ڈیمین فلم دیکھ رہے تھے اور وہ پروجیکشن مشین کو کنٹرول کر رہا تھا اور اب عین فلم کے کلائمکس کے موقعے پر گڑبڑ ہو گئی تھی۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

مارک کچھ دیر کی کوشش کے بعد فلم کو دوبارہ اسکرین پر لانے میں کامیاب ہوگیا۔

تین چار قلابازیاں کھانے کے بعد ہیرو یوں ساکت ہوگیا، جیسے وہ مر گیا ہو مگر اس کا داہنا ہاتھ بہت آہستہ آہستہ ہولسٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے تیز ترین موشن میں ریوالور بھی نکالا اور فائر بھی کر دیا۔

ہوٹل کی تیسری کی کھڑکی سے باہر جھانکتی ہوئی رائفل نیچے گرتی نظر آئی۔ اس کے پیچھے رائفل بردار بھی تھا۔ وہ غلے کے ایک اسٹور کی چھت پر گرا۔ چھت سے لڑھکتا ہوا وہ اس ناند میں گرا، جس میں گھوڑے پانی پیتے ہیں۔

ہیرو اچھل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور غروب ہوتے ہوئے سورج کی طرف روانہ ہوگیا۔

''چلو...... کوئی ہپی اینڈ کی فلم تو دیکھنے کو ملی''۔ این نے کہا۔

ڈیمین نے لائٹ آن کر دی۔ ''میں اس فلم کو سکس اسٹار ریٹنگ دوں گا''۔ وہ بولا۔

این نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''اب ایسا بھی نہیں ہے''۔ یہ کہہ کر اس نے انگڑائی لی۔ ''یہ بتاؤ، سینڈوچ کون کون کھائے گا''۔

رچرڈ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''ایک سینڈوچ میرے لئے''۔

ڈیمین نے سر ہلایا۔ ''دو میں کھاؤں گا''۔

''اور میں جانتی ہوں کہ مارک ایک سینڈوچ کھائے گا''۔ این نے کہا اور باہر چلی گئی۔

پروجیکشن بوتھ میں مارک بڑی احتیاط سے فلم کو ری وائنڈ کر رہا تھا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ فلم الجھنے نہ پائے۔ ڈیمین اسکرین کو فولڈ کر کے رکھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور رچرڈ بیک گیمن کے لئے بورڈ تیار کر رہا تھا۔

اطلاعی گھنٹی کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ ''یہ کون آ گیا؟' رچرڈ اور ڈیمین کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

ڈیمین نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا ''میں دیکھتا ہوں''۔ یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

..................×..................

چارلس وارن دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے لباس پر برف کے ذرات لگے تھے۔ سردی سے اس کا برا حال تھا۔ اس کے ہاتھ میں بیوگن ہیگن والا لفافہ تھا۔ اس کے جسم میں کپکپاہٹ تھی...... اور اس کا سبب صرف سردی ہرگز نہیں تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو کچھ اس نے پڑھا تھا، اس نے اسے مر جانے کی حد تک خوف زدہ کر دیا تھا...... محاورتاً نہیں، حقیقتاً۔

ستم در ستم یہ کہ دروازہ کھولنے والا ڈیمین ہی تھا۔ وہ اور خوف زدہ ہوگیا۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

لیکن ڈیمین کو فوری طور پر کسی گڑبڑ کا احساس ہوگیا۔ ''ہیلو ڈاکٹر وارن''۔ اس کے لہجے میں درشتی تھی۔

''ہیلو ڈیمین''۔ چارلس نے کہا۔ وہ اپنی آواز کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''مسٹر تھورن کو بتاؤ کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں''۔

''کیا یہ ملاقات پہلے سے طے تھی؟'' ڈیمین نے اپنی جگہ پر جمے جمے، سرد لہجے میں پوچھا۔

''تم انہیں میری آمد کی اطلاع دے دو''۔ اس بار چارلس وارن کے لہجے میں سختی تھی۔

ڈیمین ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر بولا ''اندر آ جایئے''۔

چارلس وارن ہال وے میں داخل ہوا۔ ڈیمین نے دروازہ بند کر دیا۔ ''میں انہیں بتاتا ہوں''۔ یہ کہہ کر وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گیا۔

چارلس نے اپنے لباس سے برف جھاڑی اور سوچنے لگا کہ کس طرح سے بات کی جائے۔ معاملہ بے حساس ہے۔

''ڈاکٹر وارن آئے ہیں۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں''۔ اندر ڈیمین نے رچرڈ تھورن سے کہا۔

''چارلس آیا ہے؟''۔ رچرڈ خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ ''بہت خوب۔ تو اسے اندر بھیج دو''۔

لیکن چارلس کیلئے انتظار کرنا ممکن نہیں تھا۔ اتنی دیر میں وہ خود ہی اندر چلا آیا۔

''این سے کہنا کہ چارلس کیلئے بھی سینڈوچ بنالے''۔ رچرڈ نے ڈیمین سے کہا۔

ڈیمین باہر نکلا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

..................×..................

ہال وے میں پہنچتے ہی ڈیمین کے چہرے کا تاثر یکسر تبدیل ہوگیا۔ اب اس کے چہرے پر شدید غصے اور نفرت کا تاثر تھا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ چارلس وارن یہاں کیوں آیا ہے اور وہ اسے ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا۔

لیکن ڈیمین کم از کم اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

بے بسی کے احساس کے ساتھ وہ کچن میں داخل ہوگیا۔

..................×..................

''سردی بہت شدید ہے۔ ہے نا؟''۔ رچرڈ نے برانڈی کے دو جام بناتے ہوئے کہا۔

چارلس نے اسے پریشانی دیکھتا رہا...... اور سوچتا رہا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

رچرڈ کو مارک کی موجودگی کا خیال ہی نہیں تھا، جو پروجیکشن بوتھ میں بیٹھا فلم کو ری وائنڈ کر رہا تھا۔ ان دونوں کی آوازیں اسے بالکل صاف سنائی دے رہی تھیں۔

چارلس نے برانڈی کا جام لیا اور اتنا طویل گھونٹ لیا کہ رچرڈ اسے حیرت سے دیکھنے پر مجبور ہوگیا۔

برانڈی نے چارلس کو توانائی اور حوصلہ بخشا۔ اس نے فرش پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''رچرڈ...... میں تم سے بہت ذاتی نوعیت کی گفتگو کرنے والا ہوں''۔

''چارلس، ہم اچھے دوست ہیں''۔ رچرڈ نے اعتماد بڑھانے والے انداز میں کہا۔ ''کہو...... کیا بات ہے؟''۔

چارلس نے گہری سانس لی اور جیسے پھٹ پڑا۔ ''رچرڈ، تم مجھے بتا سکتے ہو کہ لندن میں تمہارے بھائی کے ساتھ درحقیقت کیا معاملہ ہوا تھا''۔

رچرڈ کا رویہ ایک دم تبدیل ہوگیا۔ اس کے انداز میں سرد مہری اور لہجے میں سختی اور بے گانگی در آئی۔ ''تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''۔

''اسرائیل میں کھدائی کے دوران جو چیزیں برآمد ہوئیں، ان میں چمڑے کا ایک باکس بھی تھا۔ وہ میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اسے کھول کر دیکھا تھا۔ وہ بیوگن ہیگن کا ثابت ہوا۔ اور اس میں بہت ذاتی چیزیں ہیں۔ وہ سب کچھ اس کے ڈھانچے کے قریب پڑا تھا۔

''تو پھر؟''۔ رچرڈ کے لہجے کی درشتی بڑھ گئی۔

چارلس نے برانڈی کا ایک اور گھونٹ لیا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

''تمہیں معلوم ہے کہ ڈیمین کو قتل کرنے کیلئے وہ خنجر بیوگن ہیگن نے تمہارے بھائی کو دیے تھے؟''۔

''تم کیا بکواس کر رہے ہو؟''۔

پروجیکشن بوتھ میں موجود مارک اچھل کر قریب آ گیا۔ تاکہ ان کی گفتگو طور پر سن سکے۔

''سات سال پہلے بیوگن ہیگن نے تمہیں ایک خط لکھا تھا......''۔

''خط؟ اور مجھے!''۔ رچرڈ اب اضطراب کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ ''مجھے ایسا کوئی خط نہیں ملا''۔

''وہ اسے بھیج ہی نہیں سکا۔ چمڑے کے اس باکس میں وہ خط اب بھی موجود تھا''۔

''اور تم نے وہ خط پڑھ لیا؟''۔ رچرڈ کا انداز الزام دینے والا تھا۔

چارلس کے لہجے میں التجا تھی...... خوشامد تھی۔ ''رچرڈ، تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ میں ایک ذی شعور اور ہوش مند انسان ہوں۔ لیکن جو کچھ میں تمہیں بتانے والا ہوں، وہ بہ ظاہر معقول اور ہوش مندانہ نہیں لگے گا''۔

''خدا کیلئے وارن، جو کہنا ہے کہہ دو''۔

''بیوگن ہیگن کا دعوا ہے کہ ڈیمین...... وہ شیطان کا آلہ کار ہے۔ وہ اینٹی کرائسٹ ہے...... دجال!''۔

رچرڈ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کے پاگل ہونے کا یقین ہو۔

پروجیکشن روم میں مارک جیسے سانس لینا بھی بھول گیا تھا۔

''ڈیمین انسان نہیں ہے رچرڈ''؟ چارلس اپنا بوجھ جلد از جلد ہلکا کر دینا چاہتا تھا۔ ''بیوگن ہیگن کا دعوا ہے کہ اسے مادہ گیدڑ نے جنم دیا''۔

رچرڈ ہنسنے لگا۔ ''اور تم مجھے یہ بتانے کے لئے دوڑے آئے ہو''۔ اس نے سر جھٹکا اور دور جانے لگا۔

چارلس نے برانڈی کا جام خالی کر کے رکھ دیا۔ ''تمہارے بھائی کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی''۔ وہ رچرڈ کے پیچھے چلنے لگا۔ ''وہ مایوسی کے عالم میں مشورے کیلئے بیوگن ہیگن کے پاس گیا۔ بیوگن ہیگن نے اسے بتایا کہ لڑکے کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

رچرڈ نے اپنا جام میز پر پٹخا اور طیش کے عالم میں چارلس وارن کی طرف مڑا۔ ''میرا بھائی بیمار تھا رچرڈ''۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''وہ دماغی طور پر بیمار تھا۔ اپنی بیوی کی موت......''۔

''ہاں اس کی موت کا سبب بھی ڈیمین ہی تھا''۔ چارلس نے جلدی سے کہا۔ ''اور ایک نہیں، ایسی پانچ اموات ہوئیں جن کی کوئی منطقی توجیہہ نہیں کی جا سکی۔ اس کے متعلق پیش گوئی بائبل میں موجود ہے...... پیش گوئیوں کے باب میں''۔ چارلس جانتا تھا کہ اب وہ خطرناک ترین مرحلے میں داخل ہو رہا تھا۔ لیکن رچرڈ کو کتنا ہی غصہ آئے، اسے اپنی بات کہنی تھی۔ ''بیوگن ہیگن......''۔

''وہ پاگل تھا...... دیوانہ تھا...... مذہبی جنونی تھا''۔

چارلس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں جانتا ہوں۔ بہ ظاہر یہ پاگل پن ہی لگتا ہے، لیکن......''۔

''لیکن تم اس خرافات پر یقین رکھتے ہو''۔

چارلس نے اپنی جیب سے لفافہ نکالا اور میز پر رکھ دیا۔ ''یہ رہا وہ خط''۔ اس نے کہا۔ ''خود پڑھ کر دیکھ لو''۔

''نہیں، نہیں میں نہیں پڑھوں گا''۔

''اگر بیوگن ہیگن کی بات درست ہے تو ہم سب خطرے میں ہیں۔ تم، این، مارک...... ہم سب۔ یاد کرو، جوآن ہارٹ کا کیا حشر ہوا۔ وہ بھی حقیقت جانتی تھی''۔

''بہر حال میرا اس پاگل بڈھے کی احمقانہ باتیں پڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے''۔ رچرڈ نے ضدی پن کا مظاہرہ کیا۔

''رچرڈ''۔ چارلس کے لہجے میں التجا تھی۔ ''میں بیوگن ہیوگن کو بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ نہ پاگل دیوانہ تھا نہ مذہبی جنونی۔ ایک بات بتاؤ۔ تمہیں کبھی کوئی شبہ نہیں ہوا۔ تمہیں کوئی عجیب بات......''۔

''نہیں''۔ رچرڈ حلق کے بل چلایا۔

چارلس کو ڈر تھا کہ اب رچرڈ کا ہاتھ اس پر اٹھنے والا ہے۔ ''ڈیمین کی کوئی بات جو اس نے کہی ہو...... یا اس نے کچھ کہا ہو...... تمہیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ اس پر کبھی شبہ نہیں ہوا''۔

''چارلس، تم اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ......''۔

''سوچو...... اموات تو ہمارے درمیان بھی ہوئی ہیں......''۔

''گیٹ آؤٹ''۔ اب رچرڈ کا جسم غصے کی شدت سے لرز رہا تھا۔

لیکن چارلس وارن کو احساس تھا کہ اس کے پاس وقت بہت کم ہے۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ''علامات بالکل واضح ہیں رچرڈ''۔ اس نے کہا۔ ''یہ ایسے اتفاقات ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تم بائبل پڑھو رچرڈ...... پیش گوئیوں کا باب پڑھو۔ تمہاری سمجھ میں سب کچھ آ جائے گا۔ ہمیں سب کچھ آسمانی کتاب کے مطابق کرنا ہوگا...... آخر تک!''۔

''کس آخر کی بات کر رہے ہو تم؟''۔ رچرڈ کو خود حیرت تھی کہ اب تک یہ گفتگو اس نے کیسے برداشت کیسے کر لی''۔

''یگائیل کی دیوار''۔ چارلس نے جواب دیا۔ ''بیوگن ہیگن نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ یگائیل کی دیوار اس کے بیان کا یقینی اور ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اسے دیکھ کر تم قائل ہو جاؤ گے۔ دیوار روانہ کی جا چکی ہے۔ کسی بھی دن نیویارک پہنچ جائے گی''۔

''تم ماضی کی خاک چھاننے کے عادی ہو چکے ہو چارلس۔ اس کے نتیجے میں تم بھی اپنی دوست جوآن ہارٹ کی طرح مذہبی جنونی بن چکے ہو۔ تم جاؤ اور اس دیوار کو دیکھو۔ مجھے ایسی کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے''۔

چارلس وارن اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اس نے اس معاملے کو آسان ہرگز نہیں سمجھا تھا۔ مگر اس نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ اس انداز میں ختم ہوگا۔ اس نے جان لیا تھا کہ رچرڈ تھورن سے اس کا تعلق کسی بھی لمحے ہمیشہ کے لئے ختم ہو سکتا ہے...... تو اب وہ اس تعلق کو ختم ہی کیوں نہ کر دے۔

''ہاں میں تو جاؤں گا اور دیکھوں گا بھی''۔ اس نے کہا اور کمرے سے نکل کر آیا۔

رچرڈ تھورن اپنی کرسی پر سکتے کی سی کیفیت میں بیٹھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ چارلس کی کچھ باتیں تو سچی ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چارلس کو معلوم ہوئیں۔ لیکن باقی باتیں تو محض بکواس......

اس نے سر جھٹکا دیا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ابھی ابھی اس نے ایک بہت اچھے دوست کو کھو دیا ہے۔

پروجیکشن بوتھ میں مارک پر لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ اس کا جسم کسی سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

ڈیمین سینڈوچ بنانے میں این کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔

ان دونوں نے دروازہ بند ہونے کی...... اور پھر چارلس کی کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ پھر ٹائر چرچرائے اور کار آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو اور پھر اضافی سینڈوچ کو دیکھا، جو انہوں نے ابھی تیار کیا تھا۔

''اوہو...... لگتا ہے، یہ سینڈوچ اب مجھے ہی کھانا پڑے گا''۔ ڈیمین نے چہک کر کہا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

اس رات ڈیمین ویسی ہی بے فکری سے سویا، جیسے جوان ہوتے ہوئے لڑکے سوتے ہیں۔

این کی نیند بھی پرسکون تھی۔

لیکن رچرڈ تھورن اس رات سو ہی نہیں سکا۔

اور مارک تھورن کی بھی پلک تک نہیں جھپکی!

صبح ہوگئی۔ دونوں باپ بیٹے جاگ رہے تھے۔

رچرڈ تھورن انہی کپڑوں میں تھا، جو وہ رات کو پہنے ہوئے تھا۔ وہ اپنی اسٹڈی میں میز پر بیٹھا تھا۔ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔ اور وہ یہ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا کرے۔ سامنے برسوں پرانا وہ خط کھلا رکھا تھا، جو بہت تاخیر کے بعد اب اس تک پہنچا تھا۔ بیوگن ہیگن کا خط، جسے اب تک کئی بار پڑھ چکا تھا۔ اس خط میں جو کچھ تھا، اسے ہضم کرنا آسان نہیں تھا۔ لیکن پوری طرح نظر انداز کر دینا بھی ممکن نہیں تھا۔ بیوگن ہیگن نے جو کچھ لکھا تھا، وہ اس کے لئے ناقابل یقین تھا۔ لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسے اس پر غور کرنا ہوگا۔ مگر اس کیلئے وقت چاہئے...... کافی وقت!

اس نے خط سمیٹا اور اسے ڈیسک کی دراز میں رکھ کر دراز لاک کر دی۔ پھر وہ اٹھا اور اس نے انگڑائی لی۔ رات بھر کی بیداری کے نتیجے میں، اس کے جسم پر کسل مندی طاری ہو رہی تھی۔

وہ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ سامنے برف پوش پہاڑیوں کے پیچھے سے سورج سر اٹھا رہا تھا۔ یہ سب کچھ سچ تو نہیں ہوسکتا۔ اس نے خود سے کہا۔ شیطان کا وجود حقیقت تو نہیں ہے۔ وہ تو محض ایک علامت ہے...... برائی کی علامت! اور ہر آدمی کے دماغ میں...... اور اس کے نفس میں ہوتا ہے۔

وہ پلٹا اور اوپر چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ چند گھنٹوں کی نیند بہت ضروری ہے۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ اس بیٹا مارک بھی اس کی طرح رات بھر جاگا ہے۔

مارک نے دوسروں پر یہ ظاہر کیا تھا کہ جیسے وہ سونے کے لئے جا رہا ہے۔ پھر جب گھر میں خاموشی چھا گئی تو وہ بستر سے اٹھا اور دبے پاؤں لائبریری میں چلا گیا۔

وہاں سے اس نے بائبل اٹھائی، پیشن گوئیوں کا باب کھولا اور اسے پڑھنے لگا۔

اور اب جبکہ سویرا ہو رہا تھا، اس نے کتاب سے سر اٹھایا اور ننھے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ رونا رات بھر کی تھکن اور بے آرامی کا بھی تھا...... اور اس کا سبب وہ خوفناک معلومات بھی تھیں، جو اسے حاصل ہوئی تھیں۔

مارک کو اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اس کا محبوب کزن، ڈیمین تھورن شیطان کا بیٹا ہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ پچھلے چند مہینوں کے دوران ڈیمین کے عجیب رویے یاد کر رہا تھا۔ تاریخی عساکر کے پیریڈ میں جو کچھ ہوا تھا۔ وہ کوئی بہت پرانی بات نہیں تھی۔ پھر اس کی جسمانی صلاحیتیں، کھیل کے میدان میں ایسا لگتا تھا کہ کوئی چیز اس کے خلاف نہیں جاتی ہے۔

پھر اسے یہ بھی یاد آیا کہ پلانٹ پر حادثے کے دوران جب سب کی جان پر بنی تھی، ڈیمین پر زہریلی گیس ذرا بھی اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ اسے پیاریان کا خیال آیا۔ پھر بل ایتھرٹن کا اور آنٹی ماریان کا...... اور ان لوگوں کا جو مرتے رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے، بالکل اچانک...... اور ایسے کہ ان کی موت کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں تھی۔

آخر میں اس نے اپنے محبوب کزن کے بارے میں سوچا، جسے وہ پرستش کی حد تک چاہتا تھا۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا میں بے شمار خوف ناک...... اور قابل نفرت لوگ ڈیمین کی اس طرح پرستش کرتے ہوں گے۔ نہیں اس طرح...... مختلف انداز میں...... شیطانی انداز میں!

مارک اٹھا اور اس نے بائبل وہیں رکھ دی، جہاں سے اٹھائی تھی۔ پھر وہ دبے پاؤں ہال میں چلا آیا۔ وہاں اس نے ریک سے اپنا گرم اوور کوٹ نکالا۔ اسے پہن کر اس نے مرکزی دروازہ کھولا اور گھر سے نکل آیا۔ وہ کہیں تنہائی میں فرصت سے بیٹھ کر سوچنا چاہتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

..................×..................

''کیا......؟ ڈیمین کیا ہے؟'' ۔ این نے انڈے تلتے ہوئے اچانک پلٹ کر رچرڈ کو دیکھا۔ ''رچرڈ...... تم ایسی کسی بات پر کیسے یقین کر سکتے ہو؟'' ۔

''میں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اس پر یقین ہے'' ۔ رچرڈ کچن کے دروازے میں کھڑا تھا۔ بیوگن بیگن کا خط اس کے ہاتھ میں تھا۔ ''میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ چارلس نے مجھ سے کیا کہا تھا اور اس خط میں کیا لکھا ہے'' ۔

''لیکن تم کہہ رہے ہو کہ تم نیویارک جاؤ گے۔ خدا کیلئے رچرڈ'' ۔ این نے انڈے پلٹے۔ پھر وہ پلیٹیں نکالنے کیلئے کیبنٹ کی طرف بڑھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی ہے۔ ''تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ......'' ۔

''نہیں'' ۔ رچرڈ چلایا۔ رات بھر کا جاگا ہوا اس کا نڈھال ذہن اب معقولیت اور تحمل کی صلاحیت سے محروم تھا۔ ''یہ سب کچھ خرافات ہے اور میں اس پر یقین نہیں رکھتا۔ لیکن رابرٹ کو چرچ میں اس وقت شوٹ کیا گیا جب وہ ڈیمین کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور......'' ۔

''چارلس تمہیں بہکانے میں کامیاب ہو گیا؟ ہے نا یہی بات؟'' ۔ این نے پلیٹیں اوون کے پاس رکھیں اور انڈے ان میں نکالنے لگی۔ ''اس نے تمہارے اندر یہ پاگل پن بیج کی طرح ڈال دیا ہے'' ۔ وہ رچرڈ کی طرف بڑھی اور اس کے ہاتھ سے بیگن بیگن کا خط لے کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ ''خیر...... میں تمہیں اس زہر کا شکار نہیں ہونے دوں گی'' ۔ اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔ ''تم اس وقت تھکے ہوئے ہو اور معقولیت سے سوچنے اور سمجھنے قابل نہیں ہو۔ آرام کرو گے تو تمہیں یہ یاد بھی نہیں رہے گا کہ چارلس نے......'' ۔

''این......'' ۔

''نہیں رچرڈ۔ اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ تم نے بس ایک گندی کہانی سنی اور اسے بھول گئے۔ اب یہ معاملہ یہیں ختم'' ۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''رچرڈ...... کیا ہو رہا ہے یہ سب؟ کیا ہم سب پاگل ہو رہے ہیں؟'' ۔ وہ رونے لگی۔

رچرڈ نے آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔ ''مت روؤ این۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں تھکا ہوا ہوں۔ نیند کو ترس رہا ہوں۔ میں...... میں شرمندہ ہوں ڈارلنگ۔ آئی ایم سوری......'' ۔

''او گاڈ'' ۔ اس نے کندھے پر سر رکھ دیا۔

''بس کرو۔ اب سب ٹھیک ہے۔ میں کہیں نہیں جا رہا ہوں'' ۔

''اور ڈیمین...... تم اس کیلئے بدلو گے تو نہیں۔ تم اسے......'' ۔

''ارے نہیں جان'' ۔ رچرڈ اب اسے تھپک رہا تھا۔

''مجھ سے وعدہ کرو'' ۔

''وعدہ رہا ڈیئر'' ۔

این کو اپنی باہوں میں جھلاتے ہوئے رچرڈ سوچ رہا تھا...... واقعی، میں بھی کن لوگوں کی باتوں میں آ گیا...... اور وہ بھی کیسی باتوں میں! اس وقت اس نے کچن کی کھڑکی سے ڈیمین کو دیکھا جو عقبی لان سے گزر کر جنگل کی طرف جا رہا تھا۔

اس کے اندر ایک نامعلوم خطرے کا احساس جاگ اٹھا۔ ''مارک کہاں ہے؟'' ۔ اس نے اپنے لہجے کو تشویش سے پاک رکھنے کی کوشش کی۔

''میرا خیال ہے۔ وہ سویرے ہی باہر نکل گیا تھا'' ۔ این نے جواب دیا۔ پھر وہ رچرڈ سے الگ ہوئی۔ اور پیچھے ہٹ کر اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟'' ۔

''میں نے ریک میں دیکھا تو مارک کا اوور کوٹ موجود نہیں تھا'' ۔

''کیوں نہ ہم بھی چہل قدمی کے لئے چلیں'' ۔ رچرڈ نے کہا۔

''لیکن انڈے......؟'' ۔

انڈے اب جل رہے تھے۔ وہ اسٹور کی طرف لپکی۔

''اس وقت مجھے تازہ ہوا کی شدید ضرورت ہے'' ۔

این نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ان کے گھر میں...... مکینوں کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے۔ ایسا کچھ جو وہ سمجھ نہیں پا رہی ہے۔ اس نے رچرڈ سے شادی اس لئے کی تھی کہ وہ رچرڈ سے محبت کرتی تھی۔ اور اس کا خیال تھا کہ اس کی ازدواجی زندگی کچھ دشوار نہیں ہو گی۔ اور زندگی کے ہر بحران سے وہ رچرڈ کی محبت کے زور پر نمٹ سکے گی۔

لیکن اس وقت اس کا وہ یقین متزلزل ہو گیا تھا۔

اس نے کندھے جھٹکے اور جلے ہوئے انڈے ڈسٹ بن میں ڈال دیئے۔ ''او کے رچرڈ۔ چلو، چہل قدمی کرتے ہیں'' ۔

..................×..................

مارک گھر سے کافی دور ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور بشرے سے فکرمندی ہویدا تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا...... اور ایک ایسا تاثر تھا، جو اس عمر کے کسی لڑکے کی آنکھوں میں نظر نہیں آنا چاہئے، شاید اس کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے بڑا لگ رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ سکون قلب کے لئے کس سے بات کرے۔ اس سے پہلے ہر پریشانی میں وہ ڈیمین کی طرف لپکتا تھا۔ لیکن اب یہ ممکن نہیں تھا۔ اس معاملے کو اسے خود ہی نمٹانا تھا۔

پھر اچانک اسے قدموں کی چاپ سنائی دی...... اور پھر جانی پہچانی آواز۔ ''مارک...... اے مارک۔ کہاں ہو تم؟'' ۔

وہ ڈیمین تھا۔

مارک بہت آہستگی سے اٹھا اور دبے قدموں جنگل میں اور اندر کی طرف بڑھنے لگا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

قدموں کی آہٹ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ فاصلہ بڑھ نہیں رہا ہے۔ڈیمین اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

مارک نے بھاگنا شروع کر دیا۔

''اے مارک!''۔

مارک اور تیز دوڑنے لگا۔لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ بہت آگے نہیں جا سکے گا۔وہ پوری رات نہیں سویا تھا۔اس کا جسم نڈھال تھا اور وہ بری طرح خوف زدہ بھی تھا۔بالآخر وہ ایک بہت بڑے، بہت موٹے تنے والے درخت کے پاس پہنچا اور اس کے تنے کے پیچھے چھپ گیا۔

وہ بہت بری طرح ہانپ رہا تھا۔

چند منٹ گزر گئے۔پھر اسے ڈیمین کی آواز دوبارہ سنائی دی۔اب وہ بہت قریب آ گیا تھا۔شاید ان دونوں کے درمیان بس درخت کا تنا ہی حائل تھا۔

''مجھے معلوم ہے تم یہاں ہو''۔ڈیمین نے پکارا۔

مارک کانپ اٹھا۔''میرا پیچھا چھوڑ دو۔مجھے اکیلا چھوڑ دو''۔خود مارک کو بھی اپنی آواز میں کمزوری محسوس ہوئی۔

ڈیمین گھوم کر تنے کی دوسری سمت آیا۔اب ان دونوں کے درمیان صرف چند منٹ کا فاصلہ تھا۔

''تم مجھ سے بھاگ کیوں رہے ہو؟''۔ڈیمین کے لہجے میں شکایت تھی۔

مارک نے چند لمحے توقف کیا۔پھر بلند آہنگ سرگوشی میں بولا۔''میں جان گیا ہوں...... کہ تم کون ہو''۔

ڈیمین مسکرایا۔''کیا واقعی''۔

مارک نے اثبات میں سر ہلایا۔''چارلس وارن کو بھی معلوم ہے''۔اس نے محتاط لہجے میں کہا۔''میں نے ڈیڈی سے ان کی گفتگو سنی تھی''۔

ڈیمین کے چہرے پر غبار سا چھا گیا۔''کیا کہہ رہا تھا وہ؟''۔وہ محض سوال ہی نہیں تھا۔وہ حکم تھا۔

''وہ کہہ رہے تھے......''۔ مارک کے لئے الفاظ کا انتخاب دشوار ہو گیا۔''وہ کہہ رہے تھے کہ شیطان نے اپنا بیٹا زمین پر بھیجا ہے''۔

''اور...... کہتے رہو''۔

مارک نے منہ پھیر لیا۔ایک آنسو اس کے رخسار پر لڑھک آیا۔

''بولو نا مارک''۔

مارک نے خوف دور کرنے کے لئے تھوک نگلا۔''وہ کہہ رہے تھے کہ تم شیطان کے بیٹے ہو''۔ بالآخر اس نے کہا۔

............x..................

جنگل کے ایک اور حصے میں رچرڈ اور این خاموشی سے ٹہل رہے تھے۔دور سے کوئی دیکھتا تو انہیں دو محبت کرنے والے ہی سمجھتا۔

لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا۔رچرڈ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور اس کے انداز میں تھکن تھی۔چہرے پر فکرمندی تھی۔اور اس کا ذہن بہت تیزی سے کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ کوئی ایسی چیز تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا، جس کے نہ ملنے کا اسے پورا یقین تھا...... کوئی تاویل...... کوئی جواز!

.................x...................

ڈیمین مارک کو سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔''کہتے رہو''۔اس کا لہجہ سرد تھا۔

بالآخر مارک پھٹ پڑا۔''اس دن تم نے اکیڈمی میں ٹیڈی کا جو حال کیا تھا، مجھے یاد ہے''۔اس نے چیخ کر کہا۔''اور تاریخ عساکر کی کلاس میں جو کچھ ہوا، وہ بھی میں نہیں بھولا، ایتھرٹن اور پساریان کی اموات بھی مجھے یاد ہیں۔یہ بھی حقیقت ہے کہ تمہارے ڈیڈی نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔لوگ کہتے ہیں کہ وہ پاگل ہو گئے تھے۔لیکن میں سمجھ گیا ہوں کہ اصل بات کیا تھی۔وہ جان گئے تھے کہ تم کون ہو''۔مارک بری طرح لرز رہا تھا۔وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

ڈیمین کا انداز بدل گیا۔وہ مارک کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔''مارک...... سنو......''۔

''نہیں...... نہیں......'' مارک چلایا۔

''تم میرے بھائی ہو۔میں تم سے محبت کرتا ہوں''۔

''مجھے بھائی مت کہو''۔مارک نے چیخ کر کہا۔''اینٹی کرائسٹ کا کوئی بھائی نہیں''۔

ڈیمین نے اسے کندھے سے تھام لیا۔''میری بات سنو، مارک''۔وہ چلایا۔

مارک نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا''تم اعتراف کرو کہ تم نے اپنی ماں کو قتل کیا تھا''۔

بس اس کے تعلق کا وہ بندھن ٹوٹ گیا۔مارک کے اس جملے نے اسے توڑ ڈالا۔''وہ میری ماں نہیں تھی''۔ڈیمین حلق کے بل چلایا۔''میری ماں......''۔

''گیدڑ تھی''۔مارک نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

''ہاں''۔ڈیمین کے لہجے میں فخر تھا۔اس کی آواز پورے جنگل میں گونج رہی تھی۔اس کی قوت بول رہی تھی۔اس کی آنکھیں دہک رہی تھیں اور اس کے چہرے پر ایسی چمک تھی، جو انسانی نہیں لگ رہی تھی۔''ہاں...... میں شیطان کا ہم شکل ہوں، اس کا بیٹا ہوں۔اس کا بیٹا، جسے بدتمیز قرار دے کر نکالا گیا۔اور وہ بدتمیز کیوں ہوا؟ اسلئے کہ اس کی عظمت کی توہین کی گئی۔عظیم کو حقیر کے آگے جھکنے کا حکم دیا گیا۔اب اس نے مجھ میں سر اٹھایا ہے وہ میرے وجود میں ہے۔وہ میری آنکھوں سے دیکھ رہا ہے''۔

مارک نے ادھر ادھر دیکھا۔خوف اب کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔وہ خود کو بہت حقیر محسوس کر رہا تھا۔اتنا حقیر کہ ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔وہ سب کچھ ایک بے حد ڈراؤنے خواب کی طرح تھا۔مگر وہ اس خواب سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ۔میں تمہیں اپنے ساتھ لیکر چل سکتا ہوں''

مارک نے سر اٹھا کر دیکھا۔اچانک اس کے جسم کی کپکپاہٹ ختم ہو گئی۔وہ کافی دیر تک اپنے کزن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔پھر بہت آہستگی سے، لیکن بے حد فیصلہ کن انداز میں اس نے نفی میں سر ہلایا۔''نہیں''۔

''پلیز...... مجھے سے خوشامد مت کراؤ''۔ڈیمین کے لہجے میں التجا تھی۔

''نہیں''۔مارک کا لہجہ مستحکم تھا۔

اور پھر جیسے اس نہیں نے اس کے وجود میں نئی روح پھونک دی۔وہ اٹھا اور تیزی سے بھاگنے لگا۔حالانکہ اس کی ٹانگیں دکھ رہی تھیں۔

''مارک''۔ڈیمین نے چیخ کر اسے پکارا۔

لیکن مارک بھاگتا رہا۔''تم مجھ سے دور رہو۔میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا''۔وہ پلٹ کر دیکھے بغیر چلایا۔

''مارک''۔ ڈیمین کی ایسی آواز مارک نے پہلے صرف ایک بار سنی تھی...... اس وقت جب وہ نیف کے آفس سے نکلا تھا اور اس نے ٹیڈی کو مارک کے ساتھ زیادتی کرتے دیکھا تھا۔اور ٹیڈی کو پکارا تھا۔''میری طرف دیکھو مارک''۔اس کے لہجے میں تحکم تھا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

مارک رک گیا۔ اسے ایسا لگا کہ وہ اب آگے بڑھ ہی نہیں سکتا ہے۔ ''تم مجھ سے دور رہو۔ میرا پیچھا چھوڑ دو''۔ اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔

''میں تم سے صرف ایک بار اور پوچھوں گا''۔ ڈیمین کے لہجے میں خوفناک دھمکی تھی۔ ''پلیز...... میرے ساتھ آ جاؤ۔ میرے ہو جاؤ''۔

مارک دھیرے دھیرے پلٹا۔ اب وہ ڈیمین کا سامنا کر رہا تھا۔ ''نہیں ڈیمین''۔ اس کا لہجہ پرسکون تھا۔ ''تم اپنے انجام سے بچ سکتے ہو۔ اور نہ میں اپنے انجام سے بچ سکتا ہوں''۔ اب ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی طاقت ہے جو اس کی زبان سے بول رہی ہے''۔ تم وہی کرو جو تمہیں کرنا ہے۔ میں بھی وہی کر رہا ہوں جو مجھے کرنا چاہئے''۔ یہ کہہ کر وہ تن کر کھڑا ہو گیا جیسے ڈیمین کی کارروائی کا منتظر ہو۔

ڈیمین کے جسم میں غصے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس غصے کا سبب یہ تھا کہ اسے روکا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے شعلے اگلنے لگیں۔ وہ بھی تن کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس وقت اس کا قد غیر معمولی طور پر اونچا لگ رہا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ اس کا جسم لرزنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا......

.................x.................

رچرڈ اور این کو برف پر لڑکوں کے قدموں کے نشان نظر آئے۔ وہ ان کے تعاقب میں چل دیے۔ رچرڈ کے پہلو سے لگ کر چلتی ہوئی این بہ ظاہر بڑی پرسکون لگ رہی تھی۔ ہر چند قدم بعد وہ اس سے چپکنے کی کوشش کرتی۔

لیکن رچرڈ کو اس کا احساس نہیں تھا۔ وہ بار بار یوں سر اٹھاتا، جیسے ہوا میں کسی غیر معمولی خطرے کی بو سونگھ رہا ہو۔

وہ قدموں کے نشانات کے تعاقب میں بڑھتے رہے۔

.................x.................

اچانک مارک نے وہ آواز سنی...... وہ آواز جو اس دن سارجنٹ نیف کے دفتر کے باہر ہال وے میں ٹیڈی نے سنی تھی...... وہ کھٹ کھٹ کی ایسی آواز تھی، جیسے دھات کے دو اسکیل ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔

وہ ایک بہت بڑے کوے کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز تھی۔

مارک نے اپنا سر بچانے کے لئے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ اسے احساس تھا کہ کوئی نادیدہ چیز اس پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ وہ چلایا...... چیخا...... اور اس نے وہاں سے ہٹنے کی کوشش کی۔ لیکن نادیدہ پرندے کی خوف ناک چونچ اور اس کے پنجے اس کے سر میں اترے جا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا۔ پھر خون اس کی آنکھوں...... اس کے کانوں سے بھی جاری ہو گیا۔

وہ گھٹنوں کے بل گرا اور اذیت بھرے انداز میں چلانے لگا۔ خون سے بھری ہوئی آنکھوں سے وہ ڈیمین کی طرف دیکھ رہا تھا، جس کے چہرے پر اس وقت شیطنیت چھائی ہوئی تھی۔ ڈیمین تن کر کھڑا تھا اور اس کے عقب سے سورج بلند ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ ڈیمین اس وقت ناقابل تسخیر لگ رہا تھا۔

پھر ایسا لگا، جیسے کوے کی چونچ مارک کے سر کو چھیدتی ہوئی اس کے دماغ تک پہنچ گئی ہے۔ مارک برف پر گر پڑا۔ اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا اور آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔

پھڑ پھڑاہٹ کی آواز معدوم ہونے لگی۔ ڈیمین نے نیچے دیکھا۔ مارک کی لاش کو دیکھ کر اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی...... وہ جیسے وحشیوں کا نعرہ فتح تھا۔ مارک کا مردہ جسم اپنے ہی بہتے ہوئے خون میں نہا رہا تھا...... سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ مارک کی طرف بڑھا اور اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ پھر اس نے مارک کے مردہ جسم کو اپنی باہوں میں بھر لیا اور بھینچا، جیسے وہ اس میں دوبارہ جان ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

ڈیمین کی دکھ اور اذیت بھری چیخ رچرڈ اور این نے سنی۔ وہ وہاں پہنچے تو ڈیمین مارک کے بے جان جسم پر جھکا، سسکیوں میں پکار رہا تھا۔ ''مارک...... اے مارک...... میرے بھائی مارک......'' این کی چیخ سن کر ڈیمین نے سر اٹھایا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ ''ہم دونوں چہل قدمی کر رہے تھے۔ اور...... اچانک یہ گر گیا۔ نجانے......''

''تم گھر جاؤ''۔ رچرڈ نے چیخ کر کہا۔ پھر وہ این کی طرف لپکا جو مارک کی لاش پر جھکی ہوئی تھی۔

''میں نے کچھ نہیں کیا''۔ ڈیمین کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''تم گھر جاؤ منحوس لڑکے...... لعنت ہو تم پر''۔ رچرڈ کا جسم فرط غیض سے لرز رہا تھا۔

ڈیمین پلٹا اور گھر کی سمت بھاگنے لگا۔ آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ ''وہ گرا تھا...... بس گرا تھا''۔ بھاگتے بھاگتے وہ پلٹ کر چلایا۔

''میں نے کچھ نہیں کیا''۔ پھر وہ دوبارہ بھاگنے لگا۔

رچرڈ نے دور جاتے ہوئے ڈیمین کو دیکھا۔ پھر وہ پلٹا اور اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے کندھوں سے تھام کر بڑی نرمی سے اسے کھڑا کر دیا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہے تو وہ جھکا اور اس نے اپنے بیٹے کی لاش کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور اس نے گھوم کر این کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاموش سا الزام تھا۔

این نے نفی میں سر ہلایا اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''ڈیمین نے کچھ نہیں کیا۔ وہ کیسے......''۔

لیکن وہ جملہ مکمل نہ کر سکی۔ رچرڈ پلٹا اور بیٹے کی لاش اٹھائے گھر کی طرف چل دیا۔ اس نے مردہ بیٹے کا لہولہان چہرہ اپنے چہرے سے لگا رکھا تھا۔

.................x.................

تھورن فیملی کا قبرستان شمالی ساحل پر تھا اور ان کی جاگیر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ریجنالڈ تھورن اور اس کی بیوی وہیں دفن تھے۔ رچرڈ کی پہلی بیوی میری اور آنٹی ماریان بھی وہیں تھیں۔

مارک کو اس کی ماں کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

قبر کے سامنے سوگواروں کے ساتھ کھڑا رچرڈ موسم سرما کی پھوار کو گھور رہا تھا۔ ایک دن میں بھی یہیں لایا جاؤں گا۔ اس نے سوچا۔

این اور رچرڈ سیاہ ماتمی لباس میں تھے۔ ڈیمین این کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اپنی نیلی یونیفارم پہنے ہوئے تھا۔ اس کے بازو پر سیاہ پٹی بندھی تھی۔

پال بوہر بھی وہاں موجود تھا۔ وہ تھورن انڈسٹریز کی نمائندگی کر رہا تھا۔ سارجنٹ نیف گارڈ آف آنر کے ساتھ آیا تھا۔ وہ سب اٹینشن کھڑے تھے۔ پھر ایک کیڈٹ آگے بڑھا اور اس نے بگل پر ماتمی دھن چھیڑ دی۔

تابوت قبر میں اتارا جانے لگا۔

تب رچرڈ پہلی بار رویا۔ اس سے پہلے اپنے بیٹے کی موت پر اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلے تھے۔

پادری نے دعا شروع کی تو رچرڈ دور دیکھنے لگا۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

جو کچھ پادری کہہ رہا تھا، وہ سننا نہیں چاہتا تھا۔ پادری الفاظ میں اس کے بیٹے کی شخصیت اور اس کے نقصان کا احاطہ نہیں کرسکتا تھا۔ مارک اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔

اس کی نظر ڈیمین پر پڑی اور جم کر رہ گئی۔ جو کچھ اس نے دیکھا، اس نے اس کی توجہ پوری طرح اپنی طرف مبذول کرالی۔

ڈیمین نیف کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے جواب میں نیف نے پال بوہر کو دیکھا۔ جبکہ پال بوہر پہلے سے ہی ڈیمین کو دیکھ رہا تھا۔ وہ عجیب مثلث تھا۔

لیکن رچرڈ کو اس مثلث کے بارے میں غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کوئی اس کی آستین کھینچ رہا تھا۔ اس نے دیکھا۔ این آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں التجا تھی کہ وہ اپنا دھیان دعا پر رکھے۔

رچرڈ نے اس کا ہاتھ تھپ تھپایا اور قبر کو دیکھنے لگا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ پادری کے الفاظ سنے۔ لیکن وہ ارتکاز سے محروم تھا۔ وہ تو گزشتہ چند روز کے واقعات کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہا تھا، جو اس کے ذہن میں گڈمڈ ہوگئے تھے۔

اسے ڈاکٹر فیڈلر کے کمرے میں ہونے والی گفتگو یاد آئی۔ وہ پوسٹ مارٹم کے فوراً بعد کی بات تھی۔

''یہ کیسے ممکن ہے''۔ اس نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔ ''آپ تو اس وقت سے اسے جانتے ہیں، جب وہ پیدا ہوا تھا۔ کوئی علامت تو ظاہر ہوئی ہوتی پہلے سے''۔

ڈاکٹر نے سوگواری سے سر ہلایا ''ایسا میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں''۔ وہ بولا۔ ''بہت نارمل اور ہر اعتبار سے صحت مند لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے دماغ میں موجود یہ چیز ذہنی دباؤ کا انتظار کرتی رہتی ہے۔ ایک پتلی سی دیوار ہوتی ہے آرٹری کی، ہر دیوار گر جاتی ہے......''۔ ڈاکٹر نے بے بسی سے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اس کے انداز میں ہمدردی تھی۔

''اچانک اس نے مداخلت کی۔ ''تو یہ پیدائشی نقص تھا؟''۔

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''امکانات تو یہی ہیں۔ آئی ایم سوری۔ آئی ایم ویری سوری''۔

مجھ سے زیادہ افسوس تو نہیں ہوسکتا۔ رچرڈ نے سوچا تھا۔

تدفین کے بعد سوگوار چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں ہٹنے لگے۔ بارش بھی اچانک تیز ہوگئی تھی۔ سب نے جلدی جلدی تعزیت کی رسم پوری کی۔ پھر اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف لپکے۔

رچرڈ سب سے آخر میں اپنی لیموزین کی طرف بڑھا۔ این اور ڈیمین اس کے ساتھ تھے۔ اس نے مرے کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔

..................x..................

اگلے ہفتے آدھی رات کے بعد نیویارک سے ایک فون کال آئی۔ فون کرنے والا ایک پادری تھا۔

فون رچرڈ تھورن نے ریسیو کیا تھا۔

''آپ فوراً آجائیں۔ آپ کا دوست چارلس وارن بہت برے حال میں ہے۔ وہ بار بار آپ کو بلاتا ہے''۔

رچرڈ نے فوری طور پر ضروری چیزیں سوٹ کیس میں ڈالیں اور روانگی کے لئے تیار ہوگیا۔

''ایسا کیا ضروری ہے؟'' این نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

''نہیں این۔ مجھے فوری طور پر جانا ہے''۔

''تو صبح چلے جانا''۔

''نہیں۔ میں اسی وقت جاؤں گا''۔ پھر وہ ایک دم مشتعل ہوگیا۔ ''میں جانا نہیں چاہتا۔ لیکن مجھے جانا ہے''۔ وہ چلایا۔

این بستر سے اٹھ بیٹھی اور اس نے سگریٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کا ہاتھ لرز رہا تھا۔ ''تم فون پر چارلس سے بات کیوں نہیں کرلیتے؟'' اس نے کہا۔ ''آخر نیویارک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ چارلس وارن نے خود کو اس فیملی کا اچھا دوست بھی ثابت نہیں کیا''۔

''وہ کسی مشکل میں ہے اور اسے میری ضرورت ہے''۔

''ہمیں بھی تمہاری ضرورت ہے''۔ این نے دھیرے سے کہا۔

رچرڈ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ ''میں جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا''۔ اس نے جھک کر این کے رخسار پر بوسہ دیا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''صبح میں ڈیمین سے کیا کہوں؟'' این نے پوچھا۔

رچرڈ ہچکچایا۔ اس بارے میں تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ''اس سے کہنا...... اس سے کہنا کہ نیویارک میں کسٹمز کا کوئی ارجنٹ مسئلہ تھا۔ اس لئے مجھے جانا پڑا۔ کچھ بھی کہہ دینا۔ مگر اسے حقیقت نہ بتانا''۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

وہ دبے پاؤں زینے سے اترا۔ نیچے مرے گاڑی لئے اس کا منتظر تھا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈیمین کے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا ہے اور بلی جیسی دو زرد چمکیلی آنکھیں اسے گھور رہی ہیں۔

..................x..................

رچرڈ جیٹ طیارے میں بیٹھا۔ انجن اسٹارٹ ہوا اور طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

طیارہ فضا میں بلند ہوا۔ اس کی پرواز میں ہمواری آتے ہی رچرڈ نے اوپر لگی لائٹ کا سوئچ آن کیا اور بیوگن ہیگن کا خط بریف کیس سے نکال لیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے بہت کچھ سوچنا ہے اور اس سے پہلے بہت کچھ جذب کرنا ہے اور اس کی چھٹی حس اسے بتا رہی تھی کہ وقت زیادہ نہیں ہے۔ جو کچھ بھی کرنا ہے، فوری طور پر کرنا ہوگا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے ساڑھے چار بجے تھے۔ وہ ساڑھے سات...... زیادہ سے زیادہ آٹھ بجے تک نیویارک پہنچ جائے گا...... نیویارک کے وقت کے مطابق۔ یعنی اس وقت جب نیویارک شہر انگڑائی لے کر بیدار ہو رہا ہوگا۔

اس نے خط کھولا اور پڑھنے لگا۔ وہ اسے چوتھی یا پانچویں بار پڑھ رہا تھا۔

اس کے جسم میں تھرتھری دوڑ گئی۔ واقعی...... اموات کا کیسا سلسلہ تھا۔ پچھلے چند ماہ میں کتنی موتیں ہوئی تھیں اتفاقیہ اموات۔ مگر اتفاقات اتنے تواتر سے ہوں تو گڑبڑ کا احساس تو ہوتا ہے اور اب تو کڑیاں ملتی جارہی تھیں۔

سب سے پہلے آنٹی ماریان تھیں۔ آخری رات ان کے کہے ہوئے الفاظ اس کی سماعت میں گونجے۔ ڈیمین اچھے اثرات چھوڑنے والا لڑکا نہیں ہے۔ کیا یہ بات تم اب تک نہیں سمجھ سکے ہو؟ کیا تم مارک کو تباہ کردو گے...... اسے برباد ہوجانے دو گے؟

پھر وہ خاتون رپورٹر تھی...... جوآن ہارٹ۔ اس کے حصے میں بہت خوف ناک...... بہت اذیت ناک موت آئی تھی اور وہ تو اخبار میں چھپی مختصر خبر کے حوالے سے یہ بات کہہ رہا تھا۔ حقیقت تو کسی کو معلوم ہی نہیں تھی۔

اور جوآن نے کہا تھا...... آپ سمجھ نہیں رہے ہیں کہ آپ کو کتنا سنگین خطرہ لاحق ہے۔ کرائسٹ پر اپنا ایمان تازہ کریں...... پختہ کریں۔

اور پھر بل ایتھرٹن۔ ناقابل یقین حد تک خوف ناک موت! مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کا اس معاملے سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ایسے ہی پیاریان کی موت بھی غیر متعلق معلوم ہو رہی تھی۔

وہ خط پڑھتا رہا۔ اس کے جسم میں تھرتھری دوڑتی رہی۔

اسے اپنی کمپنی کا خیال آیا...... دنیا کی عظیم ترین ملٹی نیشنل کارپوریشنز میں سے ایک۔ اور ایک دن ڈیمین اس کا مالک ہوگا اور رچرڈ سے زیادہ کون جانتا تھا کہ تھورن انڈسٹریز کیسی طاقت اور قوت کا سرچشمہ ہے۔ اس بارے میں سوچتے ہوئے ذہن کی مزید گرہیں کھلنے لگیں۔ بات سمجھنے میں آنے لگی۔ بوہر چاہتا تھا کہ تھورن انڈسٹریز غذائی اجناس کی پروڈکشن اور ڈسٹری بیوشن کے میدان میں قدم رکھے۔ لیکن ایتھرٹن اس کی راہ میں مزاحم تھا۔ اور پھر بل ایتھرٹن مر گیا تھا...... اور جس انداز میں وہ مرا تھا، وہ پراسرار تھا۔ اسے قتل تو کہا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن وہ قدرتی موت بھی نہیں تھی۔ وہ تو حادثہ تھا۔ تو کیا اس حادثے میں شیطانی قوتوں کا ہاتھ تھا؟

ہاں...... انجام بتاتا تھا کہ ایسا ہی ہے اور انجام کیا تھا؟ بوہر کمپنی کا صدر بن گیا تھا اور اس کے منصوبے پر فوراً عمل درآمد شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس میں بھی رکاوٹیں پیش آرہی تھیں اور رکاوٹیں اسی انداز میں دور کی جارہی تھیں، جیسے بل ایتھرٹن نامی رکاوٹ کو دور کیا گیا تھا۔ پیاریان کو اس بات کا پتا چل گیا تھا۔ چنانچہ اس کے حصے میں بھی اسی طرح کی موت آئی۔

اسی طرح، اصل منصوبے کے مطابق ایک دن آئے گا کہ ڈیمین کو ترکے میں تھورن کارپوریشن ملے گی اور اس کے ذریعے وہ پوری دنیا کے وسائل خورد و نوش کو پوری طرح سے کنٹرول کر رہا ہوگا۔ غذا...... انسان کی سب سے بڑی ضرورت! غذا...... فراہم کرنے والوں کے لئے سب سے بڑی طاقت!!۔

رچرڈ کو مارک کی تدفین کا منظر یاد آیا۔ اس نے تعلقات کا وہ مثلث دیکھ لیا تھا...... ڈیمین، بوہر اور نیف۔ ان کے درمیان معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نیف اسی تصویریں معمے میں کہاں فٹ ہوتا ہے۔

بائبل میں لکھا تھا کہ ڈریگون کی پوجا کی جاتی ہے۔ شیطان کے پجاری ڈریگون کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ شیطانی درندے میں طاقت کی روح ڈریگون ہی پھونکتا ہے۔ شیطان کے پجاری کہتے ہیں...... کون ہے جو اس سے لڑ سکے۔

ڈریگون!

تو ممکن ہے کہ نیف ڈریگون ہو۔ وہ ملٹری کا اسٹر یٹجسٹ تھا۔ وہ اس کی تربیت کرے گا...... اسے سکھائے گا کہ کیسے......

وہ ولیوں سے جنگ لڑے گا اور انہیں زیر کرے گا۔ اسے تمام زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ تمام قوموں پر اس کی بالا دستی ہے اور وہی شہزادوں کے شہزادے کے مقابل کھڑا ہوگا......

اب رچرڈ سے پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ سوچیں دھندلا رہی تھیں۔ اب اس کا ذہن صاف اور واضح طور پر سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا۔ اسے آرام کی ضرورت تھی...... آرام کی اور چند گھنٹوں کی نیند کی!۔

جس رات وارن اسے سلائیڈز دکھا رہا تھا، اس نے کہا تھا...... اس بات کی متعدد نشانیاں ظہور میں آچکی ہیں کہ دنیا کے خاتمے کا وقت بہت قریب آچکا ہے۔ اس پر این ہنس دی تھی۔ مگر وارن نے ان نشانیوں کے متعلق بتایا تھا اور وضاحت کی تھی۔ سیلاب اور زلزلوں کی کثرت، جنگیں، نفرتیں، اندھیرے......

رچرڈ اب ان چونکا دینے والے واقعات پر غور کر رہا تھا، جو پچھلے عرصے میں دنیا میں رونما ہوئے تھے۔ مشرق وسطیٰ جیسے کسی آتش فشاں کے دہانے پر دھرا ہوا تھا۔ وہاں ایک دھما کہ کسی بھی وقت عالمی جنگ کا سبب بن سکتا تھا۔ ایسی عالمی جنگ کا، جس کے نتیجے میں عین ممکن تھا کہ دنیا میں کچھ بھی نہ بچے۔

دوسری طرف نیوکلیائی گندگی بہت بڑھ چکی تھی۔ ایٹمی پھیلاؤ حد سے گزر چکا تھا۔ ہر قوم کے پاس خواہ وہ صنعتی ہو یا نہ ہو، کسی نہ کسی طرح کے ایٹمی ہتھیار موجود تھے۔ کسی بھی وقت کوئی دہشت گرد پہلا دھماکہ کر کے مکمل تباہی کا آغاز کر سکتا تھا۔

اس سال صرف نیویارک ہی ایسا ترقی یافتہ شہر تھا، جو اندھیرے میں ڈوب گیا ہو۔ لندن، پیرس، ٹوکیو اور ماسکو، ہر جگہ پراسرار انداز میں پاور فیل ہونے کے واقعات ہوئے تھے۔ ہر موقع پر شبہ کیا گیا کہ یہ سبوتاژ کی کارروائی ہے۔ لیکن ثبوت کوئی نہیں تھا اور جہاں بھی اس طرح کا واقعہ ہوا تھا، وہاں چوریوں کے، قتل کے، ریپ کے اور ایسے واقعات کثرت سے ہوئے تھے کہ تہذیب بھی منہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ تہذیب صرف سطح پر ہے۔ ورنہ ہر آدمی درندہ ہے۔

ایک پہلو یہ بھی تھا کہ انسان مشین بن گیا تھا۔ ان کے ہر ردعمل کے پیچھے نہ کوئی حساسیت تھی نہ انسانی ہمدردی۔ وہ تو ایک بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ وہ سب دوڑ رہے تھے، اپنی دھن میں ایسے لگے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سوچنے اور سمجھنے کی فرصت نہیں تھی۔ کسی کو کسی اور کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔

اور موسموں کا مزاج الگ تبدیل ہو رہا تھا اور اس تبدیلی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہاں برف باری ہونے لگی تھی، جہاں کبھی برف باری نہیں ہوئی تھی۔ جہاں بارشیں کثرت سے ہوتی تھیں، وہاں اب خشک سالی کا ڈیرہ تھا اور جہاں بارشیں نہیں ہوتی تھیں، وہاں اب سیلاب آرہے تھے۔ طوفانوں اور زلزلوں نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

رچرڈ اب مزید جاگ نہیں سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ تھکن اور مسلسل جاگنے کی وجہ سے وہ نڈھال ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ گہری نیند سو گیا۔

..................x..................

تھورن انڈسٹریز کا طیارہ لاگارڈیا ایئرپورٹ پر اترا تو سورج افق سے سر اٹھا رہا تھا۔ صبح کی کرنوں میں بہت نرمی تھی۔ رچرڈ تھورن نے انگڑائی لیتے ہوئے گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے ساڑھے سات بجے تھے۔

اچانک ہی اسے اپنے بے وقوف ہونے کا احساس ستانے لگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ آدھی رات کو کسی اجنبی پادری نے اسے فون کیا اور بتایا کہ چارلس وارن کو اس کی ضرورت ہے اور وہ اسی وقت سوٹ کیس پیک کر کے ایک ہزار میل دور چلا آیا۔ یہ بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور چارلس وارن سے اس کی آخری ملاقات کیسی تھی۔ ان کے درمیان تلخی ہوئی، اس نے سخت گفتگو کی، اس سے گھر سے نکل جانے کو کہا اور وارن بہت ناخوش اس کے گھر سے رخصت ہوا تھا۔ اس وقت اسے یقین تھا کہ اب وہ کبھی اچھی طرح نہیں ملیں گے۔

اس رات وارن نے جو کچھ اسے بتایا تھا، اس نے بڑی ہٹ دھرمی سے اسے مسترد کر دیا تھا۔ لیکن اب اس کا ذہن انہی باتوں کو قبول کر رہا تھا اور اب وہ چاہتا تھا کہ وہ اس معاملے کو انجام تک پہنچائے۔

اسے یقین تھا کہ وارن نے یگائیل کی دیوار دیکھ لیا ہے اور وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اس دیوار کو دیکھے اور اب وہ اس دیوار کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے اس بات پر پریشانی تھی کہ جو فون وارن کو کرنا چاہئے تھا، وہ اس اجنبی پادری نے کیوں کیا۔ شاید وارن نے شیطانی قوتوں سے بچاؤ کے لئے کسی روحانی تحفظ کا اہتمام کیا ہو۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

ٹرمینل سے نکل کر اس نے ٹیکسی لی۔اس نے پادری کا سمجھایا ہوا پتا ٹیکسی ڈرائیور کو سمجھایا۔ٹیکسی ڈرائیور نے اسے حیرت سے دیکھا، کندھے جھٹکے اور میٹر کا فلیگ گرا دیا۔

ٹیکسی روانہ ہوگئی۔

سفر کے دوران رچرڈ کو وہ تند و تیز سیاسی بحث یاد آئی، جو کبھی اس کی اس کے بھائی سے ہوئی تھی۔رابرٹ نے لینن کے ایک قول کے حوالے سے وہ بحث جیت لی تھی۔ یہ رابرٹ کا اسٹائل تھا۔ضرورت پڑنے پر وہ مخالف کیمپ کی دلیل بھی استعمال کر لیتا تھا۔اس وقت اسے لینن کا وہ قول یاد آ گیا۔لینن نے کہا تھا میں ہر عمل سے پہلے لازمی طور پر یہ سوچتا ہوں کہ اس کا فائدہ کسے پہنچے گا؟

اب رچرڈ تھورن گزشتہ رات سے اب تک کی ہر بات کو اس سوال کی روشنی میں چیک کر رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ اس کا رویہ نری جذباتیت پر مبنی ہے۔ وہ اس تصویری معمے کو مکمل کرنے کے لئے ضرورت سے زیادہ بے چین اور بے تاب ہے۔لیکن جب اس نے اس سوال کی روشنی میں پڑتال شروع کی تو وہ حیران ہوگیا۔ ہر سوال کا جواب ایک ہی تھا......اس کا فائدہ ڈیمین کو پہنچے گا۔

آنٹی ماریان کی موت کا فائدہ ڈیمین کو پہنچا۔ایتھرٹن اور پساریان کے معاملے میں بھی یہی جواب تھا اور رچرڈ کو اسپتال کا وہ ڈاکٹر یاد آیا، جو ڈیمین کے مزید ٹیسٹ لینا چاہتا تھا۔اسے بھی حادثاتی موت نصیب ہوئی تھی اور مارک کی موت میں تو ڈیمین کے لئے سراسر فائدہ ہی تھا۔

اب ڈیمین کے راستے کی رکاوٹ صرف دو افراد تھے۔خود رچرڈ تھورن اور اس کی بیوی این تھورن۔ یہ دونوں رکاوٹیں دور ہو جاتیں تو دنیا کی سب سے طاقت ور کمپنی کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہوتا۔وہ اور اس کی بیوی!

اس لمحے رچرڈ کی سمجھ میں پوری طرح آ گیا کہ چارلس وارن اس سے ملنے کیوں آیا تھا۔ وہ اسے یہ سمجھانے اور قائل کرنے کے لئے آیا تھا کہ اسے اپنے بھائی رابرٹ کے بیٹے ڈیمین کو ہر قیمت پر قتل کرنا ہے۔

سات سال پہلے بیوگن ہیگن نے رابرٹ تھورن کو اس بات پر قائل کیا تھا اور رابرٹ نے کوشش بھی کی تھی۔مگر نتیجہ اس کی موت کی صورت میں نکلا تھا اور خود بیوگن ہیگن بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

یہ میں کس رو میں بہے جا رہا ہوں۔ مجھے پرسکون رہنا ہے۔معقولیت کے ساتھ سوچنا ہے۔ یہ معاملہ بہت بڑا ہے۔اس نے خود کو سمجھایا۔

''کرایہ ادا کر دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ میں رکوں یا چلا جاؤں''۔ڈرائیور نے رچرڈ کو چونکا دیا۔

رچرڈ معذرت طلب انداز میں بڑبڑایا۔اس نے جیب سے پرس نکالا۔کرایہ تیس ڈالر تھا۔رچرڈ نے ڈرائیور کو خاصی معقول رقم تھما دی۔''اگر تم رکے رہے تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دوں گا''۔اس نے ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی سے اتر کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔وہ ایک بہت پرانا اور بوسیدہ چرچ تھا۔ دیکھنے میں وہ متروک لگتا تھا قریب ہی ایک ریلوے یارڈ تھا۔

رچرڈ آگے بڑھا اور اس نے چرچ کے دروازے پر دباؤ ڈالا۔دروازہ کھل گیا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔ٹیکسی اب بھی وہیں کھڑی تھی۔شاید اس کی ترغیب کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ڈرائیور پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا تھا۔بلکہ شاید وہ سو رہا تھا۔

رچرڈ پلٹا اور چرچ میں داخل ہوگیا۔

چرچ کا اندر بھی وہی حال تھا، جو باہر نظر آیا تھا۔وہاں سیلن کی بو رچی ہوئی تھی۔بنچیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔کھڑکیوں کے شیشوں پر ایسے دھبے تھے، جیسے برسوں سے انہیں نہیں دھویا گیا ہو۔کچھ کھڑکیاں تو شیشوں سے محروم بھی تھیں۔وہاں اگر خوشبو نہ ہوتی تو رچرڈ اسے متروک چرچ ہی سمجھتا۔

وہ قربان گاہ کی طرف بڑھا۔

وہ ریلنگ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ بالکل اچانک اس کے بائیں جانب ایک دروازہ کھلا اور ایک پستہ قامت اور کبڑا پادری نمودار ہوا''۔مسٹر تھورن''؟اس نے پوچھا۔

رچرڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

پادری لنگڑاتا ہوا آگے بڑھا اور اس سے ہاتھ ملایا۔''میں فادر ویلیٹن ہوں مسٹر تھورن۔آپ کا شکریہ کہ آپ تشریف لائے۔ڈاکٹر وارن آپ کے منتظر ہیں''۔اس نے قربان گاہ کی داہنی جانب ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔پھر خود لنگڑاتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا۔

رچرڈ اس کے پیچھے چل دیا۔''آپ نے مجھے فون کیا۔میں شکر گزار ہوں''۔اس نے سرگوشی میں کہا۔''یہ بتائیں کہ ڈاکٹر وارن کا مسئلہ کیا ہے۔

پادری نے نفی میں سر ہلایا۔''انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا''۔وہ بولا۔''بس میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ اتنا دہشت زدہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا''۔

وہ دروازے پر پہنچ گئے تھے۔پادری نے دروازے پر دستک دی۔

دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز نے پوچھا۔''کون ہے؟''آواز وارن کی ہرگز نہیں لگ رہی تھی۔

''مسٹر تھورن آئے ہیں''۔پادری نے پکارا۔

دروازہ کھل گیا۔وارن سامنے کھڑا تھا۔اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ اس پر کسی بہت سریع الاثر اور خوفناک بیماری نے حملہ کیا ہے۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ استخوانی ہوگیا تھا۔شیو بڑھا ہوا تھا اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔اس نے لرزتے ہاتھوں میں ایک چھوٹی سلیب تھامی ہوئی تھی۔

''رچرڈ......تم آگئے''۔اس نے خوف سے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''ہاں چارلس''۔

چارلس وارن آگے کی طرف جھپٹا۔اس نے اس کے رین کوٹ کا کالر تھام کر اسے کمرے میں گھسیٹ لیا۔پھر اس نے دروازہ صرف بند نہیں کیا۔بلکہ لاک کر دیا۔

رچرڈ تھورن کو اپنا توازن بحال کرنے میں چند لمحے لگے۔پھر اس نے بڑے غور سے چارلس کو دیکھا۔اسے لگ رہا تھا کہ چارلس پاگل ہوگیا ہے۔''چارلس......جیسے ہی مجھے فون موصول ہوا، میں فوراً ہی نکل کھڑا ہوا......''۔اس نے کہا۔

لیکن چارلس جیسے اس کی بات سن ہی نہیں رہا تھا۔اس کی نگاہیں تو جیسے کسی غیر مرئی شے کو گھور رہی تھیں۔''شیطان واقعی آ چکا ہے۔وہ ہمارے درمیان موجود ہے رچرڈ''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔''یہ سچ ہے۔سب سچ ہے۔میں نے یگائیل کی دیوار دیکھ لی ہے''۔

''چارلس پلیز......میری بات سنو''۔

''میں نے دیکھ لیا۔یہ سب بہت خوف ناک ہے''۔چارلس پر تھرتھری چڑھنے لگی۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

’’جب ہی تو جوآن ہارٹ پاگل ہوئی جارہی تھی...... بے چاری۔اور یوگن ہیگن......‘‘۔

رچرڈ آگے بڑھا اور اس نے چارلس کو کندھوں سے تھام لیا۔’’خود کو سنبھالو چارلس‘‘۔اس نے کہا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی آدمی ہے جو برسوں سے نہایت مستعدی اور کامیابی کے ساتھ اس کا میوزیم چلاتا رہا ہے،وہ شخص جو برسوں سے اس کا بہت قریبی اور سب سے قابل اعتماد دوست تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ معاملہ واقعی خدا کا ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ خدا اپنے حلیفوں کی مدد نہیں کر رہا ہے۔

چارلس وارن کی کپکپاہٹ معدوم ہوگئی۔اب وہ بہت امید بھری نظروں سے رچرڈ کو دیکھ رہا تھا۔’’رچرڈ...... کیا اب تمہیں میری باتوں پر یقین آگیا ہے؟‘‘اس کے لہجے میں بھی امید اور التجا کا امتزاج تھا۔’’یا تم مجھے پاگل سمجھ رہے ہو؟‘‘۔

رچرڈ اب بھی اس کے کندھے تھامے ہوئے تھا۔ابھی وہ اس سے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ اسے یقین آگیا ہے۔کم ازکم ابھی نہیں۔وقت کا تقاضہ تھا کہ ان میں سے ایک تو ہوش مندی کے ساتھ سوچے۔عقل سے کام لے۔

لیکن ایک کام کرنا بہت ضروری تھا۔رچرڈ وہ دیوار دیکھنا چاہتا تھا۔

’’یگائیل کی دیوار کہاں ہے؟‘‘اس نے پوچھا۔

..................×..................

وہ ریل کی پٹریوں پر چل رہے تھے۔چارلس وارن آگے آگے تھا۔وہاں کچھ بوگیاں ایسی تھیں،جن پر تھورن انڈسٹریز کا مونوگرام بنا تھا۔

چارلس وارن اپنی مٹھی میں اب بھی وہ صلیب دبوچے ہوئے تھا۔اور اب وہ پہلے سے بھی زیادہ دہشت زدہ نظر آرہا تھا۔کبھی وہ چلتے چلتے رکتا اور آسمان کو ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھنے لگتا۔

’’کیا دیکھ رہے ہو تم؟‘‘رچرڈ نے اس سے پوچھا۔

لیکن اب چارلس وارن سے بولا بھی نہیں جارہا تھا۔الفاظ اس کے منہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے......اور وہ بھی منمناتی ہوئی آوازیں’’نہیں......ابھی نہیں......فی الحال تو نہیں......لیکن ذرا دیر میں......‘‘۔

وہ ریلوے یارڈ کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے،جہاں تھورن انڈسٹریز کی ایک کنٹینر کار کھڑی تھی۔یہاں سے وہ جگہ بہت قریب تھی،جہاں رل کی پٹریاں ختم ہورہی تھیں۔

چارلس وارن نے ٹرالر کے دروازے کا قفل کھولا اور رچرڈ کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

رچرڈ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔’’تم اندر نہیں آؤ گے؟‘‘۔

چارلس نے نفی میں سر ہلایا اور ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔پھر اچانک اس کا جسم تنا اور جیسے ٹھٹھر کر رہ گیا۔ایسا لگتا تھا کہ اس نے کوئی بہت دہشت زدہ کر دینے والی چیز دیکھ لی ہے۔

رچرڈ تھورن نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں آسمان کو دیکھا۔ان کے سروں سے کوئی بیس فٹ اوپر ایک بہت جسیم سیاہ کوا چھوٹے چھوٹے دائروں میں چکراتا ہوا پرواز کر رہا تھا۔پھر اس نے چارلس کو دیکھا،جو سینے سے صلیب لگائے ٹرالر سے چپکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

’’کم آن چارلس۔یہ محض ایک کوا ہی تو ہے‘‘۔رچرڈ نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

چارلس وارن نے نفی میں سر ہلایا۔اس کی نگاہیں کوے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اپنی جگہ سے ہلنے کو بھی تیار نہیں تھا۔

رچرڈ نے ایک گہری سانس لی اور اکیلا ہی ٹرالر میں داخل ہوگیا۔

ٹرالر میں ہر سائز کے کریٹ تھے،جو بڑی صفائی اور مضبوطی سے پیک کئے گئے تھے۔سوائے ایک کے،جس کی آدھی پیکنگ ادھیڑ دی گئی تھی۔لگتا تھا،کسی نے بہت جلدی میں،بہت بے تابی میں اسے کھولنے کی کوشش کی ہو۔

رچرڈ اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اسی دوران ریلوے یارڈ کے ایک اور حصے میں بہت بھاری بوگیوں کی ایک قطار اچانک پیچھے کی طرف حرکت کرنے لگی۔بھاری بوگیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔اور پھر پوری قطار حرکت میں آگئی۔ان کا رخ تھورن انڈسٹریز کے ٹرالر کی طرف تھا،جو اپنی الگ پٹری پر کھڑا تھا۔ٹرالر کے باہر مٹھی میں صلیب دبائے چارلس وارن نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس کے ہونٹ بے آواز ہل رہے تھے۔وہ دعا کر رہا تھا۔

برابر والی پٹری پر ایک ٹرین سیٹی بجاتی ہوئی تیز رفتاری سے گزری۔اس کی گڑگڑاہٹ نے چارلس کا توازن بگاڑ دیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔وہ اٹھا اور ٹرالر کے اگلے حصے کی طرف بڑھا۔تاکہ وہاں ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکے۔اسے احساس ہو رہا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے......ایسا کچھ جسے وہ کسی بھی طرح روک نہیں سکتا ہے۔

ٹرالر میں رچرڈ نے کریٹ سے کچھ پیکنگ میٹریل نکال کر باہر رکھا۔اب اسے کریٹ کے اندر دیوار کا ایک حصہ نظر آرہا تھا۔وہ پتھر جیسی چیز تھی،جس پر پینٹ کیا گیا تھا اور وہ واضح طور پر صدیوں پرانی لگ رہی تھی۔رنگ کہیں کہیں سے اڑ گئے تھے اور عمومی طور پر پھیکے پڑ گئے تھے۔

پھر دیوار کے ایک اور حصے پر رچرڈ کی نظر پڑی۔اس پر ایک چھوٹے بچے کی تصویر تھی۔لیکن رنگ اڑ جانے کی وجہ سے غیر واضح لگ رہی تھی۔رچرڈ نے مزید پیکنگ میٹریل باہر نکالا۔

باہر بوگیوں کی اس قطار نے رفتار پکڑ لی تھی۔اگلی بوگی کے دونوں بمپر بے حد زنگ آلود تھے اور خوف ناک لگ رہے تھے۔یہ قطار اب وہاں پہنچ رہی تھی جہاں کانٹے کی مدد سے پٹریاں تبدیل کی جاتی تھیں۔

بوگیوں کی اس قطار نے خود بہ خود پٹری تبدیل کر لی۔اب وہ اس پٹری پر آگئی تھیں،جس پر تھورن انڈسٹریز کا ٹرالر کھڑا تھا۔

چارلس وارن نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں اور دعائیں پڑھ رہا تھا۔اوپر آسمان پر سیاہ جسیم کوا اب بھی چکرائے جا رہا تھا۔مگر اب واضح طور پر اس کی رفتار بڑھ گئی تھی۔

ٹرالر میں رچرڈ نے کریٹ کے ایک اور حصے کو کھولا۔اس میں شیطان کی پینٹنگ تھی۔اس میں وہ بالغ تھا۔لیکن وہ تصویر بھی واضح نہیں تھی۔

کیا میں بھی پاگل ہو گیا ہوں؟اس نے سوچا۔یہاں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

لیکن اس کے اندر اصرار امنڈ پڑا۔نہیں......اسے ہر پینٹنگ دیکھنی ہوگی۔

اس نے پورے کریٹ کو کھول ڈالا۔

اور بالآخر اس کی نگاہوں کے سامنے پینٹنگ میں وہ چہرہ صاف اور واضح موجود تھا......وہ چہرہ......چند برس پہلے کا چہرہ۔اور رچرڈ تھورن اس چہرے کو بہت اچھی طرح پہچانتا تھا۔

وہ ڈیمین تھورن کا چہرہ تھا!۔

کچھ تھوڑا بہت فرق بہرحال تھا۔تصویر کے چہرے میں سر پر بالوں کی بجائے دوشاخہ زبانوں والے سانپ پھنکارتے محسوس ہو رہے تھے۔اور آنکھیں انسانی نہیں تھیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ بلی کی زرد آنکھیں تھیں۔ وہ بلی کی زرد آنکھیں تھیں۔ لیکن اس سے قطع نظر وہ چہرہ! وہ ڈیمین کا چہرہ تھا۔ اس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں تھی۔

اس وقت آوارہ بوگیوں کی وہ قطار تھورن انڈسٹریز کے ٹرالر کے پاس پہنچ چکی تھی۔ چارلس وارنی اپنی دعا میں مستغرق تھا۔ آوازن کراس نے آنکھیں کھولیں تو دہشت زدہ ہوکر رہ گیا۔

زنگ آلود بمپر بہت تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی ساخت بدلنے لگی۔ وہ نکیلے ہوگئے۔

چارلس کے پاس مہلت تھی ہی نہیں۔ وہ دیکھنے کے سوا کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ نکیلے بمپر اس کے جسم میں گھس گئے اور اسے تھورن انڈسٹریز کے ٹرالر کے اگلے حصے سے یوں چپکا دیا، جیسے تتلی کو البم میں چپکا دیا جاتا ہے۔

اس کے منہ سے اذیت بھری چیخ نکلی۔ اس نے ہاتھ پاؤں چلائے۔ لیکن اسے اندازہ ہوگیا کہ یوں وہ اپنی اذیت اور بڑھا رہا ہے۔

جھٹکا اتنا شدید تھا کہ ٹرالر کے اندر رچرڈ ایک طرف جا پڑا۔ وہ چت گرا تھا۔ اس نے یکا یک دیوار کو اپنی طرف جھکتے دیکھا...... اور وہ بھی بہت تیزی سے۔ وہ خود بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ وہ گرتی ہوئی دیوار کی زد میں آنے سے بال بال بچا تھا۔ دیوار ٹرالر کے فرش پر عین اس جگہ گری، جہاں ایک لمحہ پہلے وہ چت پڑا تھا اور دیوار فرش سے ٹکراتے ہی چھوٹے چھوٹے لاکھوں ٹکڑوں میں تقسیم ہوکر بکھر گئی۔

جس ثبوت کی تلاش میں وہ اتنی دور آیا تھا، وہ ضائع ہوچکا تھا!

لیکن اس کے پاس اس زیاں کے بارے میں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ جلدی سے ٹرالر سے نکلا اور چارلس کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔

ناقابل یقین بات یہ تھی کہ چارلس وارن اب بھی زندہ تھا۔ اس کے منہ سے خون جاری تھا۔ جہاں بمپر اس کے سینے میں گھسے تھے۔ وہاں اس کی قمیض سیاہ ہورہی تھی۔

''او مائی گاڈ...... چارلس، یہ کیا ہوا''۔ رچرڈ چارلس کی طرف لپکا۔

چارلس نے نقاہت بھرے انداز میں بہ مشکل اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا...... وہ ہاتھ جس میں صلیب دبی تھی۔ ''یہ لے لو''۔ اس نے بھنچی بھنچی سرگوشی میں کہا۔ ''اور...... اور خنجر بھی۔ اس لڑکے کو ہر حال میں ختم کرنا ہے''۔

''خنجر؟'' رچرڈ نے حیرت سے پوچھا۔ ''خنجر تمہارے پاس ہیں؟''

''بس تم چلے جاؤ۔ اس سے پہلے کہ دیر ہوجائے''۔

رچرڈ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کوا اب ٹرالر کی چھت پر بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں رچرڈ کو اپنے وجود میں چبھتی محسوس ہوئیں۔ رچرڈ چارلس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ''خنجر کہاں ہیں؟'' اس نے چیخ کر پوچھا۔ اب اسے اپنی زندگی بھی خطرے میں محسوس ہورہی تھی۔

لیکن چارلس مرچکا تھا۔ صلیب اس کے ہاتھ سے گرگئی تھی۔

رچرڈ دہشت زدہ ہوکر پیچھے ہٹا۔ اسی وقت کوا اڑا۔ اس کا رخ رچرڈ کی طرف تھا۔

رچرڈ تیزی سے گری ہوئی صلیب کی طرف جھپٹا۔ اس نے صلیب ہاتھ میں لی اور گھومتے ہوئے اس سے ہوا میں وار کیا۔ کوا اسی لمحے اس تک پہنچا تھا۔ صلیب نے کوے کو مس کیا۔ کوا بری طرح سے چیختا ہوا پلٹا اور مخالف سمت میں پرواز کرنے لگا۔ پھر وہ اس کے سر کے عین اوپر چکرانے لگا۔ اس کے انداز میں شدید برہمی تھی۔

رچرڈ صلیب کو اوپر اٹھائے ہوئے بڑھا۔ کوا اور اوپر اڑنے لگا۔

رچرڈ بھاگ کھڑا ہوا...... اور بھاگتا رہا!

..................×..................

ڈیوڈسن ملٹری اکیڈمی میں اس شام تلوار دینے کی سالانہ تقریب ہورہی تھی۔

تقریب ان ڈور پریڈ گراؤنڈ میں منعقد کی گئی تھی۔ کیڈٹوں کے والدین بالکونی میں جمع تھے۔

اس سال چھ کیڈٹوں کو اس اعزاز کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ ان میں ڈیمین بھی تھا اور آر جہانی مارک بھی۔ نیچے پانچوں کیڈٹ اس انداز میں کھڑے تھے کہ انہیں ایک نظر دیکھ کر ہی ایک کیڈٹ کی کمی کا احساس ہوجاتا تھا۔

دراز قد ڈیمین چہرے پر تفاخر سجائے تنا کھڑا تھا اور اپنی باری کا منتظر تھا۔ اس کے بائیں بازو پر اب بھی سیاہ ماتمی پٹی بندھی تھی۔

این بالکونی میں کھڑی تھی اور پال بوہر اس کے ساتھ تھا۔ این کو دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔ یہ بھانپتے ہوئے پال بوہر نے اس کی طرف رومال بڑھایا۔ این نے تشکر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے قبول کرلیا۔

نیچے ایک کیڈٹ بگل لئے کھڑا تھا۔ کسی کو تلوار دی جاتی تو وہ بگل بجاتا۔

بالکونی کے اس طرف والے حصے میں خوب صورت لڑکیوں کا ایک گروپ بھی تھا۔ وہ سب ایک طرح کے گاؤن پہنے ہوئے تھیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ان سب کا تعلق ایک ہی اسکول سے ہے۔ ان میں ایک لڑکی بے حد نمایاں تھی۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ وہ بہار کی کسی نو دمیدہ کلی کی طرح دلکش اور تروتازہ اور سانسیں روک دینے والے حسن کی مالک تھی۔ اس کے نمایاں ہونے کی وجہ سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ دو تنومند مرد تھے، جو اس کے پیچھے دائیں بائیں کھڑے تھے۔

انہیں دیکھ کر کوئی بھی سمجھ سکتا تھا کہ وہ اس لڑکی کے باڈی گارڈ ہیں۔ لیکن لڑکی کون ہے، یہ شاید کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

وہ الی نوائس کے گورنر کی اکلوتی بیٹی تھی!

پوری تقریب کے دوران اس لڑکی کی نظریں ایک لمحے کے لئے بھی ڈیمین پر سے نہیں ہٹی تھیں۔

(جاری ہے)

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

بالآخر ڈیمین کا نام پکارا گیا۔ وہ نپے تلے قدموں سے آگے بڑھا۔ اعزاز دینے والے سے ایک فٹ کے فاصلے پر اس نے دونوں ایڑیاں بجا کر اسے سلیوٹ کیا۔ اس وقت تمام لوگ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ تھے۔

بالکونی میں این نروس ہو رہی تھی۔ پال بوہر نے اس کا ہاتھ تھپ تھپایا۔

ڈیمین نے اپنی تلوار وصول کی۔ تلوار دینے والے نے دوسری تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''یہ بھی تمہیں وصول کرنی ہے''۔ اس نے کہا۔ ''یہ تمہارے کزن مارک تھورن کا اعزاز ہے جواب ہمارے درمیان موجود نہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ پوری طرح اس اعزاز کا مستحق تھا''۔

پورا ہال اور بالکونی تالیوں سے گونج اٹھی۔ این اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگی۔ سب سے بڑھ کر گورنر کی بیٹی تالیاں بجا رہی تھی۔

ڈیمین نے احتراماً سر خم کیا، دوسری تلوار لی اور اپنی جگہ جا کھڑا ہوا۔

اچانک تھورن فیملی کا شوفر مرے بالکونی میں آیا۔ وہ این کی طرف بڑھا اور اس نے سرگوشی میں این سے کچھ کہا۔

این نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور پال بوہر کی طرف مڑی۔ ''مجھے جانا ہے پال۔ رچرڈ نے اپنے جیٹ سے فون کیا ہے۔ کسی بھی لمحے وہ شکاگو پہنچنے والا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے ایئرپورٹ پر ریسیو کروں''۔

پال بوہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''واپس آؤ گی؟''

این نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''کوشش کروں گی''۔ پھر وہ مرے کے پیچھے چل دی۔

پال بوہر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نیچے دیکھا۔ نیف سے اس کی نظر ملی۔ دونوں نے سر کو جنبش دی اور پھر نظریں ہٹا دیں۔

……………×……………

این لیموزین کی عقبی نشست پر بیٹھے بے چینی سے رچرڈ کے طیارے کی لینڈنگ کی منتظر تھی۔ کار کے باہر مرے بھی منتظر کھڑا تھا۔

ٹیکسی کرتا ہوا جہاز لیموزین کے قریب آ کر رکا۔ جیسے ہی انجن بند ہوئے، طیارے کے پہلو سے سیڑھیاں لگا دی گئیں۔ دروازہ کھلا اور رچرڈ لپکتے ہوئے قدموں سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

نیچے اتر کر اس نے این کو ہیلو کہنے تک کی زحمت نہیں کی اور مرے کی طرف بڑھ گیا۔

''ڈیمین کہاں ہے؟'' اس نے کشیدہ لہجے میں پوچھا۔

''اکیڈمی میں جناب''۔ مرے نے جواب دیا۔ رچرڈ کے انداز نے اسے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

''ہم ٹیکسی لے کر میوزیم جا رہے ہیں۔ تمہیں اکیڈمی جانا ہے۔ اور فوراً ڈیمین کو لے کر میوزیم پہنچنا ہے''۔ یہ کہہ کر رچرڈ نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور این کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''چلو این، تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے''۔

وہ دونوں لپکتے ہوئے ٹرمینل میں داخل ہوئے۔ رچرڈ کی رفتار ایسی تھی کہ اس کا ساتھ دینے کے لئے این کو دوڑنا پڑ رہا تھا۔ وہ یہ پوچھنے کو الگ بے تاب ہو رہی تھی کہ مسئلہ کیا ہے۔

مرے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اچانک اس کی آنکھوں سے دہکتی ہوئی نفرت چھلکنے لگی۔

……………×……………

تقریب میں آخری مرحلہ ڈانس پارٹی کا تھا۔ اور اب وہی چل رہا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں ڈانس فلور پر تھرکتے پھر رہے تھے۔ کیڈٹ اپنی یونیفارم میں تھے۔ لڑکیاں ٹخنوں تک کے گاؤن پہنے ہوئے تھیں۔ وہ کافی پرانی کسی فلم کا منظر لگ رہا تھا۔

اشیائے خورد و نوش کی میز کے پاس دیوار سے ٹک کر وہ لوگ کھڑے تھے، جو رقص نہیں کر رہے تھے۔ کچھ شرمیلے پن کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ انہیں رقص میں دلچسپی نہیں تھی۔

کمرے کے ایک اور حصے میں ڈیمین سارجنٹ نیف کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ دونوں رقص کرنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ دوسری طرف اپنے دونوں باڈی گارڈز کے ساتھ گورنر کی بیٹی کھڑی تھی۔ وہ ڈیمین کو دل چسپی بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی،

نیف نے لڑکی کی ڈیمین میں دل چسپی بھانپ لی ''اس کے ساتھ رقص کرنے کے لئے تمہیں حوصلے کی ضرورت ہو گی''۔ اس نے کہا۔

''یہ گورنر کی بیٹی ہے نا؟''۔ ڈیمین نیف کی بات بخوبی سمجھ رہا تھا۔

نیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ڈیمین مسکرایا۔ ''تم بھول رہے ہو کہ میں اس فیملی کا واقف کار ہوں''۔ اس نے کہا اور لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

نیف کی آنکھوں میں طمانیت کی چمک لہرانے لگی۔ اثر و رسوخ کی اہمیت شیطانوں کے ہی لئے ہوتی ہے۔

……………×……………

میوزیم میں رچرڈ تیز قدموں سے بیس مینٹ کی طرف جانے والے زینے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ این اب بھی تقریباً دوڑ رہی تھی۔

''تم مجھے یقین نہیں دلا سکتے کہ یہ سچ ہے''۔ وہ پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہہ رہی تھی۔

''تمہیں یقین کرنا ہو گا''۔ رچرڈ نے کہا۔ ''اس نے مارک کو قتل کیا۔ ایتھرٹن کو مارا اور پساریان کو بھی......''۔

''بس کرو......''۔ این چلائی۔ اس نے رچرڈ کا ہاتھ تھام کر اسے روکنے کی کوشش کی۔

رچرڈ اس کی طرف مڑا۔ ''وہ قتل کرتا چلا جائے گا۔ جو بھی اسے اپنی راہ کی رکاوٹ لگے گا، وہ اسے قتل کر دے گا''۔ اس نے این سے ہاتھ چھڑایا۔ پھر وہ بیس مینٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

این بری طرح غصے میں آ گئی۔ ''کیسے؟ مجھے بتاؤ، اس نے انہیں کیسے قتل کیا؟ کیا اس نے برف چٹخائی تھی......؟''۔

''نہیں......خود اس نے نہیں......''۔

''اور کیا گیس کا پائپ اس نے توڑا تھا؟''۔

رچرڈ چلتے چلتے رک گیا اور اس نے این کی طرف دیکھا۔ ''وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے مددگار اس کے چاروں طرف موجود ہیں۔ وہ اس کی مدد بھی کرتے ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں''۔

این تھوک نگل کر رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ باتیں اس کا شوہر کر رہا ہے۔ ''رچرڈ''۔ اس نے اپنے لہجے کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''تم خود اپنی باتوں پر غور کرو۔ تمہیں اپنے پاگل پن کا احساس ہو جائے گا۔ ''اس کے مددگار......یعنی شیاطین...... یہ شیطانی سازش ہے۔ یہی کہہ رہے ہو نا تم۔ ذرا سوچو تو رچرڈ......پلیز''۔

رچرڈ نے این کا ہاتھ تھام لیا۔ ''این پلیز''۔ اس کے لہجے میں التجا تھی۔ ''میں نے اپنی ان آنکھوں سے چارلس وارن کو قتل ہوتے دیکھا ہے''۔

این کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ یہ اس کے لئے انکشاف تھا کہ چارلس مر چکا ہے۔

''اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے یگائیل کی دیوار دیکھی ہے......اور اس پر ڈیمین کا چہرہ دیکھا ہے''۔

(جاری ہے)

بدھ ۸/ دسمبر ۲۰۰۴ء

آخری قسط

دجال

تحریر: علیم الحق حقی

وہ خاموشی کا ایک بے حد طویل لمحہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ جنگ ان کی قوت ارادی کے درمیان تھی۔ رچرڈ چاہتا تھا کہ این اس کی بات پر یقین کر لے۔ اور این چاہتی تھی کہ رچرڈ اعتراف کر لے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ ایک بے رحمانہ مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

لیکن وہ مذاق نہیں تھا۔ اور این، جو ہونے والا تھا، اس کے بارے میں سوچ کر لرز رہی تھی۔ ''اب تم کیا کرو گے؟'' اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ اس کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔

..................×..................

ڈیمین گورنر کی بیٹی کے ساتھ بہت خوب صورتی سے رقص کر رہا تھا۔ لڑکی بہت خوش تھی۔ وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔ دوسرے لڑکے انہیں رشک و حیرت سے دیکھ رہے تھے اور دوسری لڑکیاں رقابت محسوس کر رہی تھیں۔ درحقیقت ان کی جوڑی بے حد شاندار تھی۔

رقص کرتے ہوئے اچانک ڈیمین کی نظر نیف اور مرے پر پڑی، جو بڑی رازداری سے باتیں کر رہے تھے۔ پھر مرے نے ڈیمین کو دیکھا اور آنکھ سے اشارہ کیا۔

''ایکسکیوز می۔ میں ابھی آیا''۔ ڈیمین نے نرم لہجے میں گورنر کی بیٹی سے کہا۔ اسے باڈی گارڈز کے پاس چھوڑ کر وہ نیف اور مرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ان کے قریب پہنچا ہی تھی کہ نیف اس کی طرف بڑھ آیا۔ ''بہت محتاط رہنا''۔ اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

ڈیمین نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔ ''تم شاید بھول گئے ہو کہ میں کون ہوں؟''۔

نیف نے بڑے احترام سے یوں اس کے سامنے سر جھکایا جیسے معذرت طلب کر رہا ہو۔

ڈیمین پلٹا اور دروازے کی طرف چل دیا۔ مرے اس کے پیچھے تھا۔ باہر نکل کر وہ لیموزین کی طرف بڑھنے لگا۔

..................×..................

بالآخر رچرڈ کو چارلس کے دفتر کی چابی مل گئی، جسے وہ تلاش کر رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے میں گھسا۔ اس نے روشنی کی اور پاگلوں کی طرح کچھ تلاش کرنے لگا۔ وہ درازیں کھولتا، بند کرتا، پھر کیبنٹ کھولتا۔ میز کے نیچے رکھی چیزوں کو ٹٹولتا۔ اس کے انداز میں عجلت آمیز دیوانگی تھی۔

''تم کیا کر رہے ہو؟''۔ دروازے میں کھڑی این نے پوچھا۔

رچرڈ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''خنجر یہیں کہیں ہوں گے۔ انہیں یہیں ہونا چاہئے''۔

این جھپٹ کر کمرے میں آئی۔ ''رچرڈ...... خدا کے لئے!''۔ وہ چلائی۔ ''ایسا مت کرو۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی''۔

''ہٹ جاؤ''۔ رچرڈ نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتا ہوں، خنجر یہیں ہوں گے''۔

این کا خوف سے برا حال تھا۔ ''تم اسے قتل کرو گے؟''۔

رچرڈ کی تلاش جاری رہی۔ ''یہ ضروری ہے...... ناگزیر!''۔

''نہیں رچرڈ نہیں''۔

''وہ انسان نہیں ہے''۔ بالآخر ایک دراز میں اسے خنجر مل گئے۔

''وہ تمہارے سگے بھائی کا بیٹا ہے...... تمہارا بھتیجا ہے۔ تم نے اسے بیٹے کی طرح پالا ہے۔ تم اس سے محبت کرتے ہو''۔

لیکن رچرڈ کچھ نہیں سن رہا تھا۔

..................×..................

میوزیم کے ساتھ لیموزین آ کر رکی۔ ڈیمین کار سے اترا۔ اس نے جھک کر مرے سے کچھ کہا۔ پھر وہ پلٹا اور بیک وقت دو دو قدمچے پھلانگتا ہوا میوزیم کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

..................×..................

''رک جاؤ رچرڈ...... پلیز...... میری خاطر رچرڈ''۔

لیکن سحر زدہ رچرڈ ان ساتوں خنجروں کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں طمانیت تھی۔

..................×..................

اب ڈیمین لابی سے بیس منٹ کی طرف جانے والے زینے پر تھا۔ دور سے اسے دبی دبی آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... این کی آواز میں التجا تھی اور رچرڈ کے لہجے میں ہٹ دھرمی۔ بہرحال ڈیمین کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا رہا۔

..................×..................

این جھپٹ کر رچرڈ اور اس کے سامنے رکھے خنجروں کے درمیان آ گئی۔ ''میں تمہیں یہ سب نہیں کرنے دوں گی''۔ وہ چلائی،

رچرڈ نے اسے گھورا۔ ''ہٹ جاؤ این۔ خنجر مجھے دے دو''۔

این نے نفی میں سر ہلایا۔ آنسو اب بہتے ہوئے اس کے رخساروں سے پھسل رہے تھے۔

''این...... خنجر...... مجھے...... دے...... دو''۔ رچرڈ نے نرم لہجے میں ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

چند لمحوں تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ بالآخر این کی نظریں جھک گئیں۔ وہ خنجروں کی طرف پلٹی۔ اس کا انداز ایسا تھا۔ جیسے اس کے دل سے گہری اداسی دھند کی طرح لپٹ گئی ہو۔ پھر اس نے خنجروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

..................×..................

ڈیمین اب چارلس وارن کے آفس کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے کان اندر ہونے والی گفتگو پر تھے۔ اس کا ارتکاز ایسا تھا کہ کوئی دیکھتا تو سمجھتا کہ وہ کسی ٹرانس میں ہے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا جسم اب لرز رہا تھا۔

..................×..................

این پھر ہچکچائی۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی ان جانی طاقت اس سے کچھ کروانا چاہتی ہے۔ لیکن وہ اس کے خلاف مزاحمت کر رہی تھی۔ لیکن اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کے اندر ابھرتی ہوئی وہ تحکمانہ آواز بہت طاقت ور ہے اور اس کی قوت ارادی بہت کمزور ہے۔

بالآخر اس نے وہ ساتوں خنجر اٹھا لئے اور رچرڈ کی طرف پلٹی۔

رچرڈ نے خنجر لینے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔

اچانک این آگے کی سمت متحرک ہو گئی۔ جیسے کسی شیطانی قوت نے اس کے وجود پر قبضہ جما لیا ہو۔ اس کا چہرہ جیسے مسخ ہو گیا...... بدل گیا...... اس پر دیوانگی اور شیطنیت چھا گئی۔ اس نے رچرڈ کے کان کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ''یہ لو رچرڈ...... یہ رہے تمہارے خنجر''۔ اور یہ کہہ کر اس نے ساتوں کے ساتوں خنجر رچرڈ کے جسم میں اتار دیئے۔

دہشت اور صدمے سے رچرڈ کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''این''۔ وہ چیخا۔ اس کا جسم آگے کی طرف ڈھلکا اور فرش سے ٹکرایا۔ خنجر اس کے جسم میں دستوں تک اتر گئے۔

این نے کسی فاتح کے سے انداز میں اپنا سر پیچھے کی طرف جھٹکا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئیں۔ ہونٹوں پر خوشیوں سے چھلکتی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور اس نے پوری قوت سے چیخ کر پکارا۔ ''ڈیمین''۔

..................×..................

ڈیمین کے جسم کی تھرتھری موقوف ہو گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس نے دروازے کے لٹو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر یوں ہچکچاتے ہوئے واپس کھینچ لیا جیسے کسی اچانک خیال نے اسے ارادہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔ چند لمحے گہرے ارتکاز کے عالم میں وہ وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہ پلٹا اور تیز مگر دبے قدموں واپس زینے کی طرف چل دیا۔

چارلس وارن کے ورک شاپ سے ملحق بوائلر روم تھا۔ بوائلر روم کی سب سے بڑی بھٹی اچانک غضب ناک آواز میں آگ غرانے لگی......

..................×..................

چارلس وارن کے آفس میں این ساکت و صامت کھڑی تھی...... چہرے پر خوشی کا وہی تاثر لئے......

..................×..................

ڈیمین اب بہت تیز قدموں سے اوپر جا رہا تھا......

..................×..................

اسی لمحے اچانک سب سے بڑی بھٹی دھماکے سے پھٹ گئی۔ جلتا ہوا تیل اچھلا۔ ورک شاپ فوراً ہی آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ آفس میں فاتحانہ انداز میں کھڑی این کا وجود ایک ثانیے میں شعلوں میں گھر گیا۔ اس کی چیخیں بے حد دردناک تھیں۔

..................×..................

ڈیمین لابی میں تیز قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ نیچے لگنے والی آگ کی وجہ سے ادھر ادھر فائر الارم بج رہے تھے۔ پھر ایک دھماکہ سنائی دیا۔

..................×..................

اپنے جلتے ہوئے وجود کے باوجود فتح کے احساس سے سرشار این تھورن نے چھت کی طرف سر اٹھاتے ہوئے پکارا۔ ''ڈیمین...... ڈیمین!''۔

..................×..................

میوزیم کے دروازے پر ڈیمین نے ایک لمحے توقف کیا اور پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں افسردگی کا سایہ سا لہرایا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

باہر شکاگو شہر کی روشنیاں تھیں۔ دور...... بہت سے فائر انجنوں کے سائرن کی بتدریج قریب آتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مشہور و معروف تھورن میوزیم کو مکمل تباہی سے بچانے کی کوشش کرنے والے آ رہے تھے۔

باہر سیاہ لیموزین اس کی منتظر تھی۔ مستعد ڈرائیور مرے کار کے پاس کھڑا تھا۔ ڈیمین کو دیکھ کر اس نے عقبی نشست کا داہنی جانب والا دروازہ کھول دیا۔

ڈیمین گاڑی میں بیٹھ گیا۔

گاڑی کی عقبی نشست پر پال بوہر اور سارجنٹ نیف پہلے سے ہی موجود تھے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور طمانیت تھی۔

ڈیمین نے شوفر مرے کو کار اسٹارٹ کرنے کا اشارہ کیا۔ کار آگے بڑھ گئی۔ عقبی نشست کے شیشے سے ڈیمین نے میوزیم کی طرف دیکھا۔ میوزیم کی عمارت اب پوری طرح آگ میں گھر چکی تھی۔

ڈیمین بھی مسکرا دیا۔

XXX